عمران سیریز

گنجے فرشتے

شاہد محمود

سرِ راہ

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ''گنجے فرشتے'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول جاسوسی ادب میں قطعی منفرد انداز کا ناول ہے۔ فرشتے اور گنجے۔ فرشتے تو نورانی مخلوق ہیں۔ وہ نہ بالوں والے ہوتے ہیں اور نہ ہی گنجے۔ تو یہ گنجے فرشتے کون سے ہیں۔

یہ تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہوگا اور ناول کے اختتام پر یقیناً آپ کہہ اٹھیں گے کہ یہ فرشتے واقعی گنجے ہیں۔

گزشتہ ناول ''سمورائی'' کو آپ حضرات نے جو پذیرائی بخشی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے لئے آپ حضرات کا بے حد شکریہ۔

آپ حضرات نے ''سمورائی'' کے بارے میں جو خطوط ارسال فرمائے وہ اور ان کے جوابات ظہیر احمد صاحب کے نئے ناول ''گریٹ ایجنٹس'' کے سر راہ میں شائع کئے جا رہے ہیں جو کہ اس ناول کے ساتھ ہی شائع ہو گیا ہے اور اس ناول ''گنجے فرشتے'' میں آپ کے خطوط اور جوابات اس لئے شائع نہیں ہو سکے کہ کمپوزر صاحب نے اس ناول میں صرف دو صفحات ہی سر راہ کے لئے چھوڑے جو غلطی سے چھوڑے یا دانستہ۔ یہ تو کمپوزر صاحب ہی بتا سکتے ہیں اور بجلی کی آنکھ مچولی نے انہیں اتنا پریشان کیا ہوا ہے کہ ہم ان سے کچھ بھی پوچھنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔

آپ پوچھ سکتے ہیں تو ضرور پوچھئے۔ ہم آپ کا سوال اور ان کا جواب آئندہ ناول میں شائع کر دیں گے۔

آخر میں اس ناول " گنجے فرشتے" اور اس کے ساتھ ہی شائع ہونے والے ظہیر احمد کے ناول " گریٹ ایجنٹس" کے بارے میں اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے۔ آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔

والسلام

یوسف قریشی

کال بیل کی آواز سن کر عمران نے ہڑبڑاتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور ایک زوردار جماہی لے کر آنکھیں ملتا ہوا سائیڈ ٹیبل پر رکھے ٹائم پیس کی طرف دیکھنے لگا۔ دس بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کافی دیر تک سویا رہا۔ بستر سے اٹھ کر اس نے اپنی پتلون اور کرتہ درست کیا اور بیرونی دروازے پر جا کر پہلے کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکا تو اسے یونیفارم میں کوئی نظر آیا مگر اس کا چہرہ سائیڈ پر تھا۔ عمران نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا تو سامنے سوپر فیاض کھڑا تھا۔ وہ اپنی نئی یونیفارم میں خوب کھل رہا تھا اور کافی ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ اسے اچانک اپنے فلیٹ پر دیکھ کر عمران کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

"آہا۔ سوپر فیاض۔ اور اس غریب خانے پر۔ کہیں سورج آج مغرب، شمال یا جنوب سے تو طلوع نہیں ہو گیا ہے اور وہ بھی عام دنوں سے زیادہ چمکتا دمکتا ہوا سنہری سورج"۔۔۔۔۔ عمران نے فیاض کی نئی یونیفارم پر

نظر ڈالتے ہوئے چہکتی آواز میں کہا۔

''فضول بکواس کرو گے یا اندر بھی آنے دو گے۔ پورے دس منٹ سے مسلسل بیل بجا رہا ہوں۔ لگتا ہے گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔'' فیاض نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے سوپر ڈیئر۔ تم تو ایک قسم کے گھر والے ہو۔ میرا مطلب ہے تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔ چلے آؤ کہ نشیمن کے در کھلے ہیں صرف تیرے لئے۔'' ـــــ عمران نے باقاعدہ گنگناتے ہوئے کہا اور فیاض اندر آ گیا۔ عمران نے بیرونی دروازے کا ہینڈل گھما کر اسے بند کر دیا۔

''گھر۔ گھر والی سے ہوتا ہے۔ یہاں کون سی گھر والی ہے۔ یہ گھر نہیں فلیٹ ہے۔'' ـــــ فیاض نے گویا اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ عمران کے بیڈ روم میں داخل ہو کر وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ عمران بیڈ پر آلتی پالتی مار کر تکیہ گود میں لے کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''تم سو فیصد درست کہتے ہو سوپر۔ گھر واقعی گھر والی سے ہوتا ہے۔ آج اگر اس فلیٹ میں کوئی گھر والی ہوتی تو یہ حقیقتاً ایک گھر ہی ہوتا۔ اور اس تکیے کے بجائے میری بھی گود میں۔ میرا مطلب ہے۔ میری بھی گود بھری ہوئی ہوتی۔'' ـــــ عمران نے حسب توقع احمقانہ پن کا مظاہرہ شروع کر دیا۔

''کیا بک رہے ہو۔ گود عورتوں کی بھرتی ہے۔ مردوں کی صرف جیب بھرتی ہے۔'' ـــــ فیاض نے تفہیمی انداز میں اس کی معلومات میں

مزید اضافہ کرنے کی کوشش کی۔

''تجربے کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا سوپر۔ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو لیکن یقین کرو ادھر تو گھر والی کے نہ ہوتے ہوئے بھی جیب اکثر خالی ہی رہتی ہے۔ وہ فرعونوں کا فرعون اعظم۔ ایکسٹو میری فیس کے پیسے ہضم کر کے خود موٹا ہوتا جا رہا ہے اور مجھے اس فکر میں دبلا کرتا جا رہا ہے کہ کل کو اگر میری شادی ہو گئی تو میرا کیا بنے گا۔ وہ مجھ سے ادھار کرتا ہے اور آگے میں دوسروں سے ادھار کرتا ہوں۔ لیکن اب تو سیلون والے نے بھی کہہ دیا ہے کہ صاحب پہلے پچھلے پیسے ادا کرو پھر شیو بناؤں گا۔ ورنہ استرے سے بالوں کے بجائے کوئی اور شے کاٹ دوں گا۔ آہ۔ اب تو میں پرانے ریزر استعمال کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ خدا غارت کرے اس ایکسٹو کو۔ اس کی جگہ تو کوئی نیا شاہ دل ایکسٹو آ جائے تو مزہ آ جائے۔ اپنی بھی عید ہو جائے۔ چاہے دو تین سال بعد ہی کیوں نہ ہو۔'' ـــــ عمران نے سرد آہ بھرتے ہوئے غم زدہ انداز میں کہا۔

''اچھا۔ اب اپنی بکواسیات بند کرو۔ اور میری بات غور سے سنو۔ میں تمہارے لیے ایک سرپرائزنگ نیوز لے کر آیا ہوں۔ مگر اس شرط پر سناؤں گا کہ تم پہلے مجھے فرسٹ کلاس قسم کا ناشتہ کراؤ۔'' ـــــ فیاض نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''آہ سوپر ڈیئر۔ تم چاہے سرپرائزنگ نیوز سناؤ یا بریکنگ نیوز۔ لیکن بریک فاسٹ تمہیں نہیں مل سکے گا۔ آئی ایم ویری سوری۔ میں مجبور ہوں۔'' ـــــ عمران نے لاچارگی سے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا ناشتے کا قحط پڑ گیا ہے یا تم طوطا چشم بن گئے ہو۔"——— فیاض غرایا۔

"ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں سوپر ڈیئر۔ دراصل مجھے ناشتہ بنانا آتا ہی نہیں۔ سلائس گرم کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اودھ بلا کے کباب بن جاتے ہیں۔ پراٹھا پکانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ آثار قدیمہ سے دریافت شدہ کسی آرٹ کے نمونہ کا شاہکار بن جاتا ہے۔ انڈہ بوائل کرنے کی کوشش کی تو وہ مرغی کے انڈے کی بجائے کوے کا انڈہ بن گیا۔ آملیٹ بنایا تو وہ خود لیٹ گیا اور مجھے سر کے بل کھڑا کر دیا۔ جوس بنایا تو وہ جوس مکھی چوس بن گیا۔ یعنی اس سے پہلے کہ میں اسے اپنے حلق میں انڈیلتا۔ اس نے مکھیوں کی ایک پوری فوج ظفر موج کو اپنی حفاظت کے لیے بلا لیا۔ ہاں البتہ چائے میں اچھی بنا لیتا ہوں۔ چنانچہ کل میں نے فیصلہ کیا تھا کہ چائے کے ساتھ رس کا ناشتہ کرتا ہوں۔ لیکن جانتے ہو کیا ہوا۔ ساری چائے رس پی گئے اور میں منہ دیکھتا رہ گیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"——— عمران نے حماقت آفریں راگ الاپنا شروع کر دیا۔

"بند کرو عمران اپنے یہ بھیرویں۔ وہ تمہارا لومڑ کی شکل والا باورچی کہاں ہے۔ وہ کس مرض کی دوا ہے۔"——— فیاض نے زچ ہو کر کہا۔

"وہ لومڑ کی شکل والا ہی نہیں بلکہ لومڑ کی خصلت والا بھی ہے۔ صرف ایک ہی مرض کی دوا ہے۔ بھوکا رکھنے کی دوا۔ کم بخت روزانہ ماش کی دال بھون کر میرے حلق میں ٹھونستا رہتا ہے۔ اور میری غیر موجودگی

میں خود چکن فرائیڈ چکن جنجر، چکن شاشلک، چکن جالفریزی، اور نہ جانے کون کون سا چکن بھون کر اپنا پیٹ گرماتا بلکہ مہکاتا رہتا ہے۔ آخر انسان کب تک صبر کرے۔ کل میرے صبر کا پیمانہ چھلک ہی اٹھا اور میں نے اسے کھری کھری سنا دیں۔ میری کھری کھری سن کر وہ کھڑا کھڑا گھوما اور باہر نکل گیا۔ اور اب تک واپس نہیں آیا۔ الو کا ہمزاد نہ جانے کس کے کچن میں گھسا بیٹھا ہے۔ تم انٹیلی جنس کے آدمی ہو۔ ذرا پتہ تو کراؤ کہ وہ کہاں گھسا ہوا ہے۔ ایک بار وہ مجھے مل جائے۔ پھر دیکھنا کہ مرغا بنوا کر اور جوتا اتار کر اس کی۔ ہزار منتیں نہ کیں تو میرا نام بھی عمران نہیں۔" عمران نے حماقت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ مگر شکل سے وہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"انٹیلی جنس کا یہ کام رہ گیا ہے کہ وہ باورچیوں کو ڈھونڈتی پھرے۔"——— فیاض نے ناگواری سے کہا۔ اسے عمران کے جملے کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی۔

"جانے دو سوپر۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جب تمہاری گھر والی تمہاری رکھوالی کے لیے گھر پر نہیں ہوتی تو تم .... خیر چھوڑو۔ تم مجھے وہ سرپرائزنگ نیوز دینے والے تھے۔ ٹھیک ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ایک عالی شان ریسٹورنٹ میں لے جا کر قرار واقعی ناشتہ کرواؤں گا۔ یہ ریسٹورنٹ بالکل نیا نیا کھلا ہے۔ واہ واہ۔ کیا ناشتہ ہوتا ہے۔ آلو کے پراٹھے، چاٹی کی لسی، ادرک کا اچار اور ہر طرف ڈکار ہی ڈکار۔"——— عمران نے ریسٹورنٹ کی باقاعدہ منظر کشی کرتے ہوئے

کہا۔

"سرپرائزنگ نیوز میں تمہیں سنانا نہیں۔ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا تمہیں میرے ساتھ آفس جانا ہوگا۔"——فیاض نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے میں جلدی سے تیار ہو جاؤں۔ ناشتہ کھانے میں تو شاید ٹائم نہ لگے مگر ناشتے کے لئے تمہیں منانے میں یقیناً وقت لگ جائے گا۔"——عمران نے عجیب سے انداز میں کہا اور تیزی سے اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔ شیو بنانے اور غسل سے تازہ دم ہو کر وہ چند منٹ بعد واش روم سے نکلا اور وارڈ روب میں چلا گیا۔

"ذرا ڈھنگ کا لباس پہننا۔ شاید کوئی میٹنگ اٹنڈ کرنا پڑ جائے۔" فیاض نے باہر سے ہانک لگائی۔ چند منٹ بعد عمران وارڈ روب سے برآمد ہوا تو اس نے واقعی سلیقے کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ جدید فیشن کا رائل بلیو سوٹ اور میچنگ ٹائی کے ساتھ چمکتے ہوئے جوتے۔ فیاض نے اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

"ویری ہینڈسم۔ چلو۔ اب چلتے ہیں۔"——فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اپنی سرکاری جیپ میں آیا تھا۔ عمران اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران ریسٹورنٹ کا پتہ بتاتا رہا اور فیاض جیپ کا رخ اسی طرف موڑتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک زیر تعمیر علاقے میں ایک چھپر ہوٹل کے سامنے موجود تھے۔ ایک ادھیڑ عمر بڑھیا آلو کے پراٹھے تندور میں لگا رہی تھی۔ خس کی صفیں ادھر ادھر بچھی تھیں اور بہت سے مزدور ان پر بیٹھے نہایت رغبت سے ناشتے میں مشغول تھے۔ ایک میلے کچیلے کپڑوں والا لڑکا

سروس فراہم کر رہا تھا۔

"یہ کہاں آ گئے ہو تم۔ یہاں کیا کرنا ہے۔"——فیاض نے ناگواری سے کہا۔

"ناشتہ کرنا ہے سوپر۔ اور کیا کرنا ہے۔"——عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پاگل ہو گئے ہو۔ یہاں ناشتہ کرنا ہے۔ اس تندور پر۔ آلو کے پراٹھے، لسی، یہ مزدور، اینٹ گارے کے ڈھیر اور اس لڑکے کو دیکھو۔ شاید پیدائش کے بعد نہایا ہی نہیں۔"——فیاض نے غصیلے انداز میں کہا۔

"خدا کا خوف کرو سوپر۔ سب خدا کا رزق ہے۔ یہ مزدور، مزدوری کے لئے آئے ہیں۔ اسی اینٹ گارے، بجری اور سریئے سے ہمارے لئے بلڈنگیں بنا رہے ہیں۔ اور اس لڑکے نے خود مجھے بتایا ہے کہ جب بھی بارش ہوتی ہے وہ نہاتا ضرور ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میرے کہنے پر ایک بار ضرور ناشتہ کرو۔ اگر پسند نہ آئے تو ٹرکش بوفے پر چلے جائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"——عمران نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ہونہہ۔ تم ہمیشہ انوکھے کام کرتے ہو۔ بالکل پاگلوں جیسے۔ تمہارے ساتھ مجھے بھی پاگل بننا پڑے گا۔"——فیاض نے ناگواری سے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔ اس دوران وہ سروس فراہم کرنے والا لڑکا عمران کے قریب آ گیا۔

"سلام صاحب۔ کیسے ہیں آپ۔ کیا لے آؤں۔"——اس نے ادب سے ہاتھ پیشانی پر لے جا کر عمران کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ بڑے صاحب میرے ساتھ ہیں۔ تم ایسا کرو کہ دو عدد پوٹیٹو بٹر بریڈ لے کر آؤ۔ ایک ریزرو رکھنا۔ بعد میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ دو بگ مگ لسی کے اور ایک پلیٹ پکلز۔ کافی ہم بڑے صاحب کے آفس میں جا کر پئیں گے۔ جاؤ شاباش۔ ذرا جلدی لے کر آؤ یہ سب۔''۔۔۔۔عمران نے ملائمت بھرے انداز میں اس سے کہا اور وہ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ لئے واپس چلا گیا۔

''یہ کیا ڈرامہ ہے۔ تم تو اسے یوں آرڈر دے رہے جیسے وہ کوئی کسی فائیو سٹار ہوٹل کا پڑھا لکھا ویٹر ہے۔''۔۔۔۔فیاض نے خاصی رکھائی سے کہا۔

''یار سمجھا کرو۔ اگر وہ پڑھا لکھا نہیں تو کم از کم ہم تو پڑھے لکھے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سے کچھ سیکھ جائے۔ اس میں اس کی بھی بھلائی ہے اور ہماری بھی۔ اور سب سے بڑھ کر معاشرے کی بھلائی ہے۔'' عمران نے متانت بھرے انداز میں جواب دیا۔

''لگتا ہے آج کل تمہارے سر پر معاشرے کی بھلائی کا بھوت سوار ہے۔ میں تو کہتا ہوں سیکرٹ سروس چھوڑ کر سوشل ویلفیئر کا کوئی ادارہ جوائن کر لو۔ وہ لوگ اچھی خاصی تنخواہ بھی دے دیتے ہیں۔ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام۔ ویسے ایسا ہی کیس میرے آفس میں پڑا ہے۔ جس کے بارے میں میں تم سے کہہ رہا تھا کہ وہ سرپرائزنگ نیوز ہے۔'' فیاض نے گویا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ اس دوران لڑکا آلو کے پراٹھے، لسی کے گلاس اور ایک پلیٹ میں اچار کی قاشیں رکھ کر لے آیا۔ عمران کو خاص طور پر وہ صاف دھلے ہوئے برتنوں میں کھانا سرو کرتا تھا۔ دونوں سیٹوں

کے درمیان گیئر بورڈ پر کھانا رکھ کر انہوں نے تناول کرنا شروع کیا تو فیاض کو واقعی مزہ آیا۔ پراٹھے آلو کی مصالحے دار بھجیا کے تلے ہوئے خاصے کرارے تھے۔ اور نمکین ٹھنڈی لسی اس سے بھی زیادہ مزیدار۔ فیاض رغبت سے کھاتا رہا اور ساتھ عمران بھی۔

''کہو۔ مزہ آیا کہ نہیں۔''۔۔۔۔عمران نے لسی کے گھونٹ بھرتے ہوئے پرشوخ انداز میں پوچھا۔

''بس۔ گزارہ ہے۔ جیسا ایسے چھپر ہوٹلوں پر ہوتا ہے۔'' فیاض نے دانستہ بے غرضانہ انداز میں جواب دیا۔ تاکہ اس کی ''شان'' برقرار رہے۔

''اب ایسا تو نہ کہو سوپر۔ یہی ناشتہ تم کانٹی نینٹل میں جا کر کرتے تو خاصا وزنی بل ادا کر کے خوش ہوتے۔ مگر یہاں تعریف کرتے ہوئے تمہاری زبان خشک ہو رہی ہے۔''۔۔۔۔عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ وہ جو پراٹھا ریزرو میں تھا وہ بھی منگواؤ۔'' فیاض نے سپاٹ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تعریف اب بھی اس نے نہیں کی تھی۔

''منگو۔ وہ جو پراٹھا ریزرو میں تھا وہ بھی لے آؤ بیٹا۔ بڑے صاحب کو پسند آیا ہے۔''۔۔۔۔عمران نے اسے اشارے سے قریب بلا کر کہا۔

''تم اس لڑکے کا نام بھی جانتے ہو۔''۔۔۔۔فیاض نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔تو اس میں کیا حرج ہے۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نام تو ہوتا ہے۔ اب تمہارا بھی ایک نام ہے۔ سوپر۔ اوہ میرا مطلب ہے سوپر فیاض۔" ـــــ عمران نے طنزیہ انداز میں کہا تو فیاض اسے گھور کر رہ گیا۔ پھر ریزرو پراٹھا کھانے کے بعد عمران نے منگو نامی لڑکے کو ایک بڑا نوٹ نکال کر دیا۔ آدھی رقم بل کے طور پر اور باقی آدھی اس کی۔ پھر فیاض کے آفس پہنچ کر کافی پینے کے دوران عمران نے سرپرائزنگ نیوز کا ذکر کیا تو فیاض نے بیل دبا کر اپنے اردلی کو طلب کیا۔ وہ فوراً اندر آ گیا۔

"لیونگ روم سے بوٹا کو لے آؤ۔ اور ہاں۔ اس کی طبیعت اب کیسی ہے۔" ـــــ فیاض نے اردلی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے سر۔ ساری رات مزے سے سوتا رہا ہے۔" ـــــ اردلی نے جواب دیا اور پھر فیاض کے سر ہلانے پر مڑ کر واپس چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ درمیانی عمر کا ایک مفلوک الحال شخص تھا۔ بوسیدہ لباس اور میلے کچیلے کھچڑی بال۔ اگر چہ اس کی صحت مناسب تھی مگر چہرے کا رنگ زرد تھا جیسے وہ بیمار رہا ہو۔ وہ نیچے فرش پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ مگر فیاض نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کرسی پر بیٹھنے کا کہا اور وہ جھجکتے ہوئے عمران کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اس کا نام بوٹا ہے۔ اس کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا ہے عمران۔" ـــــ فیاض نے اسے بتایا۔ پھر وہ بوٹا سے مخاطب ہوا۔

"صاحب کو خود بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔" ـــــ فیاض نے دھمکی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ۔ بات یہ ہے۔ صاحب۔ کچھ دن پہلے کسی نے میرے جسم سے گردہ نکال لیا ہے۔" ـــــ بوٹا نے روہانسے لہجے میں ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بتایا۔

"گردہ نکال لیا ہے۔ مگر کیوں۔ کیسے۔" ـــــ عمران حیران ئے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں بتاتا ہوں اس کی رام کہانی۔ یہ کچرے کے ڈھیر میں سے کارہ اشیاء چن کر ردی والوں کو فروخت کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کچھ ن پہلے وہ کچرے کے ڈھیر میں سے چیزیں تلاش کر رہا تھا کہ ایک بڑی ڑی اس کے قریب آ کر رکی۔ اس میں ایک گنجا نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ ں گنجے نے اس سے کہا کہ وہ یہ غلیظ کام کیوں کر رہا ہے۔ اس نے بتایا ہ یہ غریب آدمی ہے۔ اپنا اور اپنی بیٹی کا پیٹ پالنے کے لیے اس کے ں کوئی اور کام نہیں اور نہ کوئی رقم ہے۔ اس کی بیٹی کی شادی بھی ہونے لی ہے۔ اور اس کے لیے یکمشت رقم کی ضرورت ہے اس لئے وہ زیادہ ے زیادہ کام کرتا ہے۔ اس گنجے نوجوان نے اس سے کہا کہ اسے بہت ی تنخواہ مل سکتی ہے اور کھانا مفت ملے گا۔ اگر یہ اس کے آفس میں کروب کے طور پر صفائی کا کام کرے۔ ویسے تو یہ خاکروب نہیں ہے مگر ی تنخواہ کے لیے یہ کام کرنے پر فوراً تیار ہو گیا۔ وہ گنجا نوجوان اسے پنے ساتھ لے گیا۔ یہ بتاتا ہے کہ وہ بہت بڑی کئی منزلہ چمکتی ہوئی رت تھی اور اندر سے بھی شیشے کی طرح چمک رہی تھی۔ وہاں اسے کام گا دیا گیا۔ رات کو اسے کھانا دیا گیا تو دو تین نوالے کھاتے ہی یہ بے

ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو یہ ایک پولیس اسٹیشن میں پڑا تھا۔ اس پولیس اسٹیشن کا انسپکٹر بتاتا ہے کہ گشت کرنے والی موبائل پولیس کو یہ آدھی رات کے وقت ایک ویران سڑک کے کنارے بے ہوش پڑا ملا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر مقامی پولیس اسٹیشن لے گئے۔ جب اسے ہوش آیا تو دائیں پہلو میں درد کی شدید ٹیسیں محسوس ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ وہاں زخم تھا اور ٹانکے لگے ہوئے تھے۔ مقامی پولیس اسٹیشن کے انسپکٹر نے اس کا بیان سن کر سرکاری ہسپتال میں طبی معائنہ کروایا تو معلوم ہوا کہ اس کا دایاں گردہ غائب ہے۔ کیس نہایت سنگین نوعیت کا تھا۔ انسپکٹر نے اعلیٰ حکام کو آگاہ کیا اور انہوں نے یہ کیس ہمیں یعنی انٹیلی جنس کو ٹرانسفر کر دیا۔ سر رحمان نے اب میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ سراغ لگایا جائے یہ سب ہوا کیسے ہے۔ اور اس میں کون لوگ ملوث ہیں۔ اب میں کیا سراغ لگاؤں۔ یہ اس گنجے نوجوان کو جانتا تک نہیں۔ اور نہ اس عمارت کا پتہ جانتا ہے جہاں اسے لے جایا گیا تھا۔ اب تم ہی کچھ کرو عمران ۔" ——— فیاض نے بوٹا نامی اس شخص کی پوری داستان سے عمران کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ صورت حال حیرت ناک اور سنگین نوعیت کی تھی۔ عمران بھی سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

"ایک بات تو واضح نظر آتی ہے۔ جس نے بھی اس کا گردہ نکالا ہے یا نکلوایا ہے۔ یا تو ذاتی استعمال کے لیے ایسا کیا ہے۔ یا پھر فروخت کرنے کے لئے۔" ——— فیاض نے پرسوچ انداز میں عمران سے کہا۔

"ذاتی استعمال والی بات غلط لگتی ہے۔ کیونکہ اس کے لیے بلڈ

گروپ کا پہلے سے معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس گنجے کے پاس اس کا بلڈ روپ تو تھا نہیں۔ لہٰذا گردے کو فروخت کر دینے والا معاملہ زیادہ وزنی ہے۔" ——— عمران نے کہا تو فیاض نے اس کی تائید کی۔

"تم اس گنجے نوجوان کو پہچان سکتے ہو۔" ——— عمران نے بوٹا ی شخص کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔

"سامنے آجائے تو پہچان لوں گا صاحب۔" ——— بوٹا نے رجھائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اور وہ عمارت۔ وہ چمکتی ہوئی عمارت۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ وہ مارت کہاں ہے۔" ——— عمران نے دوبارہ پوچھا۔

"جگہ کا پتہ نہیں ہے صاحب۔ صرف یہ پتہ ہے کہ وہ اونچی عمارت تھی۔ اور بہت چمک رہی تھی۔ اور صاحب۔ عمارت کے سامنے بہت سی بڑی بڑی گاڑیاں بھی کھڑی تھیں۔" ——— بوٹا نے اپنی دانست میں گویا انکشاف کیا۔

"ارے۔ کیا فضول نشانیاں ہیں۔ ایسی ہزاروں عمارتیں اس شہر میں ہیں۔ کوئی ایسی نشانی بتاؤ کہ اس عمارت کا صحیح پتہ چل سکے۔" ——— عمران نے زچ ہو کر کہا۔

"صاحب۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ جس عمارت میں مجھے لے جایا گیا تھا وہ باہر سے سرخ رنگ کی تھی۔ اور اس کے اندر کمروں میں عجیب مشینیں تھیں۔ گنجے نوجوان نے مجھ سے کہا تھا کہ صفائی کے دوران ان مشینوں کو نہ چھیڑوں کیونکہ وہ بہت نازک ہیں۔" ——— بوٹے نے

عمران سے مخاطب ہو کر بتایا۔

''ٹھیک ہے۔ اور کچھ بھی یاد آئے تو بتا دینا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''۔۔۔۔۔عمران نے اسے حوصلہ دیا پھر فیاض کے اشارے پر اردلی اسے واپس لے گیا۔

''اغواء کنندہ کی شکل اسے یاد نہیں۔ جہاں وہ اسے لے کر گیا اس جگہ کا پتہ تو دور کی بات۔ کوئی ایسی نشانی بھی اسے یاد نہیں کہ وہاں پہنچا جا سکے۔ اس صورتحال میں کیا کیا جا سکتا ہے سوپر۔''۔۔۔۔۔بوٹا کے جانے کے بعد عمران نے بے چارگی کے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''کچھ تو کرنا ہے عمران۔ ہوم منسٹری کی طرف سے سخت آرڈر آیا ہے کیونکہ اس انسپکٹر نے اپنی رپورٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دی ہے۔ سر رحمان بار بار میری کلاس لے رہے ہیں۔''۔۔۔۔۔فیاض اس معاملے میں کافی پریشان تھا۔

''کیوں پریشان ہوتے ہو سوپر۔ پہلی بار تمہیں ایک حساس نوعیت کا کیس ملا ہے۔ ایک لائق و فائق انٹیلی جنس آفیسر کی طرح اسے حل کرو اور سند پاؤ کہ تم ایک مستند آفیسر ہو۔''۔۔۔۔۔عمران نے پرشوخ لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس سے پہلے میں نے کبھی کام نہیں کیا۔''۔۔۔۔۔فیاض کا لہجہ خاصا غصیلا تھا۔

''یہ بات نہیں۔ کام تو تم ہمیشہ کرتے ہو مگر۔ کام تمام نہیں کرتے۔ اس بار کام تمام کر ہی دو تو نہ صرف آئی جی بلکہ پورے ہوم ڈیپارٹمنٹ

میں تمہاری دھاک بیٹھ جائے گی۔ اس بے چارے غریب آدمی کا گردہ واپس دلوا دو۔ اس کی دعاؤں سے تم بہت ترقی کرو گے۔ اور تمہارے مخالف تمہارا نام سن کر کان پکڑیں گے۔''۔۔۔۔۔عمران نے اسے اعلیٰ مشوروں سے نوازتے ہوئے کہا۔

''میرے سب سے بڑے مخالف تو تم خود ہو۔''۔۔۔۔۔فیاض کو چٹکی کاٹنے کا موقع مل گیا۔

''چلو۔ ٹھیک ہے۔ سب سے پہلے میں کان پکڑ لیتا ہوں۔ حالانکہ ابھی تمہارے نام کی دھاک نہیں بیٹھی۔''۔۔۔۔۔عمران نے کھلنڈرے پن سے کہا اور کانوں کی لوئیں پکڑ کر خارش کرنے لگا۔ فیاض اور زیادہ زچ ہو کر رہ گیا۔

''میں چاہتا تھا کہ تم میری مدد کرو۔ لیکن شاید ایسا ممکن نہیں۔'' فیاض کے لہجے میں مایوسی شامل تھی۔

''یہ بات نہیں ڈیئر سوپر۔ اگر تم واقعی چاہتے ہو کہ سنجیدگی سے اس مسئلے کا حل تلاش کیا جائے تو پھر آفیشل یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دو تاکہ یکسوئی سے اس پر کام کیا جا سکے۔''۔۔۔۔۔اس بار عمران نے سنجیدگی سے اس سے کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔ سر رحمان کبھی نہیں مانیں گے۔ یہ میرے بس سے باہر ہے۔''۔۔۔۔۔فیاض لجاجت سے بولا۔

''یہ تمہارا دردِ سر ہے سوپر۔ اگر تمہارے لئے یہ ممکن نہیں تو میرے لئے بھی ممکن نہیں کہ اس سلسلے میں کچھ کر سکوں۔ تم خود ہی کچھ کرو۔ فون

پر مجھ سے مشورہ کر لینا۔ جو میری سمجھ میں آئے گا تمہیں بتا دوں گا۔"
عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"تم خود کیوں نہیں یہ کام کرتے۔ ایکسٹو سے کہہ کر کیس سیکرٹ سروس میں ٹرانسفر کروالو۔ اس کے لیے کیا مشکل ہے۔"۔۔۔۔فیاض نے ہاتھ کے اشارے سے اسے دوبارہ بیٹھنے کے لیے کہا۔

"اس چوہے سے میری آج کل نہیں بنتی۔ کیونکہ وہ میری فیس کے پیسے بڑی آسانی سے ہضم کر جاتا ہے۔"۔۔۔۔عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران۔تم میری مدد نہیں کر سکتے۔ کیسے دوست ہوتم۔"۔۔۔فیاض کراہا تو عمران کو اس پر ترس آ گیا۔ آخر وہ اس کا دوست تھا۔

"میں سر سلطان سے کہہ کر یہ کیس سیکرٹ سروس میں ٹرانسفر کروا لیتا ہوں۔ واقعی معاملہ پیچیدہ نظر آ رہا ہے۔"۔۔۔۔عمران نے کہا تو فیاض خوش ہو گیا۔ کیونکہ وہ خود جلد از جلد اس مشکل سے جان چھڑا لینا چاہتا تھا۔ پھر عمران اس سے ہاتھ ملا کر دفتر سے باہر آ گیا۔

فیاض کے آفس سے نکل کر عمران نے ایک ٹیکسی روکی اور اسپیشل سروسز ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ڈاکٹر صدیقی سے ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے گرمجوشی سے اپنے آفس میں عمران کا استقبال کیا۔

"بہت دیر کی مہربان آتے آتے۔ کتنے عرصے سے اپنی یہ تروتازہ شکل نہیں دکھائی تم نے۔ کہاں رہتے ہو۔"۔۔۔۔ڈاکٹر صدیقی نے پر شوخ انداز میں کہا۔

"جی۔ آج کل میں 200۔ کنگ روڈ کے فلیٹ میں رہتا ہوں۔"
عمران نے نہایت معصومیت سے جواب دیا۔

"ارے۔ وہ تو مجھے پتہ ہے کہ تم وہاں رہتے ہو۔ میرا مطلب یہ تھا کہ کبھی نظر نہیں آئے۔"۔۔۔۔ڈاکٹر صدیقی نے اس بار زوردار انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں کافی دنوں سے آپ سے ملنے نہیں آیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ میرے دشمن آج کل شدید سردی کی وجہ سے اورفلو کے خطرے کے باعث اپنی کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے ہیں اس لئے میں تندرست و توانا اور ٹھیک ٹھاک ہوں۔"۔۔۔۔عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا علاج معالجے کے علاوہ ویسے کبھی تم مجھ سے ملنے نہیں آ سکتے۔"۔۔۔۔ڈاکٹر صدیقی نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا۔

"جی بالکل آ سکتا ہوں۔ اسی لئے تو آج ویسے ہی ملنے چلا آیا ہوں۔ لیکن ایسی ملاقات کا کیا لطف جس میں ایک کپ چائے تک نہ پوچھا جائے۔"۔۔۔۔عمران نے طنزآمیز انداز میں کہا۔

"اوہ سوری۔ تمہارے آنے کی خوشی میں میں بھول گیا۔ یہاں بلیک کافی۔ کافی مزیدار ہوتی ہے۔ کیا خیال ہے۔"۔۔۔۔ڈاکٹر صدیقی نے مسکرا کر کہا۔

"کافی۔ کافی ہوتی ہے۔ چاہے بلیک ہو، وائٹ ہو، ریڈ ہو یا بے رنگ و بو ہو۔ اس سوپر فیاض کے بچے نے انٹیلی جنس کافی پلا کر اب کافی

کے قابل چھوڑا ہی نہیں۔ لہٰذا چائے چلے گی۔'' ------ عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی نے آفس بوائے کو طلب کر کے چائے لانے کا آرڈر دیا۔

وہ آرڈر لے کر تیزی سے واپس چلا گیا۔

''ہاں۔ اب بولو۔ کیسے آنا ہوا۔'' ------ آفس بوائے کے جانے کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صدیقی۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ کوئی ایسا ہاسپٹل یا میڈیکل سنٹر ہے جس کی عمارت کا بیرونی رنگ سرخ ہے۔'' ------ عمران نے اس بار گہری سنجیدگی سے کہا۔

''سرخ عمارت۔ تم شاید ''سن رائز ہسپتال'' کی بات کر رہے ہو۔ وہ ڈاکٹر پاشا کا ہسپتال ہے۔ لیکن خیر تو ہے۔ کیا کوئی علاج کروانا پڑ گیا ہے۔'' ------ ڈاکٹر صدیقی نے قدرے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے بتایا۔

''جناب۔ علاج کیا کروانا ہے۔ یہ اکیسویں صدی ہے۔ سب الٹا چکر ہو چکا ہے۔ اب تو ڈاکٹروں کا علاج ہم جیسے لوگوں کو کرنا پڑے گا۔ لیکن آپ کو فکر کی ضرورت نہیں۔ اور نہ علاج کی۔ کیونکہ آپ بھی ہم جیسے ہی ہیں۔'' ------ عمران کا انداز بظاہر سنجیدہ تھا مگر وہ کھلنڈرے پن سے باز نہیں آیا۔

''مگر یہ ڈاکٹر پاشا کا کیا قصہ ہے۔ تم ان کا کیوں پوچھ رہے ہو۔'' ------ ڈاکٹر صدیقی نے حیرانی سے کہا۔

''بات یہ ہے کہ مجھے کچھ معلومات چاہئیں۔ اس کے لیے ڈاکٹر

پاشا سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر مجھے ان کے ہسپتال کا نام اور پتہ معلوم نہیں تھا۔'' ------ عمران نے جواب دیا۔

''ڈاکٹر پاشا کے ساتھ میری علیک سلیک ہے۔ اگر تم کہو تو میں انہیں فون کر دیتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ تم سے اچھے انداز میں مل لیں گے۔'' ------ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

''یہ تو بہت بہتر ہو گا۔ آپ انہیں فون کر دیں اور میرا بتا دیں کہ میں آپ کا دوست ہوں علی عمران۔ اور ایک خاص سلسلے میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔'' ------ عمران نے فوراً ہی ان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ڈاکٹر صدیقی نے اپنے سامنے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگے۔ دوسری طرف سے فون کال ڈاکٹر پاشا کے سیکرٹری نے موصول کی۔

''ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں اسپیشل سروسز ہسپتال سے۔ ڈاکٹر پاشا سے میری بات کروا دیں۔'' ------ ڈاکٹر صدیقی نے باوقار انداز میں کہا۔ دوسری طرف سے ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا اور پھر ڈاکٹر پاشا آن لائن آ گئے۔ رسمی سلام دعا کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے اپنا مدعا بیان کیا۔

''ڈاکٹر پاشا۔ میرے ایک بہت اچھے دوست ہیں علی عمران۔ کچھ معلومات کے حصول کے لیے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کوئی فارغ ٹائم بتا دیجئے۔ جو آپ مناسب سمجھیں۔'' ------ ڈاکٹر صدیقی نے باوقار انداز میں کہا اور پھر دوسری طرف کی بات سنتے رہے۔

''جی بہتر۔ بہت بہتر جناب۔ ذرہ نوازی ہے آپ کی۔ تھینکس

اللہ حافظ۔"____دوسری طرف کی بات سننے کے بعد انہوں نے پرتشکر لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ کر عمران کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تمہارا کام ہو گیا ہے عمران۔ ڈے ٹائم میں تم کسی بھی وقت ڈاکٹر پاشا سے مل سکتے ہو۔"____ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ چائے سے فارغ ہو کر عمران نے ڈاکٹر صدیقی سے اجازت طلب کی اور ڈاکٹر پاشا کے سن رائز ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر راستے میں نہ جانے اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ اس نے فوراً ٹیکسی کا رخ رانا ہاؤس کی طرف موڑنے کا حکم دیا۔

گنجے شخص کے سامنے میز پر رکھے مختلف ٹرانسمیٹرز میں سے ایک کا ریڈ سگنل تیزی سے اسپارک کرنے لگا اور سپیکر سے سیٹی نما تیز آواز آنے لگی۔ گنجے نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور پھر اس کا رسیونگ سوئچ آن کر دیا۔

"اینجل ون اٹنڈنگ۔"____اس نے مائیک منہ کے قریب لاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یس اینجل ون۔ میں سکندرا بول رہا ہوں۔ یہاں ڈیزرٹ اسٹیٹ میں ایک ایمرجنسی کیس ہے۔ بہت بڑا کنسائنمنٹ ہے۔ نادرن اسٹیٹ کی ایک پرنس ایلیا کو ریڈ ڈائمنڈ کی فوری ضرورت ہے۔ اس کا پہلا ڈائمنڈ گم ہو گیا ہے۔ راٹ سائیڈ برائٹ ڈائمنڈ۔"____دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔

"مل جائے گا۔ ڈائمنڈ انڈیکیٹ نمبر کیا ہے۔"____گنجے شخص

نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''اے بی پلس۔''______دوسری طرف سے بتایا گیا۔

''ویری ڈیفیکلٹ۔ بہت مشکل نمبر ہے۔ بہت تلاش کرنا پڑے گا۔''______گنجے شخص نے اس بار قدرے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''کنسائنمنٹ بہت رچ ہے اینجل ون۔ اپ ٹو ٹین ملین ڈالرز۔ اب کہو۔ انتظام ہو جائے گا یا نہیں۔''______دوسری طرف سے سکندرا نامی شخص نے کھردرے انداز میں کہا۔

''ضرور ہو جائے گا۔ ناممکن نہیں۔ صرف مشکل ہے۔ ایک دو دن انتظار کرو۔ پھر رابطہ ہو گا۔''______گنجے شخص نے حتمی جواب دیا۔

''اوکے۔ میں پرنس ایلیا سے کہہ دیتا ہوں کہ اس کے گمشدہ ڈائمنڈ کی جگہ ویسا ہی دوسرا ڈائمنڈ مل جائے گا۔''______سکندرا نے دوسری طرف سے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ گنجے شخص یعنی اینجل ون نے فوراً ہی دوسرے ٹرانسمیٹر سے کسی کو کال کیا۔

''اینجل ٹو۔ اٹنڈنگ فرام دس اینڈ۔''______دوسری طرف سے کال موصول ہوتے ہی ایک چیختی آواز سنائی دی۔

''اینجل ون کالنگ یو۔ کہاں ہو اس وقت تم۔''______اینجل ون نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

''میں یہیں ہاسپٹل میں موجود ہوں چیف۔ اور اپنے آفس میں

ایک پرائیویٹ کلائنٹ کا انتظار کر رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد میرا اس سے وقت مقرر ہے۔''______دوسری طرف سے اینجل ٹو نے جواب دیا۔

''پرائیویٹ کلائنٹ سے بعد میں ملنا۔ فی الحال یہاں میرے پاس آؤ۔ ڈیزرٹ اسٹیٹ سے سکندرا کا ایک بڑا کنسائنمنٹ آیا ہے۔ اس پر ڈسکس کرنا ہے۔''______اینجل ون نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''جی بہتر۔ میں ابھی دو منٹ میں آ رہا ہوں۔''______اینجل ٹو کا لہجہ مودبانہ تھا اور اینجل ون نے اوکے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ چند منٹ بعد ہی ایک دراز قامت سپید رو نوجوان سفید اوورکوٹ میں ملبوس اینجل ون کے ٹاپ سیکرٹ آفس روم میں داخل ہوا۔ اینجل ون کی طرح وہ بھی سر سے مکمل طور پر گنجا تھا اور ان دونوں کے سر انڈوں کے چھلکوں کی مانند چمک رہے تھے۔ اینجل ون نے اسے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا تو اینجل ون اس سے مخاطب ہوا۔

''کچھ دیر پہلے ہی ڈیزرٹ اسٹیٹ سے سکندرا کی ٹرانسمیٹر کال آئی تھی۔ اس نے بتایا ہے کہ ناردن اسٹیٹ کی پرنس ایلیا کو رائٹ سائیڈ برائٹ شیڈ ڈائمنڈ کی اشد ضرورت ہے۔ انڈیکیٹ نمبر ہے اے بی پلس۔''

اینجل ون نے بتایا تو اینجل ٹو کے چہرے پر قدرے پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔

''انڈیکیٹ نمبر بہت مشکل ہے چیف۔ اس ڈائمنڈ کی تلاش آسان کام نہیں۔''______اینجل ٹو نے پرتفکر لہجے میں جواب دیا۔

''یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن پرنس ایلیا کا آرڈر ہے۔ کسی عام

ہستی کا نہیں۔ اس لئے کوئی نہ کوئی بندوبست تو کرنا ہی ہوگا۔ یہ سپر کلاس کے لوگ اپنی دن رات کی عیاشیوں میں خود اپنا بیڑہ غرق کر لیے ہیں۔ خاص طور پر ڈیزرٹ اسٹیٹ کی کنگ کلاس کا تو جواب نہیں بہرحال یہ ان کا درد سر ہے کہ وہ کیا کرتے پھرتے ہیں۔ ہمیں ا کنسائمنٹ پورا کرنا ہے اور اسے میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ چونکہ یہ خاص الخاص کیس ہے اور ایمرجنسی بھی اس لئے جلد حل ہونا چاہیے۔ چاہو تو دوسرے ساتھیوں کی مدد بھی حاصل کر سکتے ہو۔“ ـــــ اینجل ون نے خشک لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ آج اتفاق سے میرا جنرل ہاسپٹل میں ویکلی وزٹ بھی ہے۔ وہاں ٹرائی کرتا ہوں۔ شاید بات بن جائے۔“ ـــــ اینجل نے قدرے پرجوش انداز میں کہا۔

”یہ تو بہت اچھا ہے۔ جنرل ہاسپٹل میں ہر قسم کے لعل وجواہر مل جاتے ہیں۔ تم ضرور کامیاب ہوگے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ اور جلد مجھے رپورٹ کر دینا۔“ ـــــ اینجل ون نے حتمی لہجے میں کہا۔ چنانچہ اینجل اٹھ کر باہر آ گیا۔ اینجل ون کا یہ ٹاپ سیکرٹ آفس روم اس کے ہاسپٹل کے بیسمنٹ میں واقع تھا۔ اینجل ٹو ایک لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر اور لفٹ سے نکل کر ایک طویل راہداری عبور کر کے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں ایک ادھیڑ عمر شخص پہلے سے اس کا منتظر بیٹھا تھا۔ وہ اپنے خوشنما اور قیمتی لباس سے خاصا دولت مند نظر آتا تھا۔ اینجل ٹو نے نہایت گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔

”آیئے مسٹر پراچہ۔ معافی چاہتا ہوں میں ذرا ایک ایمرجنسی کیس دیکھنے چلا گیا تھا۔“ ـــــ اینجل ٹو نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا اور میز کے دوسری طرف اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کوئی بات نہیں ڈاکٹر شباب۔ میں ابھی چند منٹ ہوئے آیا ہوں۔“ ـــــ پراچہ نامی شخص نے مہذبانہ انداز میں کہا۔

”گڈ۔ کہیے آپ کی طبیعت اب کیسی ہے۔“ ـــــ اینجل ٹو نے جو دراصل ڈاکٹر شباب تھا‘ مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”طبیعت تو ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتی ڈاکٹر۔ کل رات دل کی دھڑکن اچانک تیز ہوئی۔ ٹیبلٹ لینے کے باوجود ایک گھنٹے تک درد کی شدید ٹیسیں اٹھتی رہی۔ لگتا ہے شاید اب میرا وقت پورا ہونے والا ہے۔“ پراچہ نے ایک فائل اینجل ٹو کی طرف بڑھاتے مایوسانہ انداز میں بتایا۔

”ایسا نہیں کہتے مسٹر پراچہ۔ خدا پر بھروسہ کرنے والے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ ہم تو صرف دوا دیتے ہیں۔ اصل علاج تو قدرت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو نئے ٹیسٹ آپ نے کروانے تھے وہ میرا خیال ہے آپ نے کروا لئے ہیں۔“ ـــــ اینجل ٹو نے فائل میں لگی رپورٹوں کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اس کا اندازِ تخاطب خاصا پرخلوص اور مہذبانہ تھا۔

”جی ہاں۔ ٹیسٹ تو کروا لئے ہیں ڈاکٹر۔ اور وہ فائل میں موجود ہیں۔“ ـــــ پراچہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”میرے خیال میں اب آپ بائی پاس آپریشن کروا ہی لیں مسٹر

پراچہ۔اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ ایسے کیس میں آخری حل صرف بائی پاس ہی ہے اور یقین کریں آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر پاشا خود یہ آپریشن کریں گے۔"——— اینجل ٹو نے متانت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ زندگی سے زیادہ اور کیا چیز قیمتی ہو سکتی ہے اگر یہی آخری حل ہے تو پھر میں تیار ہوں۔ آپ مجھے آپریشن کا وقت دے دیں۔"——— پراچہ نے اس بار مضبوط لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ۔ آپ نے صحیح اور بروقت فیصلہ کیا۔ اگلے ہفتے سچر ڈے۔ الیون او کلاک۔ آپ آپریشن تھیٹر میں ہوں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔"——— اینجل ٹو نے استفہامیہ انداز میں کہا۔

"جی بالکل ٹھیک ہے۔ تب تک میں مینٹلی سیٹ بھی ہو جاؤں گا۔"——— پراچہ نے مسکرا کر کہا اور اینجل ٹو نے فائل اس کی طرف واپس کر دی۔ وہ فائل لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور مصافحہ کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اینجل ٹو نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن پش کیا۔ دوسری طرف اس کی پرسنل لیڈی سیکرٹری تھی۔

"میرا خیال ہے اب کوئی کلائنٹ نہیں ہے مس روشی۔ لہٰذا میں وزٹ پر جنرل ہسپتال جا رہا ہوں۔ او کے۔ گڈ بائے۔"——— اینجل ٹو نے کہا اور انٹرکام کا رسیور واپس رکھ دیا۔ اس نے اپنا سفید اوورکوٹ اتار کر سائیڈ کی الماری میں ہینگ کر دیا اور کمرے سے نکل کر ہاسپٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ پارکنگ سے اپنی شیراڈ گاڑی میں بیٹھ کر وہ

ہاسپٹل کی حدود سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا۔ اس کا رخ جنرل ہسپتال کی طرف تھا جو شہر کا ایک سرکاری ہسپتال تھا۔ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے گرم جوشی سے اسے ویلکم کیا اور راؤنڈ کے لیے جنرل وارڈ میں بھیج دیا۔

جنرل وارڈ مختلف امراض کے مریضوں سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ یہ سرکاری ہسپتال تھا اور مفت طبی سہولیات فراہم کی جاتی تھیں۔ اس لئے زیادہ تر نچلے اور متوسط طبقے کے مریض علاج معالجے کے لیے یہاں آتے تھے۔ اینجل ٹو نے مریضوں کے بیڈ سے منسلک میز پر رکھی ان کی فائلوں کا بغور جائزہ لینا شروع کیا۔ چند مریضوں کی فائلیں دیکھ کر وہ زنانہ وارڈ کی طرف چلا گیا۔ ایک مریضہ کی فائل چیک کرتے ہوئے وہ اچانک ٹھٹھک سا گیا۔ وہ دماغی مریضہ تھی اور اکثر اول فول بکتی رہتی تھی۔ اسے نہ اپنا کچھ ہوش تھا اور نہ دنیا و مافیہا کا۔ وارڈ کی دیگر مریض عورتیں اس سے سخت تنگ تھیں۔ اینجل ٹو نے وارڈ کی ہیڈ سسٹر کو طلب کیا۔

"یس سر۔ کیا حکم ہے سر۔"——— ہیڈ سسٹر تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے قریب آ کر مؤدبانہ انداز میں بولی۔

"یہ پیشنٹ مکمل طور پر مینٹلی اپ سیٹ ہے۔ دماغی خرابی کا کیس ہے۔ اول تو اسے مینٹل ہاسپٹل میں ہونا چاہیے تھا۔ اگر کسی وجہ سے یہاں ایڈمٹ کیا گیا ہے تو پھر اسے ایسلوئیم وارڈ میں کیوں نہیں رکھا گیا۔ یہاں کیوں ڈال دیا گیا ہے۔"——— اینجل ٹو نے درشتگی سے کہا۔

"وہ۔ سر۔ یہ کل ہی یہاں آئی ہے۔ مینٹل ہاسپٹل والوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ میڈیکل پیشنٹ بھی ہے۔ ایسلوئیم وارڈ

میں جگہ خالی نہیں ہے سر۔ اس لئے عارضی طور پر اسے یہاں جنرل وارڈ میں رکھا گیا ہے۔ جونہی جگہ خالی ہو گی اسے شفٹ کر دیا جائے گا۔" ہیڈ سسٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں وضاحت پیش کی۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ یہ ایک نازک کیس ہے۔ اسے یہاں رکھنا خطرے کا باعث ہے۔ تم فوراً کسی کمرے کا بندوبست کرو اور اسے وہاں شفٹ کرو۔ ابھی میری موجودگی میں۔" ـــــ اینجل ٹو نے سخت آرڈر جاری کرتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر سر۔ میں کچھ کرتی ہوں۔" ـــــ ہیڈ سسٹر نے لاچارگی سے کہا اور سر جھکائے اپنی میز کی طرف چلی گئی اور فون پر کسی سے بات کرنے لگی۔ جبکہ اینجل ٹو دوسری مریضوں کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ چند لمحے بعد ہیڈ سسٹر اس کے پاس واپس آ گئی۔

"بندوبست ہو گیا ہے سر۔ اسے پرائیویٹ وارڈ کے روم نمبر فائیو میں شفٹ کیا جا رہا ہے۔" ـــــ ہیڈ سسٹر نے اینجل ٹو کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ یہ کام جلد از جلد کرو۔ تمہیں معلوم ہی ہے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرتا اور غیر ذمہ دار سٹاف کو فوراً سسپنڈ کروا دیا کرتا ہوں۔" ـــــ اینجل ٹو کے لہجے میں دھمکی کی آمیزش تھی۔ چنانچہ ہیڈ سسٹر نے فوراً وارڈ بوائے کو اس پاگل عورت کو پرائیویٹ وارڈ کے کمرہ نمبر پانچ میں شفٹ کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اینجل ٹو اپنا وزٹ مکمل کر کے واپسی کے لیے مڑ گیا۔

جنرل ہسپتال سے نکل کر وہ سیدھا پرائم ٹاؤن کی ایک عالی شان کوٹھی میں پہنچ گیا۔ وہاں ڈرائنگ روم میں پہلے سے چھ سات افراد قالین پر بیٹھے تاش کے پتے کھیل رہے تھے۔ کمرے میں سگریٹوں کا دھواں اور وہسکی کی بے تحاشا بدبو بھری ہوئی تھی۔ اینجل ٹو کو دیکھ کر وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور ادب سے اسے سلام کیا۔ وہ سب شکل وصورت اور حلیے سے پرلے درجے کے غنڈے دکھائی دیتے تھے۔

"اب مزید وہسکی نہیں چلے گی۔ کیونکہ آج رات ایک اہم مشن درپیش ہے اور تم سب کا ہوش میں رہنا ضروری ہے۔" ـــــ اینجل ٹو نے کھردرے انداز میں ان سے کہا اور پھر مڑ کر ایک دوسرے کمرے میں چلا گیا جو ایک ماسٹر بیڈ روم تھا۔ لباس تبدیل کر کے وہ بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر وہ آرام کر لینا چاہتا تھا۔

رات بارہ بجے اینجل ٹو اپنے بیڈ روم سے نکلا تو وہ سیاہ رنگ کی چست جین اور سرخ لیدر جیکٹ میں ملبوس تھا۔ اور اب اس کے سر پر گھنگریالے سنہری بالوں کی وگ لگی ہوئی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف آیا جہاں سے خراٹوں کی تیز آوازیں بلند ہوتی سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ دیر پہلے جو چھ سات غنڈے تاش کھیل رہے تھے۔ اب بے سدھ ہو کر وسیع ڈرائنگ روم کے قالین پر لمبے لیٹے مستی بھری نیند میں مدہوش پڑے دھواں دھار قسم کے خراٹے نشر کر رہے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر اینجل ٹو کے چہرے پر سخت ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔ اور اس نے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک غنڈے کو جگانے کی کوشش کی۔ وہ کچھ بڑبڑایا اور

کروٹ بدل کر بدستور مدہوش پڑا رہا۔ چنانچہ انجل ٹو کی دوسری ٹھوکر زیادہ زوردار تھی۔ غنڈے کی چیخ نکل گئی اور وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کی تیز چیخ سے باقی کی آنکھ بھی کھل گئی اور وہ گھبراہٹ میں آنکھیں مسل کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ڈرائنگ روم کی ملگجی روشنی میں انجل ٹو کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر وہ آٹو میٹک چابی والے بھالو کی طرح فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"جب میں تم سے کہہ کر گیا تھا کہ رات کو ایک اہم مشن پر جانا ہے اس لیے اپنے مکمل ہوش و حواس میں رہنا تو پھر یہاں بدمست کیوں پڑے ہو۔ کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا تھا۔"۔۔۔۔ انجل ٹو نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"معافی چاہتے ہیں باس۔ دراصل وہ۔ بازی کچھ لمبی ہوگئی تھی اور پھر ڈرنک کا بھی کافی خمار تھا۔ اس لئے۔"۔۔۔۔ ایک غنڈے نے شرمندہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آئندہ ایسی لاپرواہی دکھائی تو کھڑے کھڑے شوٹ کر دوں گا۔ نان سنس۔"۔۔۔۔ انجل ٹو غضب آلود لہجے میں بولا۔ اس کی بات سن کر تمام غنڈوں کے سر شرم سے جھک گئے تھے۔

"ڈی ایل تم۔ اور ایس ٹی تم۔ دونوں فوراً میرے ساتھ چلو۔ اور باقی لوگ کان کھول کر سن لیں۔ جب تک ہم واپس نہیں آتے۔ سب الرٹ رہیں۔ کسی وقت بھی، کسی کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اور تم دونوں اپنے ہتھیار بھی ساتھ لے لو۔"۔۔۔۔ انجل ٹو نے سخت و ترش لہجے میں

حکم صادر کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ڈی ایل اور ایس ٹی نامی دونوں غنڈوں نے میز پر رکھے بہت سے ہتھیاروں میں سے کولٹ ریوالور اور پسٹل اٹھا کر اپنی جیکٹوں میں پوشیدہ کر لئے اور انجل ٹو کے ہمراہ کوٹھی سے باہر آ گئے۔ کچھ لمحے بعد وہ انجل ٹو کی شیراڈ میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ ڈرائیونگ انجل ٹو خود کر رہا تھا اور کار کا رخ جنرل ہسپتال کی طرف تھا۔ کچھ دیر بعد وہ جنرل ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ انجل ٹو نے کار فٹ پاتھ کی سائیڈ پر روک دی۔

"ایس ٹی۔ تم یہیں کار میں بیٹھ کر ہماری واپسی کا انتظار کرو گے۔ اور کسی بھی ممکنہ خطرے کے پیش نظر ہماری بیک اپ کے لیے بھی ہائی الرٹ رہو گے۔"۔۔۔۔ انجل ٹو نے ایک غنڈے کو ہدایت کرتے ہوئے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔ چنانچہ انجل ٹو نے ڈی ایل کو اشارہ کیا اور وہ دونوں کار سے اتر کر پرائیویٹ وارڈ کے داخلی گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے پر وارڈ کا چوکیدار ایک چوبی سٹول پر بیٹھا۔ آدھے سے زیادہ جھکا ہوا اونگھ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی انجل ٹو نے ڈی ایل کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے مڑا اور چوکیدار کے قریب جا کر عقب سے اس کے سر پر ایک خاص مکا رسید کر دیا۔ اونگھتے ہوئے چوکیدار کے منہ سے ایک زبردست خرخراہٹ کی آواز نکلی اور وہ لڑھک کر سٹول سے نیچے گرنے ہی والا تھا کہ ڈی ایل نے پھرتی سے اسے سنبھال لیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ڈی ایل نے اسے سٹول سمیت گھسیٹ کر

دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ اب ایسا لگتا تھا کہ وہ گہری نیند میں غرق ہے۔

پرائیویٹ وارڈ میں ہر طرف خاموشی اور گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ طویل راہداری میں چند دودھیا ٹیوب لائٹس روشن تھیں مگر ان کی روشنی ملگجی سی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت مریضوں کے پرائیویٹ روم تھے۔ جن مریضوں کے ساتھ ان کے لواحقین تھے ان کے کمروں سے ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اینجل ٹو اور ڈی ایل پانچ نمبر کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ اینجل ٹو نے دروازے سے کان لگا کر اندر کی سن گن لینے کی کوشش کی مگر اندر مکمل خاموشی تھی۔ اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو وہ اندر کی طرف کھل گیا۔ وہ دونوں آہستگی سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر مکمل تاریکی تھی مگر کھڑکی سے ہلکی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ سامنے بیڈ پر وہ مریضہ بے سدھ پڑی گہری نیند سو رہی تھی جسے اینجل ٹو نے جنرل وارڈ کے وزٹ کے دوران وہاں سے اس پرائیویٹ روم میں شفٹ کروایا تھا۔ بیڈ کے ساتھ ہی ایک اسٹریچر بھی تھا۔

اینجل ٹو نے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک اسپرے پرفیوم نکالا اور مریضہ کے چہرے کے قریب جا کر اسپرے کی ایک تیز پھوار اس کی ناک پر پھینکی۔ اسپرے میں کیٹا مائن کی بے ہوشی طاری کرنے والی دوا بھری ہوئی تھی۔ اس کے اثرات سے مریضہ نیند کی حالت میں ہی مکمل مدہوشی کی دنیا میں پہنچ گئی۔ اینجل ٹو نے ڈی ایل کو اشارہ کیا اور انہوں نے مل کر مریضہ کو بستر پر سے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال دیا اور اس کے اوپر

سفید چادر ڈال کر ڈھانپ دیا۔ پھر اینجل ٹو نے مڑ کر دروازے سے باہر راہداری میں جھانکا جہاں ہنوز خاموشی اور سناٹا طاری تھا۔ انہوں نے اسٹریچر دھکیل کر باہر نکالا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے وارڈ کے بیرونی گیٹ کی طرف جانے لگے۔ چند لمحوں میں وہ باہر احاطے میں کھڑی اپنی کار کے قریب پہنچ گئے۔

ایس ٹی نے اینجل ٹو کے اشارے پر تیزی سے کار سے اتر کر عقبی دروازہ کھولا۔ مریضہ کو چادر سمیت اسٹریچر پر سے اٹھا کر عقبی سیٹ پر لٹا دیا۔ ڈی ایل نے اسٹریچر دھکیل کر قریبی پودوں کے درمیان پوشیدہ کر دیا۔ اگلے لمحے وہ تینوں کار میں واپس بیٹھ چکے تھے۔ اینجل ٹو نے کار ریورس کی اور جنرل ہسپتال کی حدود سے باہر لے آیا۔ اب ان کی کار مرکزی روڈ پر تیز رفتاری سے دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ ایک پررونق سپر مارکیٹ کے سامنے اینجل ٹو نے کار پارکنگ میں روکی اور ڈی ایل کو چکن چیز برگر لینے کے لیے ایک فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ میں بھیج دیا جبکہ ایس ٹی خود ہی کولڈ ڈرنک لینے ایک دوسرے سٹور کی طرف چلا گیا۔ ان کے جانے کے بعد اینجل ٹو اپنے واچ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

"اینجل ون اسپیکنگ فرام دس اینڈ۔ اوور۔" —— رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے اینجل ون کی سرسراتی آواز سنائی دی۔

"یس چیف۔ آئی ایم اینجل ٹو۔ مشن مکمل ہو گیا ہے۔ اے بی پلس ڈائمنڈ جنرل ہاسپٹل سے باآسانی مل گیا ہے۔ میں اس وقت ہاسپٹل کے قریب ایک سپر مارکیٹ کے سامنے ہوں۔ اب آپ کا کیا حکم ہے۔"

انجیل ٹو نے مودبانہ انداز میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا اور پھر مریضہ کی حالت کے بارے میں بھی بتا دیا۔

"یو آر گریٹ مائی سن۔ اتنی تیزی سے مشن مکمل کرنا تمہاری صلاحیتوں کا زندہ ثبوت ہے۔ میں تم پر فخر کرتا ہوں۔ اب تم ایسا کرو کہ ڈائمنڈ سمیت سیدھے یہاں اپنے سن رائز ہاسپٹل آ جاؤ۔ تمہارے آنے سے پہلے میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ڈائمنڈ کو سیکرٹ آپریشن تھیٹر پہنچا دو۔ اوور۔"۔۔۔۔۔ انجیل ون نے تعریفی انداز میں انجیل ٹو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"یس چیف۔ میں جلد ہی پہنچ رہا ہوں۔ اوور۔"۔۔۔۔۔ انجیل ٹو نے تشکر آمیز لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے انجیل ون نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا۔

چند منٹ بعد ڈی ایل اور ایس ٹی بھی واپس آ گئے۔ ان کے گاڑی میں بیٹھتے ہی انجیل ٹو نے اسے سن رائز ہاسپٹل جانے والی شاہراہ پر ڈال دیا۔ جونہی گاڑی سن رائز ہاسپٹل میں داخل ہوئی تو دو اسٹاف کارکن تیزی سے ایک اسٹریچر دھکیلتے ہوئے وہاں آ گئے۔ انہوں نے بے ہوش مریضہ کو گاڑی میں سے نکالا اور اسٹریچر پر ڈال کر سیکرٹ آپریشن روم کی طرف چلے گئے۔ انجیل ٹو نے جلد واپسی کا کہہ کر ڈی ایل اور ایس ٹی کو وہیں گاڑی کے پاس چھوڑا اور خود ہاسپٹل کی سرخ عمارت میں داخل ہو کر انجیل ون کے سیکرٹ آفس روم میں چلا گیا۔ انجیل ون واقعی اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔

"ویری ویل انجیل ٹو۔ تم نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔"۔۔۔۔۔ انجیل ون نے اس کی جذباتی انداز میں تعریف کرتے ہوئے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو انجیل ٹو اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو چیف۔ میں نے مریضہ کی میڈیکل ٹیسٹ رپورٹیں دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے پاس اے بی پلس ڈائمنڈ موجود ہے۔ چنانچہ اب آپ کے حکم پر اسے یہاں لایا جا چکا ہے۔ وہ سیکرٹ آپریشن روم میں پہنچ چکی ہے۔"۔۔۔۔۔ انجیل ٹو نے مہذبانہ لہجے میں بتایا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم نے صحیح ڈائمنڈ شناخت کیا ہے۔ مگر اس میں ایک قباحت نظر آ رہی ہے انجیل ٹو۔ اور وہ یہ کہ مریضہ ذہنی طور پر معذور ہے۔ اس صورت میں اس کا ڈائمنڈ داغ دار بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ ڈائمنڈ ڈیزرٹ اسٹیٹ کی پرنسس ایلیا کو دیا جانا ہے۔ وہاں کے "جیولر" اس میں کوئی نقص نہ ڈال دیں۔"۔۔۔۔۔ انجیل ون نے پرتشویش انداز میں کہا۔

"مریضہ کی ذہنی بیماری کا اس کے ڈائمنڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے چیف۔ اور یہ بات تو آپ ہم سے زیادہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔" انجیل ٹو نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن میں صرف ایک اندیشے کا اظہار کر رہا تھا کیونکہ پرنسس ایلیا ایک ٹاپ موسٹ شخصیت ہے۔ اور ہم ایسی غیر معمولی

کلائنٹ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے۔ بہرحال اب اینجل تھری اور اینجل فور یہ آپریشن کریں گے۔ کل ہم اپنا یہ ٹاپ کلاس کنسائنمنٹ مکمل کر لیں گے۔ تم اب جا کر آرام کر سکتے ہو۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے حتمی لہجے میں کہا اور اینجل ٹو وہاں سے اٹھ کر واپس باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اینجل ون اپنے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ملانے لگا۔

’’اینجل تھری۔ اٹنڈنگ فرام دس اینڈ۔ اوور۔‘‘ ـــــ ٹرانسمیٹر کا رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

’’اینجل ون کالنگ یو۔ تم اس وقت کہاں ہو۔ اینجل فور کے ہمراہ ایک گھنٹے کے اندر اندر ہاسپٹل پہنچ جاؤ۔ ایمرجنسی کیس ہے اور ایک عورت کا آپریشن کر کے اے بی پلس ڈائمنڈ حاصل کرنا ہے۔ اٹ از اے سنسیٹیو ایشو۔ تم دونوں کو جلد آنا ہوگا۔ اوور۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے اپنی سنسناتی آواز میں حکم صادر کرتے ہوئے کہا۔

’’یس چیف۔ ہم جلد ہاسپٹل پہنچ جائیں گے۔ اوور۔‘‘ ـــــ دوسری طرف سے اینجل تھری نے عجز و انکسار سے بھرپور لہجے میں جواب دیا اور اینجل ون نے ’’اوور اینڈ آل‘‘ کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں دو نوجوان اس کے سیکرٹ آفس روم میں پہنچ گئے۔ دونوں خوش شکل، خوش لباس اور صحت مند پھرتیلے نوجوان تھے۔ اور حیرت انگیز طور پر وہ دونوں بھی اینجل ون اور اینجل تھری کی طرح سر کے بالوں سے یکسر محروم اور خالص گنجے تھے۔ ان کے بھی سر انڈے کے چھلکے کی مانند چٹیل اور صاف تھے۔

’’آؤ۔ میں تم دونوں ہی کا منتظر تھا۔ بیٹھو۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے خشک لہجے میں کہا اور وہ دونوں اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اینجل ون نے میز کی دراز سے ایک سرخ کور کی فائل نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔

’’سیکرٹ آپریشن تھیٹر میں ایک مریضہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ اے بی پلس ڈائمنڈ کا کیس ہے۔ مریضہ ذہنی طور پر معذور ہے۔ مگر ڈائمنڈ بالکل بے داغ اور اصل حالت میں ہے۔ تم دونوں کو یہ حساس آپریشن کر کے وہ ڈائمنڈ حاصل کرنا ہے۔ رائٹ سائیڈ برائٹ شیڈ ڈائمنڈ۔ اس فائل کو اچھی طرح دیکھ لو تاکہ مریضہ کی ہسٹری سے آگاہ ہو سکو۔ میں اب جا رہا ہوں۔ مگر جلد ہی تمہیں واچ ٹرانسمیٹر پر مجھے فائنل رپورٹ دینا ہو گی۔ اوکے۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے اپنی ریوالونگ چیئر سے اٹھتے ہوئے سرد لہجے میں ان سے کہا۔

’’یس چیف۔ ہم جلد ہی آپ کو رپورٹ پیش کر دیں گے۔‘‘ اینجل تھری نے مودبانہ انداز میں جواب دیا اور اینجل ون سر ہلاتا ہوا اپنے سیکرٹ آفس روم سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ دونوں سرخ فائل کا مطالعہ کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھے اور فائل لے کر باہر آ گئے۔ مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ ایک لفٹ کے ذریعے بیسمنٹ میں چلے گئے اور وہاں ایک راہداری عبور کر کے ایک خفیہ کمرے میں داخل ہوئے۔ ایک درمیانی عمر کی عورت سامنے اسٹریچر پر بے ہوش پڑی تھی اور چند نرسیں اپنی یونیفارم میں

ملبوس ایک خاص آپریشن کی تیاری میں مصروف تھیں۔ اینجل تھری اور اینجل فور نے آگے بڑھ کر اسٹتھ سکوپ اور کارڈیوگراف مشین سے اس کے دل کی دھڑکن چیک کی جو معمول پر تھی۔ انہوں نے مریضہ کے پپوٹے اٹھا کر آنکھیں چیک کیں اور پھر اینجل تھری وہاں موجود نرسوں کی طرف متوجہ ہوا۔

''مریضہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جاؤ۔ ہری اپ۔ آپریشن فوراً شروع کرنا ہے۔''۔۔۔۔۔ اینجل تھری نے گرجتی ہوئی آواز میں نرسوں کو حکم دیا اور پھر وہ دونوں آپریشن کے مخصوص ڈاکٹری لباس زیب تن کر کے ہاتھوں پر دستانے چڑھانے لگے۔

رانا ھاؤس کے سامنے عمران ٹیکسی سے اترا اور کرایہ ادا کر کے وہ رانا ہاؤس کے اندر چلا گیا۔ وہاں اس وقت جوزف اور جوانا کے علاوہ ٹائیگر بھی موجود تھا۔ ٹائیگر کا فلیٹ چونکہ پچھلے دنوں ایک مجرم کے بم حملے میں تباہ ہو گیا تھا۔ اس لئے عمران کے کہنے پر وہ عارضی طور پر رانا ہاؤس شفٹ ہو گیا تھا۔ جوزف اور جوانا میں آج کل خوب نبھ رہی تھی اور وہ نشست گاہ میں لڈو کی بازی جمائے بیٹھے تھے۔ جوزف کے سامنے حسب معمول اس کی بوتل خالی پڑی تھی اور وہ لہک لہک کر پانسہ پھینک رہا تھا۔ چار کے ہندسے کو چھ اور چھ کے ہندسے کو آٹھ ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔ حالانکہ پانسے میں آٹھ کا ہندسہ ہوتا ہی نہیں مگر جوزف کا اصرار تھا کہ اس مرتبہ آٹھ آیا ہے۔

''جوزف۔ تمہاری مت ماری گئی ہے۔ پانسے میں آٹھ کا ہندسہ کہاں سے چلا آیا۔ یہ چھ ہے۔''۔۔۔۔۔ جوانا غراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"تم۔ جوانا۔ تم۔ خواہ مخواہ اڑنگا ڈال رہے ہو۔ باس کہتا ہے کہ جب دشمن کو چھ گھونسے مارو تو دو اور مار کر آٹھ پورے کر دو۔ سمجھے تم۔" جوزف بھی جواباً غرایا۔

"لیکن میں تمہارا دشمن نہیں۔ دوست ہوں اور یہاں گھونسے نہیں بلکہ لڈو چل رہی ہے۔" ــــــ جوانا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لڈو ہو یا میدان جنگ۔ سامنے والا حریف ہمیشہ دشمن ہوتا ہے۔ اور دشمن سے شکست کھانا جوزف کے شایان شان نہیں۔ میں کبھی شکست نہیں مانوں گا۔ میری صرف ایک گوٹ باقی ہے۔ جسے تم بار بار پچھاڑ کر واپس گھر بھیج دیتے ہو۔ تمہاری یہ تین گوٹیں مستانوں کی طرح لہراتی پھر رہی ہیں۔ یا تو انہیں بڑے گھر بھیجو یا میری طرف سے اجازت ہے۔ اٹھا کر جیب میں ڈال لو۔ میری معصوم سی اکلوتی گوٹ کو تنگ مت کرو۔" جوزف نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ترنگ میں آ کر تم نہ جانے کیا اول فول۔ الم غلم۔ بکتے رہتے ہو۔ اٹھاؤ یہ لڈو اور اپنے کمرے میں جا کر اکیلے کھیلو۔ خود ہی اپنے دوست بنو اور خود ہی اپنے دشمن۔ فار گاڈ سیک۔ ماسٹر نے تمہیں یہ نہیں سکھایا کہ دشمن کو دھوکے سے شکست دینا بہادروں کا نہیں۔ بلکہ بزدلوں کا کام ہوتا ہے۔" ــــــ جوانا نے تلخی سے کہا۔

"تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو۔ جوزف دی گریٹ کو بزدل سمجھ رہے ہو۔ جس نے افریقہ کے کالے جنگلوں میں بیک وقت چھ کالے شیروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ باس خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے۔" جوزف

ڈکراتا ہوا بولا۔

"بالکل سچ۔ میں نہ صرف اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں۔ بلکہ اس مقابلے کا ریفری بھی تھا۔ مگر وہ چھ نہیں آٹھ تھے اور شیر نہیں بلکہ گیدڑ تھے۔ کیونکہ دنیا کے کسی کونے کھدرے میں کوئی کالا شیر ہوتا ہی نہیں۔ البتہ کالے گیدڑ ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ مگر افسوس۔ ٹرافی کے طور پر اسے اپنا ننگ دھڑنگ کالا کلوٹا بدن ہی دیکھنے کو ملا۔ کیونکہ گیدڑوں نے ہلاک ہونے سے پہلے اس کا پورا لباس تار تار کر دیا تھا۔" ــــــ عمران نے نشست گاہ کے اندر داخل ہوتے ہوئے نہایت چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے۔ باس۔ تم۔ اچانک۔ یہاں۔" ــــــ جوزف اسے دیکھ کر بری طرح سے بوکھلا گیا۔

"کیوں۔ یہاں آنے سے پہلے مجھے پیشگی اطلاع دینا چاہیے تھی کہ میں یہاں آنے والا ہوں۔ لہٰذا سب لوگ لڈو کی بساط لپیٹ کر جائے نماز بچھا لیں اور حال کھیلنا شروع کر دیں۔" ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ حال کیا ہوتی ہے ماسٹر۔" ــــــ جوانا نے اچنبھے سے پوچھا۔

"بہت نازک ہوتی ہے۔ درویشی زبان میں اسے وجد اور کیف کی حالت کہتے ہیں۔ ایکسٹیسی سچوئشن۔ تم اسے ایکسٹوپیسی چوئشن نہ سمجھ لینا۔ کیونکہ ان دونوں میں وہی فرق ہوتا ہے جو ایک مجنوں اور پاگل کے درمیان ہوتا ہے۔ اب تم مجھ سے یہ نہ پوچھ لینا کہ یہ مجنوں کیا ہوتا ہے۔

ہاں البتہ یہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ سلیمان سے کچھ ملتا جلتا ہوتا ہے۔ ویسے تو جوزف بھی اکثر سلیمان سے ملتا جلتا ہے بلکہ ملتا کم ہے اور جلتا زیادہ ہے۔ اسی لئے کالا بھجنگ ہے۔ مگر یہ کیپٹن شکیل سے ملے یا صفدر سے یا مجھ سے ملتا رہے تو جولیا کی طرح سرخ و سپید ہو جائے۔ بلکہ ہو سکتا ہے پورے کا پورا جولیا کی طرح ہو جائے۔“ ——— عمران کی زبان میرٹھ کی قینچی کی طرح چل نکلی تھی۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو باس۔ تمہارا مطلب ہے کہ میری جنس ہی تبدیل ہو جائے گی۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو میں اپنے سر میں گولی مار کر خودکشی کرلوں گا۔“ ——— جوزف نے سنجیدگی سے کہا۔

”گولی سے تمہاری موت واقع نہیں ہو سکتی پرنس آف کانا کا چھو۔ اس کے لئے راکٹ تمہارے سر میں داغنا پڑے گا۔ لیکن خدا نہ کرے ایسا ہو۔ اگر تمہاری جنس تبدیل ہوگئی تو میں کہاں تمہارے لئے رشتہ تلاش کرتا پھروں گا۔ اپنے لئے تو ڈھونڈ نہیں سکا۔ اور سیکرٹ سروس میں کوئی بھی تمہارے لائق نہیں ہے۔ سوائے اس جوانا کے۔ اسی سے پوچھ لو کہ یہ تمہاری تبدیلی جنس کے حق میں ہے یا نہیں۔“ ——— عمران نے حماقتوں کے ڈونگرے برساتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر۔ مجھ بے چارے کو کیوں درمیان میں گھسیٹتے ہو۔ میں تو سیدھا سادہ شریف سا آدمی ہوں۔ شادی اور میں۔ توبہ توبہ۔ یہ تو کبھی میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا۔“ ——— جوانا نے کانوں کی لوئیں رگڑتے ہوئے نہایت سادگی سے کہا۔

”ابے سیدھے سادھے گھامڑ آدمخور۔ تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ شادی کے بغیر جنازہ بھی جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ شادی بھی ایک عبادت ہے۔“ ——— عمران نے اسے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”اس طرح تو آپ کا جنازہ بھی جائز نہیں ہوگا باس۔ کیونکہ مرنے تک آپ یقیناً کنوارے ہی رہو گے۔“ ——— اس بار جوزف نے اپنی ٹانگ اڑائی۔

”میری بات چھوڑو پرنس آف کانو کا چھو۔ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے میرا جنازہ بھی جائز ہوگا اور بخشش بھی ہوگی اور مرنے کے بعد جنت میں ایک حور بھی مل جائے گی۔ مگر تمہاری چتا کو تو آگ دکھانی پڑے گی اور ہمیشہ کے لیے جل بھن کر راکھ بن جاؤ گے۔ اور تمہاری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ اب تو یہ بے چارے کو ہی دیکھ لو۔ اس آسرے پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہتا ہے کہ کم از کم مرنے کے بعد تو اسے ایک عدد حور پر نور مل جائے گی۔ مگر تمہیں کیا ملے گا۔ افریقی بوٹیوں کے کشیدہ تیل میں تلے ہوئے سیاہ حشرات الارض۔ ویسے تمہارے فولادی معدے کے لیے یہ بھی مرغن غذا ہی ثابت ہوگی۔“ ——— عمران نے احمقانہ انداز میں زبان چلاتے ہوئے کہا۔

”آپ تو ہمیں خواہ مخواہ ڈرا رہے ہیں ماسٹر۔ حالانکہ میں اور جوزف بھی خدا پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔“ ——— جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم جیسی ڈراؤنی شکلوں کو میں اور کیا ڈراؤں گا۔ اور کان کھول کر

سن لو۔ بلکہ کان بند کر کے اپنے دماغ کی کھڑکیاں کھول کر سنو۔ خدا پر اعتقاد ہونا الگ بات ہے۔ مسلمان ہونا الگ بات ہے۔ تم چونکہ مسلمان نہیں اس لئے چاہے لاکھ نیکیاں کر لو۔ مگر اس کے باوجود جنت میں نہیں جاؤ گے۔ لہٰذا جہنم کے گنجے فرشتوں کے کوڑے کھانے کے لئے ابھی سے تیاری جاری رکھو۔ وہاں تمہاری آنڑ فوں نہیں چل سکے گی۔ اور نہ کوئی احتجاج کارگر ہوگا۔'' ـــــ عمران نے واعظ کرنے والے انداز میں کہا۔

''جہنم کے فرشتے گنجے ہوتے ہیں ماسٹر۔ مگر کیوں۔ فرشتے تو فرشتے ہوتے ہیں۔ اور ہم نے سنا ہے کہ خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔'' ـــــ جوانا نے حیرت سے کہا۔

''تم نے ٹھیک سنا ہے۔ مگر جہنم میں ہر وقت آگ کے الاؤ بھڑکتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے فرشتوں کے بال جل کر اڑیں گے نہیں کیا تو کیا آگ میں کندھوں تک لہراتے پھریں گے۔ اور وہ نت نئے ہیئر اسٹائل بنا کر کوڑے بازی کریں گے۔'' ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

''چھوڑو باس۔ یہ کیا فضول باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں تمہارے لئے چائے بنا کر لاتا ہوں۔'' ـــــ جوزف نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''چائے کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ وہ ٹائیگر کہاں ہے۔'' ـــــ عمران نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ اسے ٹائیگر وہاں نظر نہیں آیا تھا۔

''ٹائیگر صاحب اپنے کمرے میں ٹی وی پر پاکیشیا اور کافرستان کی

ٹونٹی ٹونٹی کرکٹ میچ دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وہ وقفے کے دوران باہر آئے تھے اور بتا رہے تھے کہ پاکیشیائی کرکٹ ٹیم کافرستان کرکٹ ٹیم کا کچومر نکال رہی ہے۔ یہ کچومر کیا ہوتی ہے باس۔'' ـــــ جوزف نے پھر دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''تمہارا سر ہوتی ہے۔'' ـــــ عمران نے کہا۔

''فضول بکواس مت کرو۔ اور ٹائیگر کو بلاؤ یہاں۔ نہایت ہی ضروری کام ہے۔'' ـــــ عمران نے نشست گاہ کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یہ ساتھ ہی تو ٹائیگر صاحب کا کمرہ ہے باس۔ آواز دے کر بلا لیں۔'' ـــــ جوزف نے گلوگیر آواز میں کہا۔

''میں اور ٹائیگر کو آواز دے کر بلاؤں۔ تم پرنس آف ڈھمپ کو حکم دے رہے ہو۔ میں ابھی تمہیں افریقی چڑیلوں کا رقص دکھانے کالے جنگلوں میں بھیج دوں گا۔ سمجھے۔'' ـــــ عمران نے عتاب آلود نظروں سے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ نام آپ نے دشمنوں پر رعب جھاڑنے کے لیے اپنایا ہوا ہے مگر ڈراتے مجھے رہتے ہیں۔ خدا ہی آپ سے اس ظلم و ستم کا حساب کتاب لے گا باس۔'' ـــــ جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''حساب کی کتاب کو لگاؤ آگ۔ مجھے اس خشک مضمون سے بچپن سے لے کر اب تک سخت چڑ ہے۔ اب جا کر فوراً ٹائیگر کو بلاؤ۔ وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ۔ ہری اپ۔'' ـــــ عمران نے بری طرح

تلملاتے ہوئے کہا۔

''میں ٹائیگر صاحب کو بلا لاتا ہوں ماسٹر۔''۔۔۔۔۔۔جوانا نے اپنی جگہ پر کھڑتے ہوتے ہوئے ادب سے کہا۔

''تم کیوں۔ میں نے جوزف سے کہا ہے۔ یہی بلائے گا۔ آخر یہ کس مرض کی دوا ہے۔ میں اسے اپنی جیب سے تنخواہ ادا کرتا ہوں۔ وہ ایکسٹو تو مجھے فیس کی رقم دیتا ہی نہیں۔ سود خوروں کی طرح ازلی ادھار چلا رہا ہے مجھ سے۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے دانت پیستے ہوئے کہا اور جوانا زیر لب مسکراتا ہوا خاموشی سے اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گیا۔

''آپ تو خواہ مخواہ ضد میں پڑ جاتے ہیں باس۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ ٹائیگر کو بلانے کے لیے دوسرے جہان میں تو جانا نہیں تھا۔ یہ ساتھ کمرہ ہے ان کا۔ مگر آپ کی ضد کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔''۔۔۔۔۔۔جوزف نے لاچارگی سے کہا اور پھر عمران کے تیز نظروں سے گھورنے پر وہ خاموشی سے اٹھ کر ساتھ والے ٹائیگر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں بعد ٹائیگر کے ساتھ نشست گاہ میں پہنچ گیا۔

''اوہ۔ باس۔ آپ۔ یوں۔ اچانک۔ یہاں۔''۔۔۔۔۔۔ٹائیگر نے حیرانی سے کہا۔

''کیا تم میں جوزف کی بدروح حلول کر گئی ہے۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے زہر پاش نظروں سے ٹائیگر کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کک۔ کیا مطلب۔ باس۔ میں سمجھا نہیں۔''۔۔۔۔۔۔ٹائیگر عمران کی بات سن کر بھونچکا رہ گیا۔

''جوزف نے بھی مجھے دیکھ کر یہی سوال کیا تھا۔ اس لئے میں سمجھا اس کی بدروح تمہارے اندر سرایت کر گئی ہے اور وہی سوال دہرا رہی ہے۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے احمقانہ انداز میں منہ چلاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ میں نے تو ویسے ہی پوچھ لیا تھا باس۔ اگر آپ نے مائنڈ کیا ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لے لیتا ہوں۔''۔۔۔۔۔۔ٹائیگر نے اس بار معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''بالکل واپس لے لو۔ اپنی فضول چیزیں اپنے پاس ہی سنبھال کر رکھا کرو۔''۔۔۔۔۔۔عمران کا انداز خاصا مضحکہ خیز تھا۔

''آپ نے مجھے بلوایا تھا۔ کیا حکم ہے میرے لئے۔''۔۔۔۔۔۔ٹائیگر نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''فیاض کے دفتر چلے جاؤ۔ اس کی کسٹڈی میں ایک شخص ہے جس کا نام بوٹا ہے۔ اسی شہر میں کسی کچی بستی میں رہتا ہے۔ اس کا دایاں گردہ کسی نے نکال لیا ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ چوری کر لیا ہے۔ کیس خاصا نازک، سنگین اور عجیب نوعیت کا ہے۔ اس کے گھر میں اس کی اکلوتی جوان بیٹی ہے۔ تم ایسا کرو کہ اسے ساتھ لے کر اس کے گھر چلے جاؤ اور اسے اس کی بیٹی سے ملواؤ۔ اگر باپ بیٹی کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی دلوا دینا۔ اس کے بعد بوٹا اور اس کی بیٹی کو یہاں رانا ہاؤس لے آنا اور رانا ہاؤس کے گیسٹ روم میں رکھنا۔ یہاں ان دونوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جوزف اور جوانا تم بھی ان کا خیال رکھنا اور انہیں پریشان مت ہونے دینا۔ اب تم جاؤ۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ساتھ ہی جوانا اور

جوزف کو بھی ہدایات دیں اور پھر اٹھ کر رانا ہاؤس سے اپنی کار میں دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بلیک زیرو کے ساتھ اسے کیس پر ڈسکس اور آئندہ کی حکمت عملی طے کرنا تھی۔ جلد ہی وہ دانش منزل کے آپریشن روم میں بلیک زیرو کے پاس موجود تھا۔

''اسلام علیکم عمران صاحب۔ بہت دنوں بعد آئے ہیں۔ فون پر بھی کوئی صاحب سلامت نہیں۔ خیریت تو تھی''۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی۔

''خیریت تھی بھی اور نہیں بھی۔ خیریت یہ تھی کہ پچھلے کئی دنوں سے میں سلیمان عالی شان کی ادھ بھنی ماش کی دال کھانے سے الحمدللہ محفوظ ہوں۔ میں نے کئی دیسی ریسٹورنٹ دریافت کر لئے ہیں اور خوب جی بھر کر صحت بخش دیسی کھانے تناول کر کے رب کریم کا شکر ادا کر رہا ہوں۔ بلکہ آج تو سوپر فیاض کو بھی خالصتاً دیسی ناشتہ کروایا ہے۔ اور میرے خیال میں وہ کافی خوش و خرم ہے۔ ہو سکتا ہے اب وہ چپکے چپکے تنہا تنہا وہاں جا کر خفیہ طور پر ناشتہ کر لیا کرے گا۔ بہرحال خیریت یہ نہیں تھی کہ وہ سلیمان۔شتر بے مہار۔ کئی دن سے سچ مچ مجھ سے کسی بات پر ناراض ہو کر غائب ہو گیا ہے اور اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں کہ کہاں ہے۔'' عمران نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''حیرت ہے۔ آخر وہ کس بات پر آپ سے ناراض ہو گیا۔'' بلیک زیرو نے حیرت کا اظہار کیا۔

''یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ کھڑے کھڑے موڈ بگڑ گیا اور گھر سے۔

میرا مطلب ہے فلیٹ سے باہر نکل گیا۔ اب تک واپس نہیں آیا۔ نہ جانے کس خالہ کی آغوش میں چھپا بیٹھا ہے۔ اردگرد کے فلیٹوں میں اس کی کافی خالائیں آباد ہیں۔ مجھے تو ڈھنگ کا کھانا پکا کر دے نہیں سکتا مگر ان کی خدمت خاطر کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہوگا۔''۔۔۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''چلیں چھوڑیں عمران صاحب۔ جب آپ نے اپنے مطلب کے کھانا خانے دریافت کر لئے ہیں تو پھر آپ کو کیا پرواہ ہے۔ مزے سے اور اپنی مرضی کے عین مطابق پیٹ پوجا کیا کریں۔ اس نے واپس آنا ہو گا تو خود ہی آ جائے گا۔ ورنہ جائے بھاڑ میں۔ آپ نے خواہ مخواہ سر پر چڑھا رکھا ہے۔''۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کہتے تو تم سو فیصد ٹھیک ہو۔ اور واہ رے واہ۔ یہ کھانا خانہ بھی تم نے خوب لفظ استعمال کیا ہے۔ میں نے درزی خانہ' کارخانہ' شراب خانہ وغیرہ تو سنا ہے۔ آج کھانا خانہ بھی سن لیا۔''۔۔۔۔۔ عمران نے تعریفی انداز میں کہا۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میں زبان دانی سے محروم ہوں۔ بچپن سے ہی اپنی زبان سے محبت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اب یہ نہ پوچھ لیجئے کہ میں نے صابن دانی، نمک دانی وغیرہ سنا ہے۔ یہ زبان دانی کیا ہوتا ہے۔ خیر چھوڑیئے اس قصہ اجمال کی تفصیل۔ یہ بتائیے کیسے آنا ہوا۔ کوئی خاص مقصد ہے یا ویسے ہی۔''۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کھلکھلاتی ہوئی آواز میں اس سے کہا۔

"تم نے تو میرا میٹر ہی بند کر دیا ہے۔ یعنی مجھ سے بھی دو ضرب دو بنا چار جوتے آگے چلے جا رہے ہو۔ آفرین ہے تم پر۔ خیر میں اپنی شادی کا دعوتی کارڈ تو دینے آیا نہیں۔ خاص کام سے ہی آیا ہوں۔ لیکن پہلے اپنے ہاتھ کی بنی ایک کپ چائے پلا دو۔ اس کے بعد ہی گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھے گی۔" ــــــ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو مسکراتا ہوا اٹھ کر چائے بنانے چلا گیا۔ جلد ہی وہ دو مگ چائے ایک طشتری میں رکھے واپس آ گیا۔

"ایک نیا کیس شروع ہو گیا ہے۔ اور کیس ہے بھی انتہائی حساس اور سنگین نوعیت کا۔ کچھ لوگوں نے ایک غریب آدمی کا گردہ نکال لیا ہے۔ اور وہ ان لوگوں کو جانتا تک نہیں۔ بے حد پیچیدہ معاملہ ہے۔ انہوں نے گردہ نکال کر اسے زخمی اور بے ہوشی کی حالت میں کسی سڑک کے کنارے پھینک دیا تھا۔ وہ پولیس کے ہتھے لگا۔ پولیس نے اسے انٹیلی جنس کے حوالے کر دیا۔ ڈیڈی نے یہ کیس سوپر فیاض جیسے ہیرو کے سپرد کر دیا۔ تم جانتے ہو وہ ایسے معاملات میں کیسا انمول آفیسر ہے۔ وہ میری مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس سے یہ کیس نان آفیشلی اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ مجرم کون ہیں، ان کا مقصد کیا ہے۔ یہ سراغ لگانا ہے۔ اور اس کے لئے میں نے ایک مختصر سا پلان تیار کیا ہے۔" ــــــ عمران نے بلیک زیرو کو مختصراً واقعہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر چائے پینے کے دوران وہ اسے کیس کی باقی تفصیلات اور مجرموں تک رسائی کے لیے اپنے پلان سے آگاہ کرنے لگا۔ بلیک زیرو

غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

"پلان بہت زبردست ہے عمران صاحب۔ اس کا مطلب ہے آپ ایک مریض کے روپ میں مجھے ڈاکٹر پاشا کے سامنے لے جائیں گے۔ مگر ابھی تو صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر پاشا جیسی بڑی شخصیت کسی مجرمانہ سرگرمی میں ملوث ہو گی۔ ہمارے معاشرے میں تو ڈاکٹر کو ویسے بھی مسیحا سمجھا جاتا ہے۔" ــــــ بلیک زیرو نے تذبذب کے لہجے میں کہا۔

"میں بھی ڈاکٹر پاشا کو مجرم قرار نہیں دے رہا۔ لیکن بہرحال ہمیں اپنے طور پر تحقیق تو کرنا ہی پڑے گی۔ بوٹا نے جس سرخ کلر کی عمارت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ سن رائز ہاسپٹل ہی کی عمارت ہے۔ اور ڈاکٹر پاشا اس ہسپتال کا مالک اور چیئرمین ہے۔ لہٰذا اس سے ملنا ضروری ہے۔ ویسے بھی بوٹا اس وقت سیکرٹ سروس کی تحویل میں ہے۔ اور کسی بھی وقت اسے وہ عمارت دکھا کر تصدیق کی جا سکتی ہے کہ کیا یہی وہ عمارت تھی جہاں اسے لے جایا گیا تھا۔" ــــــ عمران نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں نے کئی مرتبہ اخبارات میں پڑھا ہے کہ کچھ درندہ صفت لوگ معصوم لوگوں کے گردے نکال کر ضرورت مند مریضوں کو مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں۔ یہ مکروہ دھندہ باقاعدہ ایک کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور بڑی بڑی شخصیات اس میں ملوث ہیں۔" بلیک زیرو نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"اس بات کا مجھے بھی علم ہے۔ غریب ملکوں میں یہ مکروہ دھندہ

بہت شدت اختیار کر چکا ہے۔ اور پاکیشیا بھی ایسے ہی ممالک میں شامل ہے۔ ہو سکتا ہے بوٹا ایسے ہی کسی گردہ فروش مافیا کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔ بہرحال ہمیں اس گھناؤنی کارروائی پر سے فوراً پردہ اٹھانا ہے۔تم میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کر لو۔ ہم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر پاشا سے ملنے اس کے سن رائز ہاسپٹل جائیں گے۔''۔۔۔۔ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں ابھی تیار ہو جاتا ہوں۔لیکن ایک چیز پر آپ نے ابھی تک توجہ نہیں دی۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مبہم انداز میں کہا۔

''کیا مطلب۔کس چیز پر توجہ نہیں دی میں نے۔''۔۔۔۔ عمران نے حیرانی سے کہا۔

''آپ جانتے ہیں کہ بوٹا کا یہ کیس انٹیلی جنس کے ریکارڈ پر ہے اور آپ نے نان آفیشلی اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ حالانکہ آپ کو چاہیے تھا کہ کوئی ایکشن لینے سے پہلے آپ آفیشل اسے سیکرٹ سروس کو شفٹ کروا دیتے۔ فیاض نے صرف زبانی کلامی یہ کیس آپ کے سپرد کیا ہے۔ اور یہ سیکرٹ سروس کے ریکارڈ پر نہیں ہے۔ بعد میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران واقعی سوچ میں پڑ گیا۔

''کہہ تو تم بالکل ٹھیک رہے ہو۔ دراصل فوری طور پر ایکشن شروع کرنا ضروری تھا۔ خیر میں اس سلسلے میں سرسلطان سے بات کر لوں گا۔تم

اپنی تیاری مکمل کرو۔''۔۔۔۔ عمران نے پراعتماد انداز میں کہا اور بلیک زیرو اٹھ کر میک اپ روم میں چلا گیا۔ آدھے گھنٹے بعد جب بلیک زیرو میک اپ روم سے باہر آیا تو اس کا حلیہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا اور سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر بھی اسے دیکھ کر نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ ایکسٹو ہو گا۔ کیونکہ وہ ایکسٹو کو ایک ماورائی انوکھی ہستی سمجھتے تھے مگر۔ بلیک زیرو اس وقت اپنے چہرے سے پیدائشی بیمار دکھائی دے رہا تھا۔

''بھئی واہ۔ بیمار ہو تو کوئی تم جیسا۔ ایسا مصنوعی شاندار اور عمدہ بیمار شخص میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔''۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں طنز کی نمایاں آمیزش تھی۔

''ذرہ نوازی ہے آپ کی۔ دراصل تندرست تو ہر شخص ہی ہوتا ہے۔ اصل کمال تو یہ ہے کہ کوئی بیمار ہو کر دکھائے۔ جو کہ میں نے کر دکھایا ہے۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے بھی مسکراتے ہوئے جوابی چوٹ کی۔

''بہت خوب مسٹر بیمار خان صاحب۔ اب چلیں۔سن رائز ہسپتال جا کر ڈاکٹر پاشا سے تمہارا چیک اپ کروانا ہے۔ اور دعا کرو کہ اگر میڈیکل ٹریٹمنٹ کی ضرورت پیش آ گئی تو وہ تمہیں کڈنی سے محروم نہ کر دیں۔'' عمران نے اچھلتے ہوئے لہجے میں کہا اور بلیک زیرو اس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑا۔ اسی لمحے آپریشن روم کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بلیک زیرو نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور پھر رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

''یس۔ ایکسٹو اسپیکنگ۔''۔۔۔۔ اس نے ایکسٹو کی مخصوص

غراہٹ نما اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''سلطان بول رہا ہوں۔ کیا عمران وہاں موجود ہے۔'' دوسری طرف سے سر سلطان نے قدرے متفکر لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ فرمائیے کیا حکم ہے۔''۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔ چنانچہ سر سلطان نے اس سے بات کروانے کے لئے کہا۔ بلیک زیرو نے رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے آگاہ کیا کہ سر سلطان بات کرنا چاہتے ہیں۔ عمران نے رسیور لے کر کان سے لگایا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد سر سلطان کی بات سنتے ہی عمران بری طرح اچھل پڑا۔

کمرہ انتہائی شاندار انداز میں سجا ہوا تھا۔ فرعون اور تیرو کے دور قدیم کی ڈیکوریشن سے مزین نہایت طلسماتی منظر پیش کر رہا تھا۔ کھڑکیوں پر ریشمی پردے سرسرا رہے تھے۔ زمین پر سرخ پھولدار گداز قالین بچھا تھا۔ کمرے کے درمیان میں وسیع مسہری آویزاں تھی جس کے چہار اطراف سرخ ریشمی جھالریں لہرا رہی تھیں۔ لوبان کی سحر انگیز خوشبو پورے کمرے کو معطر کئے دے رہی تھی۔ کمرہ کیا تھا جنت کا کوئی حسین گوشہ معلوم ہوتا تھا۔

مسہری پر سرخ فر کا نرم بستر بچھا ہوا تھا۔ سرہانے کی طرف بھی سرخ ریشمی گاؤ تکیے رکھے تھے۔ سوائے کھڑکیوں کے ریشمی سرسراتے پردوں کے، کمرے کی ہر چیز سرخی میں رنگی ہوئی تھی۔ مسہری پر ایک ادھیڑ عمر شخص گلابی رنگ کے نہایت دلآویز چغے میں ملبوس گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے آرام دہ حالت میں نیم دراز تھا۔ سائیڈ کی منقش چوبی تپائی پر کئی

طرح کی شراب کی بوتلیں، ہیروں کی مانند چمکتے دمکتے کانچ کے گلاس برف کی باؤل اور رنگ برنگ اسنیکس کی رکابیاں ترتیب سے رکھی تھیں کئی رکابیوں میں سرخ انگور اور سیب کی کٹی ہوئی قاشیں نظر آ رہی تھیں ادھیڑ عمر شخص کے چہرے پر چھوٹی سی داڑھی تھی۔ وہ ڈیزرٹ اسٹیٹ کے ملک ''شاجلہ'' کا شہزادہ ہمدان تھا اور اپنی ریاست کا ہوم منسٹر تھا۔ پرنس ہمدان کے پہلو میں اس وقت کافرستان کی ایک نوخیز، نازک اندام، سرخ وسفید اور انتہائی حسین وجمیل دوشیزہ موجود تھی۔ پرنس ہمدان جس کی عمر وبیش ساٹھ برس ہوگی۔ وہ اپنے جام سے سرخ وائین کی چسکیاں لے رہا تھا۔ جبکہ نہایت باریک گاؤن میں ملبوس کافرستانی نوخیز تتلی کی سفید مخروطی انگلیوں میں سرخ انگوروں کا ایک گچھا تھا۔ وہ نہایت ناز و انداز سے انگور کا ایک ایک دانہ پرنس ہمدان کے منہ میں ڈال رہی تھی۔ اور ایسا کرنے سے پہلے وہ انگور کے گچھے کو اپنے یاقوتی ہونٹوں سے ضرور چھوتی تھی۔

ادھیڑ عمر پرنس ہمدان راجہ اندر کی طرح اس کے مخملیں پہلو میں مچل رہا تھا۔ کبھی اس کی گرم آغوش میں سر گھسا دیتا اور کبھی ہاتھوں کو چومنے لگتا۔ اس پر مستی کی سی کیفیت طاری تھی کہ یکا یک اس کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی اور وائین کا گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوشیزہ کی گود میں گر گیا اور پرنس ہمدان ذبح شدہ بیل بکرے کی طرح تڑپنے لگا۔ پہلے ایک چیخ، پھر دوسری چیخ۔ پھر تیسری چیخ۔ اور پھر وہ مسلسل چیختا چلا گیا۔ تکلیف کی شدت سے وہ مسہری کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک الٹ بازیاں لگانے لگا تھا۔ اس کی اچانک ابتر ہوتی ہوئی حالت دیکھ کر

دوشیزہ انتہائی خوفزدہ ہوگئی تھی۔

''ہائے میں مر گیا۔ ہائے یہ درد۔ اف یہ ٹیسیں۔ ہائے میں مر گیا۔ ارے۔ میرا منہ کیا بٹر بٹر دیکھ رہی ہو۔ کسی کو بلاؤ۔ میں تکلیف سے مر رہا ہوں۔''۔۔۔۔ پرنس ہمدان نے دوشیزہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑ رکھا تھا۔ آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں اور چہرہ ٹیڑھا میڑھا سا ہو رہا تھا۔ دوشیزہ خوفزدہ حالت میں چیختی ہوئی باہر کی طرف لپکی۔ چند لمحوں بعد پرنس ہمدان کے ذاتی ملازم تیزی سے اندر آ گئے۔

''کیا ہوا آقا۔ آپ کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔''۔۔۔۔ کئی ملازموں نے بیک وقت لرزتی آوازوں میں کہا۔

''پیٹ میں ناقابل برداشت درد اٹھا ہے۔ فوراً شاہی ڈاکٹر کو بلواؤ۔ جلدی کرو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ جلدی کرو''۔۔۔۔ پرنس ہمدان نے اس ناگفتہ بہ حالت میں لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے کہا۔ ملازم فوراً حرکت میں آئے۔ شاہی ڈاکٹر کو فون پر بتایا گیا کہ پرنس ہمدان کی طبیعت اچانک انتہائی ناساز ہوگئی ہے اس لئے فوراً آئے۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں شاہی ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا۔ پرنس ہمدان کے اسٹاف کے قریبی لوگ بھی وہاں جمع ہو چکے تھے۔ شاہی ڈاکٹر نے فوراً اپنے عملے کے ہمراہ پرنس ہمدان کا طبی معائنہ شروع کر دیا۔ درد اور تکلیف کی شدت سے وہ بری طرح قلابازیاں لگا رہا تھا اور مسہری پر دھماچوکڑی مچائے ہوئے تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اچانک اس کا نرخرا کاٹ دیا گیا ہو۔ اتنی دیر میں اس کا پرسنل

سیکرٹری بھی وہاں پہنچ گیا تھا اور وہ کافی متفکر نظر آ رہا تھا۔

شاہی ڈاکٹر نے طبی معائنے سے فوراً اندازہ لگا لیا کہ اس کے گردوں میں درد اٹھ رہا ہے۔ اور یہ کس وجہ سے ہے۔ یہ جاننے کے لیے تفصیلی ٹیسٹ ضروری تھے۔ ڈاکٹر نے اسے فوری طور پر ایک پین کلر انجکشن لگا دیا جس سے عارضی طور پر پرنس ہمدان کو افاقہ ہو گیا۔

"شہزادہ حضور کو فوری طور پر شاہی ہاسپٹل شفٹ کر دیا جائے۔ پین کلر انجکشن کا اثر زیادہ دیر قائم نہیں رہتا۔ اور اثر زائل ہوتے ہی پرنس پر دوبارہ درد اور تکلیف کا ایسا ہی شدید اٹیک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہم ان کا فوری علاج شروع کریں گے۔"——ڈاکٹر نے پرنس ہمدان کے پرسنل سیکرٹری سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر ڈاکٹر صاحب۔ ہز ہائی نس پرنس کو ابھی شاہی ہاسپٹل شفٹ کر دیا جائے گا۔ آپ وہاں پہنچ کر ہمارا انتظار کریں۔"——پرسنل سیکرٹری نے جواب دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر اپنے عملے سمیت وہاں سے شاہی ہاسپٹل کے لئے روانہ ہو گیا جبکہ پرسنل سیکرٹری نے پرنس ہمدان کو شاہی لیموزین گاڑی میں لٹایا اور پرنس کے ذاتی اسٹاف کے چند اہم لوگوں کے ہمراہ شاجلہ ڈیزرٹ اسٹیٹ کے شاہی ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گیا جو صرف شاہی خاندان کے افراد کے علاج معالجہ کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ڈاکٹروں کی پوری ٹیم نے پرنس ہمدان کے میڈیکل ٹیسٹ شروع کر دیئے۔ درد کی شدید تکلیف اس کے گردوں سے اچانک اٹھی تھی۔ چنانچہ میڈیکل ٹیسٹوں کے بعد یہ خوفناک حقیقت سامنے آئی کہ پرنس

ہمدان کے دونوں گردے مکمل طور پر فیل ہو چکے تھے۔ شاہی ہاسپٹل کا میڈیکل آفیسر پرنس کے پرسنل سیکرٹری کو اپنے آفس میں لے گیا۔

"صورتحال انتہائی خوفناک ہے۔ پرنس ہمدان کے دونوں گردے مکمل طور پر ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اور اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ الکوحل کا ضرورت سے زیادہ استعمال اور دن رات کی عیاشیاں۔ اگر پرنس کو دو چار دن میں کم از کم ایک صحت مند گردہ نہ لگایا گیا تو ان کی موت یقینی ہے۔"——میڈیکل آفیسر نے پرنس کے پرسنل سیکرٹری کو آگاہ کیا۔ ڈاکٹر کی بات سن کر وہ پریشان ہو گیا۔ کچھ دیر سوچ بچار کے بعد وہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔ ہم گردے کا کوئی نہ کوئی انتظام کرتے ہیں۔ مگر پرنس کے خون کا گروپ نمبر کیا ہے۔"——پرسنل سیکرٹری نے پوچھا۔

"او نیگیٹو۔ آپ کو اس گروپ نمبر کے گردے کا بندوبست زیادہ سے زیادہ دو دن کے اندر کرنا ہوگا۔ ورنہ شہزادے کی زندگی نہیں بچ سکے گی۔"——میڈیکل آفیسر نے صاف لفظوں میں پرسنل سیکرٹری کو آگاہ کیا۔ چنانچہ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا وہاں سے اٹھا اور پرنس کے ذاتی اسٹاف کے دوسرے لوگوں کے پاس آ گیا اور انہیں صورتحال کی سنگینی سے آگاہ کر دیا۔

"یہ کام صرف اسکندرا کر سکتا ہے سر۔ یہاں شاجلہ میں تو کوئی عام شخص بھی اپنا گردہ نہ تو ڈونیٹ کرے گا اور نہ فروخت کرے گا۔ مگر اسکندرا

ایشیا کے دوسرے غریب ملکوں سے یہ تجارت کراتا ہے۔ وہ سینکڑوں کی تعداد میں گردے وہاں سے منگوا کر۔ میرا مطلب ہے سمگل کر کے یہاں ڈیزرٹ اسٹیٹس کے شاہی افراد اور دوسرے دولت مند لوگوں کو فراہم کر چکا ہے۔ وہ انسانی گردوں کا اسمگلنگ بہت وسیع پیمانے پر کرتا ہے۔" پرسنل سیکرٹری کے ایک ماتحت نے اسے آگاہ کرتے ہوئے بتایا۔

"تو پھر سکندرا کو فوراً پرنس پیلس بلاؤ اور مجھ سے ملواؤ۔ ابھی۔ فوراً۔ اس کام میں دیر نہیں ہونا چاہیے۔ پرنس کی زندگی و موت کا معاملہ ہے۔" پرسنل سیکرٹری نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر وہاں سے واپس پرنس پیلس کی طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس کا وہ ماتحت ایک کسرتی جسم والے بھاری بھرکم پاکیشیائی نژاد شخص کو لے کر وہاں آیا۔ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی تیز شاطرانہ چمک تھی۔ اس کے ماتحت نے پرسنل سیکرٹری سے اس موٹے اور بھاری شخص کا تعارف کروایا۔

"یہ اسکندرا ہے سر۔ آپ اس سے بات طے کر لیں۔ ہمارا کام یہی کر سکتا ہے۔"ـــــ ماتحت نے مودبانہ انداز میں کہا۔ پرسنل سیکرٹری نے اسکندرا کو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور تمام صورتحال سے اسے آگاہ کر دیا۔

"کام مشکل نہیں ہے جناب۔ مگر بھاری رقم کی ضرورت پڑے گی۔ کم از کم بیس ملین ڈالرز۔ کیونکہ ایک لمبے پروسیجر سے گزر کر ہی مطلوبہ گردہ یہاں تک پہنچے گا۔"ـــــ اسکندرا نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"رقم اس سے زیادہ تمہیں مل جائے گی۔ مگر وقت کم ہے۔ زیادہ

سے زیادہ دو دن میں یہ کام ہر صورت میں ہو جانا چاہیے۔ ورنہ پرنس ہمدان کی موت واقع ہو جائے گی۔"ـــــ پرسنل سیکرٹری نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"میں ابھی کوشش شروع کر دیتا ہوں۔ امید تو یہی ہے کہ وقت سے پہلے کام ہو جائے گا۔ مطلوبہ گردہ پاکیشیا سے خصوصی چارٹرڈ فلائٹ سے منگوانا پڑے گا۔"ـــــ اسکندرا نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

چنانچہ پرسنل سیکرٹری نے ایک چیک کاٹ کر اسکندرا کی طرف بڑھا دیا۔

"آدھی رقم ابھی ادا کی جا رہی ہے۔ باقی آدھی کام ہونے کے بعد دی جائے گی۔"ـــــ پرسنل سیکرٹری نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اسکندرا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک جیب میں ڈال لیا اور مصافحہ کر کے واپس چلا گیا۔

اسکندرا ساٹھ منزلہ بلڈنگ کمپلیکس میں اپنے لگژری اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ اپنے بیڈ روم کی ایک خفیہ الماری سے اس نے ایک وسیع رینج کا ٹرانسمیٹر نکالا اور میز پر رکھ کر اس پر کوئی فریکوئنسی ملانے لگا۔ چند ہی منٹ بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"اینجل ون اسٹنڈنگ فرام دس اینڈ۔ اوور۔"ـــــ ٹرانسمیٹر کا رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے اینجل ون کی سرسراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اسکندرا کالنگ یو اینجل ون۔ مجھے کل صبح تک او نیگیٹو ڈائمنڈ کی اشد ترین ضرورت ہے۔ موسٹ ایمرجنسی کنسائنمنٹ ہے۔ اور کلائنٹ ہے

شاجلہ کا پرنس ہمدان۔ بارہ ملین ڈالرز رقم میں تمہارے سیکرٹ اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر وا دوں گا۔ مگر کام وقت سے پہلے ہونا چاہیے۔ اوور۔“ اسکندرا نے نہایت کھردرے لہجے میں انجل ون سے کہا۔

”رقم کی بات نہیں ہے۔ مگر وقت بہت محدود بتا رہے ہو تم۔ اتنے مختصر وقت میں شاید کنسائنمنٹ پورا نہ ہو سکے۔ اوور۔“ ـــــــ انجل ون نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں پریشانی اور تشویش شامل تھی۔

”میں کچھ نہیں جانتا انجل ون۔ اس بار تمہیں اس مختصر وقت میں کنسائنمنٹ مکمل کرنا ہوگا۔ یہ پرنس ہمدان کی زندگی وموت کا معاملہ ہے۔ سمجھے تم۔ اوور۔“ ـــــــ سکندرا نے اس بار ڈکراتے ہوئے کہا۔

”شاید تم زبردستی کرنا چاہ رہے ہو۔ لیکن ہماری جگہ اگر تم ہوتے تو تمہیں صورت حال کی نزاکت کا احساس ہوتا۔ پاکیشیا میں حالات اب بدل رہے ہیں۔ حساس ادارے حرکت میں آ چکے ہیں۔ ذرا سی کوتاہی اور غفلت ہمیں پھانسی کے پھندے پر لٹکا سکتی ہے۔ آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ اوور۔“ ـــــــ انجل ون نے ناگواری اور غصے کے عالم میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں کچھ سمجھنا نہیں چاہتا انجل ون۔ صرف وہ چاہتا ہوں جو میں نے کہہ دیا ہے۔ یہ میں ہی ہوں جس نے تمہیں آج اتنے اونچے مقام پر پہنچایا ہے۔ ورنہ تم کیا تھے۔ ایک عام سے ڈاکٹر۔ جس کی فیس ایک ڈالر سے زیادہ نہیں تھی۔ اور اب تم مجھ سے حجت کر رہے ہو۔ یاد رکھو کہ اگر میں تمہارا پول کھولنا چاہوں تو یہ میرے لئے ایک لمحے کا کھیل ہے۔ پھر تم

کہیں منہ چھپانے کے لائق نہیں رہو گے۔ لہٰذا بغیر کسی حیل و حجت کے میرے آرڈر کی تعمیل کرو۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اوور۔“ سکندرا نے درشت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”سکندرا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ یہ رویہ ٹھیک نہیں ہے۔ اوور۔“ ـــــــ انجل ون نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بلیک میل نہیں کر رہا ہوں۔ کام کی مناسب قیمت ادا کر رہا ہوں۔ بارہ ملین ڈالرز ایک غیر معمولی رقم ہے۔ چلو میں اس میں اضافہ کر دیتا ہوں۔ پندرہ ملین ڈالرز۔ مگر کام ہر حالت میں کل صبح تک ہونا چاہیے۔ ہر حالت میں۔ اوور۔“ ـــــــ سکندرا نے اب قدرے نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کنسائنمنٹ پورا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ کام سے مجھے انکار نہیں ہے۔ مگر وقت کا خیال رکھا کرو۔ ایسے کاموں کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ اوور۔“ ـــــــ انجل ون نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”آئندہ ضرور خیال رکھوں گا۔ اوکے اوور اینڈ آل۔“ ـــــــ سکندرا نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

سر سلطان نے عمران کو ایک ایسی ہستی کی بات کہہ دی تھی عمران کا دنگ رہ جانا فطری عمل تھا۔ کیونکہ بوٹا کا جو کیس شروع ہوا تھا یہ اطلاع اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتی تھی۔ انہوں نے عمران شدید مخمصے اور تذبذب میں مبتلا کر دیا تھا۔

''تم شاید نہ جانتے ہو مگر مسز رضیہ وزیر اعظم کی سگی بہن ہے۔ پچھ کئی دنوں سے وہ گھر سے غائب تھی۔ کیونکہ اس کا ذہنی توازن درست نہیں تھا۔ اس کا شوہر اسے چھوڑ چکا ہے۔ اور وہ اپنے بڑے بھائی کے ہاں رہتی تھی۔ وزیر اعظم پچھلے ایک ہفتے سے انتہائی اہم نوعیت کے غیر دورے پر ہیں۔ اور ابھی تک نہیں اطلاع نہیں دی گئی کہ ان کی بہن پر بیتی ہے۔ بہرحال مسز رضیہ گزشتہ رات پولیس کو اچانک ایک سنسا علاقے سے مردہ حالت میں ملی ہے۔ اس کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کر لیا ہے۔ اور پتہ چلا ہے کہ اس کا ایک گردہ نکال لیا گیا ہے جس کی وجہ

ہی اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اس کے جسم سے تمام خون ضائع ہو چکا ہے۔ اور اب وہ سرکاری ہسپتال کے سرد خانے میں ہے۔ تم چاہو تو اسے دیکھ سکتے ہو۔'' ــــــ سر سلطان نے تمام تفصیل سے عمران کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''اسے دیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جناب۔ بلکہ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کن لوگوں نے کیا ہے۔ گردہ نکالنے کا مقصد کیا ہے۔ کیا وہ اسے فروخت کرتے ہیں۔ مگر کیسے؟ اس کے پیچھے یقیناً کوئی بڑا مافیا سرگرم ہے۔ اور آپ حیران ہوں گے کہ ایسا ہی ایک کیس پہلے سے ہمارے پاس موجود ہے۔ بوٹا نامی ایک محنت کش کا گردہ بھی اسی پراسرار انداز میں نکال کر اسے بے ہوشی کی حالت میں ایک ویران سڑک کنارے پھینک دیا گیا تھا۔ انٹیلی جنس میں ڈیڈی نے یہ کیس سوپر فیاض کو سونپا تھا مگر حسب توقع اس نے گھبرا کر مجھ سے رابطہ کر لیا۔ بوٹا نامی شخص اس وقت میری تحویل میں ہے۔ اور میں اس کیس پر کام شروع کر چکا ہوں۔ اب مسز رضیہ والا واقعہ پیش آ گیا ہے تو اسے بھی اسی کیس کا ایک حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کے پاس اس سلسلے میں مزید معلومات ہوں تو مجھے مطلع کر دیجئے گا۔ فی الحال میں بوٹا کے سلسلے میں مصروف ہوں اور مجھے ایک اہم ریکی پر جانا ہے۔'' ــــــ عمران نے تمام تفصیل سے سر سلطان کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو عمران۔ اعلیٰ سطح پر کھلبلی مچ چکی ہے۔ مسز رضیہ کوئی عام شخصیت نہیں بلکہ وزیر اعظم کی بہن تھی۔ اور صدر مملکت بھی یہ چاہتے ہیں

کہ وزیر اعظم کے وطن واپس آنے سے پہلے ہی مجرموں کا سراغ لگا لیا جائے۔ اسی لئے میں نے تم سے فوری طور پر رابطہ قائم کیا ہے۔ یہ میری عزت نفس کا بھی سوال ہے۔“ ـــــ سر سلطان نے نہایت پریشان کن انداز میں کہا۔

”آپ خواہ مخواہ فکر مند کیوں ہو رہے ہیں۔ میں نے بتایا ہے نا کہ اس کیس پر میں کام شروع کر چکا ہوں۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسے پراسرار کیسوں کو حل کرنے کے لیے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ وقت تو لازماً لگے گا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ الہ دین کا چراغ رگڑا۔ جن حاضر ہوا اور سب مشکلات و مسائل پلک جھپکتے میں حل کر دیے۔ صدر مملکت کا دباؤ اپنی جگہ لیکن سیکرٹ سروس کسی دباؤ کے بغیر کام کرتی ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں جانتا ہوں عمران۔ مگر اس کے باوجود تمہیں جلد سراغ لگانا ہو گا کہ اس سنگین جرم میں کون لوگ ملوث ہیں۔“ ـــــ سر سلطان نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”یہ حقیقت میں بھی جانتا ہوں کہ اگر جلد از جلد مجرموں کو بے نقاب نہ کیا گیا تو وہ نت نئے گل کھلا سکتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں۔ جلد ہی وہ قانون کے شکنجے میں ہوں گے۔“ ـــــ عمران نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا اور سر سلطان نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

”اب چلنا ہو گا۔ پہلے ڈاکٹر پاشا کے سن رائز ہسپتال جا کر ان سے ملنا ہو گا۔ اس کے بعد رانا ہاؤس جانا ہے۔“ ـــــ عمران نے بلیک زیرو

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو واقعی بیماروں جیسی مسکین سی صورت بنائے عمران اور سر سلطان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی کی تیز آواز ایک بار پھر گونجنے لگی۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

”ایکسٹو اٹنڈنگ۔“ ـــــ اس نے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور ساتھ ہی اسپیکر بھی آن کر دیا تاکہ عمران بھی کال سن سکے۔

”جناب۔ میں عبدالرحمٰن بول رہا ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس۔ دراصل میں عمران سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے فلیٹ پر نہیں ہے مگر آپ کو تو معلوم ہو گا کہ وہ کہاں ہو گا۔“ ـــــ سر رحمان نے مؤدبانہ لہجے میں ایکسٹو سے کہا۔ ایکسٹو کی حیثیت ان کے لیے صدر مملکت جیسی تھی۔ عمران اپنے باپ کی آواز اور بات سن کر ایک دم حیران رہ گیا۔ ان کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے جو وہ عمران سے کرنا چاہتے ہیں۔ مگر عمران نے کچھ سوچ کر بلیک زیرو کو سر سے نفی کا اشارہ کیا اور اپنے سیلولر فون کی طرف اشارہ کیا۔

”سر رحمٰن صاحب۔ آپ عمران صاحب سے سیلولر فون پر رابطہ کر کے بات کر لیں۔ میں آپ کو ان کے سیلولر فون کا نمبر دے دیتا ہوں۔“ بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص بھرائے ہوئے انداز میں کہا۔

”نو سر۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ فیاض کے پاس اس کا نمبر ہو گا۔ میں اس سے نمبر لے کر رابطہ قائم کر لیتا ہوں۔ او کے۔

تھینکس۔"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے بدستور مہذب انداز میں جواب دیا۔ اسی لمحے عمران نے فون کا ریسیور بلیک زیرو سے لے کر اپنے کان سے لگا لیا۔

"سر رحمان۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ عمران صاحب سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ ویسے تو یہ آپ کا ذاتی معاملہ بھی ہو سکتا ہے۔ عمران صاحب آپ کے بیٹے ہیں۔ میں صرف یہ سوچ کر آپ سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر کوئی گھریلو معاملہ ہے تو شاید میں اس سلسلے میں کوئی مدد فراہم کر سکوں۔"۔۔۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کی مخصوص آواز میں نہایت بارعب انداز میں کہا۔

"نو سر۔ کوئی گھریلو معاملہ نہیں ہے۔ اور نہ کبھی ہو گا۔ ایک حساس آفیشل معاملہ ہے اور صرف عمران سے اس بارے میں بات کر سکتا ہوں۔ معذرت چاہتا ہوں جناب۔ آپ سے اس بارے میں بات نہیں کر سکوں گا۔"۔۔۔۔۔ سر رحمان نے لجاجت بھرے انداز میں کہا۔ اور عمران نے اوکے اینڈ آل رائٹ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

"کیوں عمران صاحب۔ کیا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ آج تو سر رحمان خود آپ سے بات کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ خود کبھی کسی مسئلے پر مجبور نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ میری ہی کسی مجبوری کو میرے گلے میں ڈالیں گے۔ اور جہاں تک میرا دماغ کام کرتا ہے یہ ضرور سوپر فیاض نے کوئی اڑنگا ڈالا ہو گا۔ جب بھی میرا اس سے کوئی معاملہ شروع ہوتا ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی پھڈا ضرور ڈالتا ہے۔" عمران

نے پرسوچ لہجے میں کہا اور اسی لمحے اس کے سیلولر فون پر مخصوص تیز ٹیون گونجنے لگی۔ اس نے رسیونگ بٹن پش کر کے کال اٹینڈ کی۔

"یس۔ عمران اسپیکنگ۔"۔۔۔۔۔ اس نے دانستہ سنجیدہ آواز میں کہا۔

"رحمان بول رہا ہوں۔"۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے حسب توقع سر رحمان کی سخت گیر آواز سنائی دی۔

"اوہ ڈیڈی۔ آپ۔ یہ اچانک کیسے یاد کیا۔ کیا حکم ہے میرے لئے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے دانستہ بوکھلاہٹ بھرے انداز میں کہا جیسے سر رحمان کی کال اسے غیر متوقع طور پر موصول ہوئی ہو اور وہ اس پر ششدر رہ گیا ہو۔

"یہ آج کل تم ضرورت سے زیادہ جھک مارتے پھر رہے ہو۔ آخر تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ نان آفیشل طور پر تم نے بوٹا کا کیس انٹیلی جنس آفس سے اپنے پاس ٹرانسفر کر لیا۔ جانتے ہو یہ کتنی بڑی غیر قانونی حرکت ہے۔ تمہیں ایک لمبی قید کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ اور سزا دینے کے معاملے میں مَیں کتنا بااصول ہوں۔ یہ بھی تم خوب اچھی طرح جانتے ہو۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم نے یہ غیر قانونی حرکت کی۔ کیوں۔ جواب دو۔"۔۔۔۔۔ سر رحمان کا لہجہ انتہائی غصیلا اور تپش سے بھرپور تھا۔

"دراصل ڈیڈی۔ وہ سوپر فیاض نے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے لجاجت سے کہنا چاہا مگر دوسری طرف سے سر رحمان نے فوراً اس کا فقرہ کاٹ دیا۔

"میں ڈیڈی نہیں۔ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس ہوں۔ آر یو انڈرسٹینڈ۔

اب بکو۔ کیا بکنا چاہتے ہو۔"___ سر رحمان نے نہایت کرخت آ[illegible] انداز میں کہا۔

"یس سر۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ سوپر فیاض نے یہ بوٹا والا کیس خو[illegible] میرے حوالے کیا ہے۔ میں نے زبردستی تو اس سے نہیں چھینا ہے۔ آپ میری کلاس لینے کے بجائے سوپر فیاض سے باز پرس کیوں نہیں کرتے۔" عمران نے منمناتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سوپر ہو گا وہ تمہارے لئے۔ محکمے میں وہ سپرنٹنڈنٹ ہے۔ لہٰذا مرتبے کا خیال رکھ کر بات کیا کرو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا کہنا ہے کہ اس نے تم سے صرف اخلاقی مدد طلب کی تھی۔ پورا کیس اچک لینے اور فائل اپنی تحویل میں لینے کے لیے نہیں کہا تھا۔"___ سر رحمان نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ میں وہ فائل انٹیلی جنس آفس سے چوری کر کے لایا ہوں۔ عجیب بات ہے۔ یہ فیاض نا ہنجار کیسا پاگل ہے جو خواہ مخواہ میری گردن پھنسوا رہا ہے۔ میں اس دھوکے باز کو اس غیر اخلاقی حرکت پر مزہ چکھا دوں گا۔"___ عمران نے شدید غصے سے ابلتے ہوئے کہا۔ کیونکہ صاف ظاہر تھا کہ فیاض اپنی گردن بچانے کے لیے سارا ملبہ اس پر تھوپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمیز سے بات کرو عمران۔ یہ ایک حساس آفیشل معاملہ ہے۔ اگر تم نے آج شام تک اس کا کوئی حل نہ نکالا تو تمہارے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے گی۔ اور تمہیں خاصی سخت سزا بھی مل سکتی ہے۔"

سر رحمان نے سخت الفاظ میں اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی فون کا رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران نے غصے اور طیش کی حالت میں اسی وقت سوپر فیاض کو فون کیا مگر وہاں سے جواب دیا گیا کہ وہ آفس میں موجود نہیں۔ جبکہ اس کا سیلولر فون بھی بند تھا۔ عمران جانتا تھا کہ فیاض دانستہ منظر سے ہٹ گیا ہے۔ ظاہر ہے سر رحمان نے اس کی بھی اس معاملے پر خاصی کلاس لی ہو گی۔ عمران نے اسی وقت سر سلطان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا۔ کال سر سلطان نے خود اٹینڈ کی۔

"جناب۔ یہ کیا نیا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے ڈیڈی کا فون موصول ہوا ہے۔ بوٹا کا کیس اپنی تحویل میں لینے پر وہ سیخ پا ہو رہے ہیں اور میرے خلاف کارروائی کی دھمکی بھی دی ہے۔ اور یہ سب کیا دھرا فیاض کا ہے۔"___ عمران نے سلام دعا کے بعد برہمی کے انداز میں کہا اور پھر سر سلطان کو مختصر انداز میں تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

"یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے عمران۔ اس میں بھلا اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ابھی سر رحمان کو فون کر کے آفیشل طور پر یہ مسئلہ حل کر دیتا ہوں۔"___ سر سلطان نے مدبرانہ لہجے میں کہا اور عمران نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔

اس کے فوراً بعد عمران اور بلیک زیرو دانش منزل سے نکل کر اپنی گاڑی میں ڈاکٹر پاشا کے سن رائز ہسپتال کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہ ہسپتال شہر کے مرکزی پوش کمرشل ایریا میں واقع تھا۔ ڈاکٹر پاشا کی پرسنل

لیڈی سیکرٹری نے انہیں ویلکم کیا۔ ڈاکٹر پاشا اپنے آفس روم میں موجود تھے۔ لیڈی سیکرٹری نے انٹر کام پر ان دونوں کی آمد کی اطلاع ڈاکٹر پاشا کو دی تو انہوں نے چند منٹ بعد انہیں آفس روم میں بلوا لیا۔عمران کی ڈاکٹر پاشا سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ ان کی ظاہری شخصیت کافی دلچسپ تھی۔ اور سب سے اہم چیز ان کا سر تھا جو بالوں سے یکسر محروم اور انڈے کے چھلکے کی مانند چمک رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی جو عمران کے خیال میں غیر معمولی دماغی صلاحیتوں کے مالک شخص کی آنکھوں میں ہی ہو سکتی ہے۔ڈاکٹر پاشا نے گرمجوشی سے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے سامنے کرسیوں پر بٹھایا۔ آفس اٹینڈنگ کو طلب کر کے کافی لانے کا حکم دیا۔

''عمران صاحب۔ آپ سے یہ یقیناً پہلی ملاقات ہے۔ مگر غائبانہ طور پر آپ کی شخصیت میرے لئے جانی پہچانی ہے۔ ڈاکٹر صدیقی تو اکثر آپ کا ذکر کرتے ہی رہتے ہیں۔ بہت اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا۔ اور آج یہ امید بر آئی۔''۔۔۔۔۔ڈاکٹر پاشا نے دلکش مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔

''آپ تو کسر نفسی سے کام لے رہے ہیں ڈاکٹر پاشا۔ ورنہ کیا ہم اور کیا ہماری اوقات۔''۔۔۔۔۔ عمران نے سادگی بھرے لہجے میں کہا۔

''یہی چیز تو آپ کو دوسروں سے معتبر اور بڑا بناتی ہے عمران صاحب۔ڈاکٹر صدیقی بتا رہے تھے کہ آپ کسی اہم معاملے میں مجھ سے ملنا چاہ رہے تھے۔ یقیناً مجھے آپ کی خدمت کر کے بے حد خوشی ہو گی۔

فرمائیے۔ میں آپ کے کیا کام آ سکتا ہوں۔''۔۔۔۔۔ ڈاکٹر پاشا نے سنجیدگی سے کہا۔

''معاملہ واقعی اہم ہے ڈاکٹر پاشا۔ اور ڈاکٹر صدیقی کے بقول آپ ہی اسے حل کر سکتے ہیں۔ یہ صاحب جو میرے ساتھ بیٹھے ہیں مسٹر قاضی۔ میرے بچپن کے دوست اور ملک کے نامور مکینکل انجینئر ہیں۔ بدقسمتی سے یہ کسی ایسے نامعلوم مرض میں مبتلا ہیں جس کی درست تشخیص نہیں ہو پا رہی ہے۔ حالانکہ متعدد بار چیک اپ کروایا گیا ہے۔ لیکن صحیح علاج نہیں ہو رہا ہے۔ اب نہ جانے جگر میں کوئی خفیہ قسم کی خرابی ہے یا عجیب ہارٹ پرابلم ہے۔ بیٹھے بیٹھے کوما میں چلے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی نے بتایا ہے کہ ایسے انوکھے امراض کی تشخیص اور علاج میں آپ خاص مہارت رکھتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو کے بارے میں مختصر طور پر ڈاکٹر پاشا کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''فکر مند نہ ہوں جناب۔ میں قاضی صاحب کے میڈیکل ٹیسٹوں کا بھی انتظام کروائے دیتا ہوں۔ دو تین دن میں صورتحال سامنے آ جائے گی تو صحیح علاج ممکن ہو جائے گا۔ یہ میری گارنٹی ہے۔''۔۔۔۔۔ ڈاکٹر پاشا نے متانت بھرے لہجے میں کہا۔

''ذرہ نوازی ہے آپ کی ڈاکٹر پاشا۔ تندرست ہوتے ہی میں آپ کے ہاسپٹل کو ایک خاص ڈونیشن کرنا چاہوں گا۔''۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے انکساری بھرے انداز میں کہا۔

''شکریہ مسٹر قاضی۔ مگر اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا ہاسپٹل

خالصتاً ایک کمرشل ہاسپٹل ہے اور ہم ڈونیشن نہیں لیتے۔ ہاں البتہ اگر آپ۔''۔۔۔۔۔ڈاکٹر پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا مگر پھر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کہیے ڈاکٹر پاشا۔ آپ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر اچانک خاموش ہو گئے۔''۔۔۔۔۔عمران نے سنجیدہ انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں عمران صاحب۔ دراصل میں کہنا چاہتا تھا کہ ہم کچھ نادار مستحق مریضوں کا علاج بغیر معاوضہ بھی کرتے ہیں۔ خاص طور پر کڈنی کے مریضوں کا۔ اگر آپ کی نظر میں کوئی ایسے دردمند لوگ ہوں جو کڈنی بطور ڈونیشن دینا چاہیں تو ہم انہیں مستحق مریضوں کو ٹرانسپلانٹ کر دیتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ڈاکٹر پاشا نے اس بار خاصے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

''کیوں نہیں ڈاکٹر پاشا۔ یہ تو بہت بڑا کارِ خیر ہے۔ ہم ضرور اس میں حصہ لینا چاہیں گے۔''۔۔۔۔۔عمران نے جذبات سے معمور لہجے میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں فوری طور پر کچھ میڈیکل ٹیسٹ ریکمنڈ کر دیتا ہوں۔ مسٹر قاضی ہاسپٹل کے لیبارٹری ڈیپارٹمنٹ سے یہ ٹیسٹ حاصل کر لیں۔ اس کے بعد میں خود علاج تجویز کروں گا۔''۔۔۔۔۔ڈاکٹر پاشا نے ایک لیٹر ہیڈ پر مذکورہ ٹیسٹوں کی تفصیل درج کرتے ہوئے کہا اور اسے بلیک زیرو کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں کافی پی کر اور پھر ڈاکٹر پاشا کا شکریہ ادا کر کے ہاسپٹل سے باہر آ گئے۔

''کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں۔''۔۔۔۔۔عمران نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بلیک زیرو سے پوچھا۔

''دیکھنے میں تو ایک سیدھا سا مہذب شخص لگتا ہے۔ اگر کسی غیر قانونی سنگین سرگرمیوں میں ملوث ہے تو اس کے بارے میں اندازہ لگانا فی الوقت مشکل ہے۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کڈنی کی ڈونیشن کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ اور یوٹا کے علاوہ وزیراعظم کی بہن رضیہ کا گردہ بھی پچھلے دن پراسرار انداز میں نہ صرف غائب ہوا ہے۔ بلکہ رضیہ تو جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ تو کیا یہ کڑیاں ڈاکٹر پاشا سے مل سکتی ہیں۔''۔۔۔۔۔عمران نے کہا۔

''میرے خیال میں اتنی جلدی کسی فیصلے پر پہنچنا مشکل ہے۔ آپ کو کوئی ایکشن لینے سے پہلے مزید چھان بین کر لیں۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم آج رات یہاں آ کر اپنے میڈیکل ٹیسٹ حاصل کرو۔ اور اپنے گردوں وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ کیا یہاں کوئی غیر قانونی قسم کی سرگرمی دکھائی دیتی ہیں۔''۔۔۔۔۔عمران نے شرارت آمیز لہجے میں کہا تو بلیک زیرو کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

''فکر نہ کریں عمران صاحب۔ میں گردوں کے ساتھ ساتھ دیگر اعضاء کی حفاظت بھی اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک آپ کا ساتھ

ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی کسی چیز کی ضرورت آپ کو بھی پڑ جائے۔''۔۔۔ بلیک زیرو نے بھی اسی کے انداز میں شرارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ میں تمہاری کوئی چیز اپنے اندر فٹ کروا کر اپنا اندر پیٹا بھی کالا سیاہ کرلوں۔ توبہ استغفار۔ اس سے تو بہتر ہوگا کہ میں آرٹی فیشل انسٹرومنٹس کی طرف رجوع کروں۔ آج کل دنیا بہت ترقی کرچکی ہے۔ بہ آسانی ہمہ قسم انسٹرومنٹ ہر جگہ مل جاتے ہیں۔'' عمران نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو اس کے انداز تکلم پر بے ساختہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔

''اندر پیٹے سے یاد آیا کہ یہ بالکل خالی محسوس ہو رہا ہے۔ تمہاری کنڈیشن کا تو مجھے پتہ نہیں مگر اپنی پیٹ پوجا کا وقت ہو گیا ہے۔'' عمران نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرا ہاتھ پیٹ پر پھیرتے ہوئے کہا۔

''سوپر فیاض کو تو آپ سپر ڈیلکس بریک فاسٹ کے لئے لے جاتے ہیں۔ آج ہمیں بھی کوئی ایسا خاص الخاص لنچ کروا دیں۔ ایسے منفرد فوڈ سپاٹ کے اتے پتے یقیناً آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں۔'' بلیک زیرو نے قدرے حسرت بھرا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا اور عمران نے گاڑی کا رخ شہر کے زیر تعمیر علاقے کی طرف موڑ دیا۔ کچھ دیر بعد ان کی گاڑی منگو کے چھپر ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ بلیک زیرو نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس جگہ کو دیکھا۔

''کیا بات ہے عمران صاحب۔ لنچ میں آج اینٹیں بجری سریہ

کھانے کا ارادہ ہے۔''۔۔۔ بلیک زیرو کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

''کالے صفر۔ وہ سامنے لگژری ریسٹورنٹ دکھائی نہیں دے رہا تمہیں۔ سوپر فیاض نے یہیں عالی شان ناشتے سے مستفید ہو کر فائیو سٹار ہوٹلوں کے بوفے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا۔ تم بھی لنچ کے بعد ان بوفے ریستورانوں کا کبھی رخ نہیں کرو گے۔ آزمائش شرط ہے۔'' عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس دوران اس کا نوعمر دوست منگو اسے دیکھ کر تیزی سے وہاں آ گیا تھا۔

''سلام صاحب۔ کیا حال ہے آپ کا۔''۔۔۔ منگو نے نہایت ادب سے ہاتھ پیشانی پر لے جاتے ہوئے عمران کو سلام کیا۔

''اللہ کا شکر ہے پیارے۔ آج پھر ایک مہمان میرے ساتھ ہے۔ مگر یہ پہلے والے مہمان کی طرح زیادہ نخرے باز نہیں۔ ایسا کرو کہ دو پلیٹ سبزی کی بجیا، بھنا ہوا لوبیا اور کراری تندوری روٹیوں کے ساتھ پیاز ٹماٹر وغیرہ کا سلاد لے آؤ۔ مگر جلدی کیونکہ مہمان کو بھی بھوک کافی ستا رہی ہے۔''۔۔۔ عمران نے لنچ کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ گڑ والے میٹھے چاول بھی بنائے ہیں اماں نے۔ بادام کی گریاں ڈال کر۔ خوشبودار ہیں صاحب۔''۔۔۔ منگو نے فخریہ انداز میں کہا۔

''وہ بھی لے آنا۔ مگر بعد میں۔ پہلے کھانا سرو کرو۔ پانی مٹکے کا ٹھنڈا لانا۔''۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور منگو سر ہلا کر واپس چلا گیا۔ لیکن ابھی وہ ہوٹل تک پہنچا نہیں تھا کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کی جیگوار

ان کے عین عقب میں تیزی سے آ کر رکی اور اگلے ہی لمحے سیاہ جیپو
میں سے ان پر گولیوں کی شدید فائرنگ شروع ہو گئی۔ پورا علاقہ گولیو
کی زبردست گھن گرج سے لرز اٹھا۔

ساحل سمندر پر بندرگاہ کی وسیع حدود سے ذرا ہٹ کر پرائیویٹ جہازوں اور لانچوں کی جیٹیوں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار چھوٹے بحری جہاز اور سپر لگژری پرائیویٹ لانچیں سمندر کے پانی پر لنگر انداز تھیں۔ یہ چھوٹے پرائیویٹ بحری جہاز اور لانچیں پاکیشیا کے دولت مند ترین لوگوں کی ذاتی ملکیت تھیں اور سمندر میں سیر و سیاحت کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ پاکیشیا شپنگ کارپوریشن نے ان لوگوں کو ساحل سمندر کے اس حصے میں آنے جانے کے لیے خصوصی انٹری پاس جاری کر رکھے تھے اور سمندر میں سیاحت وغیرہ کے لیے لائسنس بھی جاری کئے گئے تھے۔ چنانچہ ان کے مالک جب چاہتے اس ساحل پر آ کر اپنی ذاتی لانچ یا بحری جہاز میں سمندر کی سیر کے لیے نکل جاتے تھے۔ بعض جہاز اور لانچیں عالی شان طرز پر سجائی گئی تھیں اور ان کی اندرونی آرائش قابل دید تھی۔

رات کی سیاہ تاریکی میں ایک لمبی لانچ سمندر کے سینے پر فراٹے بھرتی ہوئی تیزی سے اس جیٹیوں کے ساحل پر آئی اور پھر ساحل پر موجود کنٹرول ٹاور کے عملے کے مخصوص سگنل پر وہ لانچ ایک جیٹی میں لنگر انداز کر دی گئی۔ چند لمحوں بعد لانچ میں سے چند لوگ نمودار ہوئے اور جیٹی کے ساتھ بنے ہوئے لکڑی کے مخصوص پل پر سے گزر کر چیک پوسٹ کی عمارت میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے آفیسر نے ان سے کاغذات طلب کیے۔ ان میں سے ایک طویل القامت اور کسرتی جسم کے مالک درمیانی عمر کے شخص نے اپنے بریف کیس سے لاگ بک کی طرز کے چند کاغذ نکال کر آفیسر کے سامنے رکھ دیے۔ یہ سمندر میں ان کے آزادانہ سفر کے بین الاقوامی ڈاکومنٹس تھے۔ آفیسر نے عقابی نظروں سے پہلے کاغذات اور پھر نووارد مسافروں کا بغور سرتاپا جائزہ لیا۔

''آپ ڈیزرٹ اسٹیٹ شاجلہ سے آئے ہیں۔ پاکیشیا میں آپ کتنے دن قیام کریں گے۔''۔۔۔ آفیسر نے مؤدبانہ انداز میں استفسار کیا۔

''زیادہ سے زیادہ دو یا تین دن۔''۔۔۔ کسرتی جسم والے شخص نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ وہ غالباً اپنے دیگر ساتھیوں کا رہنما تھا۔ وہ تعداد میں چار تھے۔

''او کے مسٹر سکندرا۔ میں ایک ہفتے کا اجازت نامہ جاری کر دیتا ہوں۔''۔۔۔ آفیسر نے مسکراتے ہوئے کاغذات پر مخصوص جگہوں پر اندراجات کیے اور پھر مہریں لگا کر کاغذات اسے واپس کر دیے۔ کسرتی

جسم والے سکندرا نامی شخص نے کاغذات واپس بریف کیس میں رکھے اور چیک پوسٹ کی عمارت سے باہر نکل کر بندرگاہ کی بیرونی مرکزی شاہراہ پر آ گئے۔ وہاں پارکنگ میں بے شمار گاڑیاں موجود تھیں اور سڑک پر فٹ پاتھ کے ساتھ پرائیویٹ ٹیکسیوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ سکندرا اپنے باقی تین ساتھیوں کی طرف مڑا۔

''تم سلور لینڈ ہوٹل چلے جاؤ۔ وہاں پہلی منزل پر تین نمبر سوئٹ تمہارے لیے پہلے سے بک ہے۔ جونہی ضرورت پڑے گی تو میں ٹرانسمیٹر یا فون پر تم سے رابطہ کر لوں گا۔''۔۔۔ سکندرا نے خشک لہجے میں ان سے کہا اور وہ سر ہلاتے ہوئے ایک ٹیکسی کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحے بعد وہ ٹیکسی میں وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد سکندرا بھی ایک ٹیکسی میں سوار ہو گیا اور ڈرائیور کو ایک پتہ بتا کر وہاں چلنے کا حکم دیا۔ ٹیکسی تیزی سے مڑ کر مرکزی شاہراہ پر شہری حدود کی طرف جانے لگی۔ تقریباً چالیس منٹ بعد وہ شہر کے سب سے پوش اور مہنگے رہائشی علاقے کے ایک عالی شان بنگلے کے بیرونی گیٹ پر کھڑی تھی۔ اس پوش ایریا میں صرف ارب پتی لوگ ہی رہتے تھے۔ سکندرا نامی شخص ٹیکسی سے نکل کر بنگلے کے بیرونی مرکزی گیٹ کی طرف بڑھا تو گیٹ کے ساتھ بنے ہوئے ایک بلٹ پروف سکیورٹی روم سے دو مسلح باوردی سکیورٹی گارڈ نکل کر باہر آ گئے۔

''کس سے ملنا ہے جناب آپ کو۔''۔۔۔ ایک سکیورٹی گارڈ نے گیٹ کھولے بغیر اندر سے ہی پوچھا۔ اس کی آواز اور لہجہ خاصا کھردرا

تھا۔

''ڈاکٹر پاشا سے۔ ان سے کہو کہ ڈیزرٹ اسٹیٹ شاجلہ سے سکندرا ایک ایمرجنسی ٹرپ پر ان سے ملنے آیا ہے۔''_____ سکندرا نے خاصی رکھائی سے کہا اور ان میں سے ایک سکیورٹی گارڈ اس کی بات سن کر تیزی سے واپس سکیورٹی روم میں چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ سکیورٹی روم سے نکلا تو اس کے پیچھے بنگلے کی اندرونی عمارت سے ایک شخص نائٹ گاؤن میں ملبوس تیز تیز چلتا ہوا وہاں آ گیا اور اس نے خود گیٹ کھول دیا۔

''سکندرا۔ تم یوں۔ اچانک یہاں۔''_____ آنے والا شخص جو سر سے گنجا تھا شدید حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

''ہاں ڈاکٹر پاشا۔ اچانک ہی آنا پڑا۔''_____ سکندرا نے رسانیت سے جواب دیا۔

''اوہ۔ خیر آؤ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔''_____ گنجے یعنی ڈاکٹر پاشا نے چہرے پر قدرے خوشگوار تاثر لاتے ہوئے کہا اور سکندرا کو اپنے ساتھ بنگلے کے اندر خوبصورت جاذب نظر آرائش ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

''تمہیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے۔ یوں سمجھو کہ شاک سا لگا ہے۔ تم نے تو اپنے آنے کی پیشگی اطلاع بھی نہیں دی۔''_____ ڈاکٹر پاشا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے انتہائی استعجاب آمیز لہجے میں کہا۔

''اینجل ون۔ تم نہیں جانتے کہ تمہاری وجہ سے مجھے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ تمہارا تمام تر سیکرٹ بزنس مجھ پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔ میں نے تم سے اونیگیٹو کے ڈائمنڈ کی ڈیمانڈ کی تھی۔ اور اس کا گاہک کوئی عام شخص نہیں۔ بلکہ شاجلہ کا ہوم منسٹر پرنس ہمدان ہے۔ قیمت ہے بارہ ملین ڈالرز۔ اتنی خطیر رقم میں تو ڈائمنڈز کا ڈھیر لگایا جا سکتا ہے۔ مگر تم ایک ڈائمنڈ کا انتظام نہیں کر سکے۔ پرنس ہمدان تیزی سے موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ اگر وہ مر گیا تو میرا شاجلہ میں موجود رہنا ممکن نہیں رہے گا۔ اور تمہارا تمام تر سیکرٹ بزنس بھی ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ مجھے تمہاری طرف سے اتنی غیر ذمہ داری کی توقع ہرگز نہ تھی۔ اس لئے ایمرجنسی طور پر مجھے خود آنا پڑا۔'' سکندرا نے خاصی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''سکندرا۔ تمہیں ہرگز معلوم نہیں ہے کہ آج کل یہاں پاکیشیا میں کیسے سخت حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر جب سے ایک دو کیس لیک آؤٹ ہو کر قانون نافذ کرنے والے حساس اداروں کے سامنے آئے ہیں تو ہمارے لیے کام کرنا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ حساس قانونی ادارے شکاری کتوں کی طرح ہماری خوشبو سونگھ کر ہمارا سراغ لگانے کے لیے جنونی ہو رہے ہیں۔ تم خود بتاؤ کہ ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔''_____ ڈاکٹر پاشا یعنی اینجل ون نے سخت متفکر لہجے میں سکندرا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''تم سر سے تو پہلے ہی گنجے ہو چکے ہو۔ اب تمہیں اپنی بھنووں

پپوٹوں اور مونچھوں کے بال بھی خود ہی صاف کر دینے چاہئیں۔ اور زنخے بن کر کسی تھرڈ کلاس سرکس میں ناچ دکھانے کا دھندہ کر لینا چاہیے۔ اس کے علاوہ اب تمہارے لئے اور کوئی راستہ باقی نہیں ہے۔" ـــــ سکندرا نے زہرآلود آواز میں اینجل ون سے کہا۔

"یہ تم میری توہین کر رہے ہو سکندرا۔ میں ہر نازک موقع پر تمہارے کام آیا ہوں۔ لیکن اس مشکل وقت میں تم مجھے نفرت سے دیکھ رہے ہو۔" ـــــ اینجل ون نے برہمی اور ناراضی کے لہجے میں کہا۔

"نازک موقعوں سے تمہاری کیا مراد ہے اینجل ون۔ تم نے اپنے کام کے عوض مجھ سے ہزاروں ملین ڈالرز وصول کئے ہیں۔ اور میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے خفیہ سوئس بینک کے اکاؤنٹ ڈالروں سے لبالب بھرے ہوئے ہیں اور اگر تم اہم مواقع پر ہمارے کام نہیں آؤ گے تو پھر تم ہمارے کسی کام کے نہیں رہو گے۔ میں نے سختی سے واضح کیا تھا کہ پرنس ہمدان کو اونیگیٹو ڈائمنڈ کی اشد ترین ضرورت ہے اور اس کا جلد از جلد بندوبست کرنا ضروری ہے۔ مگر تم وقت پر ڈائمنڈ کا انتظام نہیں کر سکے اور ادھر پرنس ہمدان اپنی زندگی کے آخری سانس گن رہا ہے۔ اگر پرنس مر گیا تو جانتے ہو کہ ڈیزرٹ اسٹیٹ شاجلہ میں میرا ایک لمحہ رہنا بھی ناممکن ہو جائے گا۔ وہ مجھے سڑے ہوئے ٹماٹر کی مانند اٹھا کر کچرے کے ڈھیر میں پھینک دیں گے۔ اور تمہارا کروڑوں ڈالرز کا بزنس بھی کسی گٹر میں بہہ جائے گا۔ یہی سمجھانے کے لیے مجھے خود یہاں آنا پڑا ہے۔" ـــــ سکندرا نے نہایت نخوت بھرے انداز میں ناک سکیڑتے

ہوئے کہا۔

"ہم دونوں فضول بحث میں الجھ رہے ہیں سکندرا۔ اونیگیٹو ڈائمنڈ کا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔ اور آج رات ہی آپریشن کے بعد ڈائمنڈ تمہیں ایک خصوصی چارٹرڈ فلائٹ کے ذریعے بھیجا جانے والا تھا۔ اب تم خود ہی آ گئے ہو تو یہ ڈائمنڈ تمہارے حوالے کر دوں گا۔" ـــــ اینجل ون نے مطمئن انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ خوشخبری سنا کر تم نے میرے برانگیختہ جذبات کو قدرے سکون دیا ہے اینجل ون۔ لیکن اگر ہم آئندہ بہتر انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں تو پھر تمہیں وقت کی پابندی کا خیال رکھنا پڑے گا۔ ہمارے کام کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ بعض کیس موسٹ ایمرجنسی ہوتے ہیں اور وقت کی پابندی کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔" ـــــ سکندرا نے اس بار اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہوا تم مطمئن ہو گئے ہو۔ آئندہ ہم اپنی کارکردگی تیز رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اور ہاں۔ اب تم یہاں آ ہی گئے ہو تو یہ آپریشن اب تمہاری موجودگی ہی میں کیا جائے گا۔ چلو تمہیں اپنے ساتھ ہاسپٹل لے جاتا ہوں۔ تم کافی وغیرہ پیو۔ تب تک میں لباس تبدیل کر کے آ رہا ہوں۔" ـــــ اینجل ون نے میز پر پڑی کافی اور دیگر لوازمات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ چند منٹ بعد وہ لباس تبدیل کر کے واپس آ گیا۔ اور پھر وہ دونوں اینجل ون کی گاڑی میں اسی کے سن رائز ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو

گئے۔

ہسپتال کے سیکرٹ آپریشن روم میں اینجل ٹو ان کا منتظر تھا۔ اینجل ون یعنی ڈاکٹر پاشا کی ہدایت پر اینجل ٹو یعنی ڈاکٹر شباب نے آپریشن کے انتظامات پہلے ہی مکمل کر رکھے تھے۔ آپریشن تھیٹر سے ملحق ایک شیشے کے کیبن میں ایک نوجوان شخص کرسی پر سراسیمگی کی کیفیت میں بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔ شکل و صورت سے وہ پڑھا لکھا اور مہذب معلوم ہوتا تھا مگر اس وقت وہ قید کی حالت میں تھا۔ اینجل ٹو کے کارندوں نے اسے چمڑے کی بیلٹوں میں کس رکھا تھا۔ آپریشن تھیٹر میں چند نرسوں کے علاوہ اینجل ون کے چند جونیئر سرجن بھی اپنی مخصوص کٹ میں ملبوس چہروں پر کپڑے کے غلاف لپیٹے موجود تھے۔ اینجل ون نے سکندرا کو ایسے ہی شیشے کے ایک دوسرے کیبن میں بھیج دیا تاکہ وہ آپریشن کا پورا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ اس کیبن سے آپریشن تھیٹر کا پورا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔

آپریشن ٹیبل تیار کی جا چکی تھی۔ سرجری کے آلات سے بھری ٹرالیاں ٹیبل کے اردگرد موجود تھیں۔ سرجیکل انسٹرومنٹس کو چالو کر دیا گیا تھا۔ آپریشن تھیٹر کی دیگر لائٹس آف کر کے آپریشنل ٹیبل کے عین اوپر موجود مرکزی روشنیاں آن کر دی گئیں۔ اینجل ون نے اپنے جونیئر سرجن کو اشارہ کیا کہ مطلوبہ شخص کو شیشے کے کیبن سے نکال کر آپریشن تھیٹر کی ٹیبل پر لایا جائے۔ چند سرجن شیشے کے کیبن کی طرف بڑھ گئے جبکہ باقی مطلوبہ شخص کو بے ہوش کرنے کے لیے کلوروہائیڈریٹ مشین پر مصروف ہو

گئے۔ نوجوان کو کیبن سے نکال کر آپریشن ٹیبل کی طرف لایا جانے لگا تو اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور چہرے پر خوف طاری تھا۔

”اس کی بیلٹس کھول کر ٹیبل پر لٹا دو۔ اور کلوروہائیڈریٹ ماسک لگا کر مطلوبہ گیس دو۔“ ـــــ اینجل ون نے حکم جاری کیا تو جونیئر سرجن اینجل ٹو کی رہنمائی میں اس کام میں تیزی سے مصروف ہو گئے۔

”یہ۔ یہ۔ تم کیا۔ کر رہے ہو۔ تم کیا چاہتے ہو۔ تم مجھے مارنا چاہتے ہو۔“ ـــــ نوجوان خوف سے لرزتی آواز میں چیخنے لگا۔

”خاموش رہو۔ ہم تمہیں مار نہیں رہے۔ تم زندہ رہو گے۔ لیکن اگر تم نے کئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش کی تو مر بھی سکتے ہو۔ اس لئے خاموش رہو۔“ ـــــ اینجل ٹو نے غراتی ہوئی آواز میں حکم دیا۔

”نہیں۔ میں خاموش نہیں رہوں گا۔ تم مجھے مارنا چاہتے ہو۔ چھوڑ دو مجھے شیطانو۔ چھوڑ دو مجھے۔“ ـــــ نوجوان بری طرح مچلتے ہوئے واویلا کرنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس نے زبردست جھٹکے دیتے ہوئے خود کو جونیئر سرجن کی گرفت سے آزاد کروالیا۔ وہ ایک طاقتور اور پھرتیلا نوجوان تھا۔ جونیئر سرجن کی گرفت سے نکلتے ہی وہ آپریشن تھیٹر کے دروازے کی طرف لپکا۔ خوش قسمتی سے دروازہ کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

”پکڑو اسے۔ جانے نہ پائے۔ تم نے دروازہ لاک کیوں نہیں کیا۔ زبردست گڑ بڑ کر دی ہے۔ فوراً اسے قابو کرو۔“ ـــــ اینجل ون نے بری طرح گرجتے ہوئے کہا۔ چنانچہ اینجل ٹو اور دوسرے جونیئر

سرجن تیزی سے اس کے پیچھے بھاگے۔ ان میں سے چند نے اپنے لباس کے اندر سے پسٹل وغیرہ برآمد کر لئے تھے۔ سکندرا بھی اپنے کیبن سے نکل کر اس نوجوان کے پیچھے بھاگا۔ آپریشن تھیٹر کے دروازے کے سامنے ایک مختصر سی راہداری تھی۔ راہداری ہر سمت سے بند تھی۔ صرف سامنے والے حصے میں دیوار پر ایک مستطیل لکیر دکھائی دے رہی تھی جو وہاں کسی دروازے وغیرہ کی نشاندہی کرتی تھی۔ نوجوان آپریشن تھیٹر کے باہر راہداری کی دائیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اکڑوں حالت میں کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی۔ اینجل ٹو اور اس کے جونیئر سرجن ہاتھوں میں پسٹل لئے حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"تم سب یہیں کھڑے رہو۔ میں خود اسے دیکھتا ہوں۔" اینجل ٹو نے اپنے پسٹل کا رخ بدستور نوجوان کی طرف رکھتے ہوئے کہا۔ چنانچہ باقی سب لوگ پیچھے ہی رک گئے جبکہ اینجل ٹو محتاط انداز میں نوجوان کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ جونہی وہ نوجوان کے قریب پہنچا تو یکدم جیسے وہ نوجوان اسپرنگ کی طرح زمین سے اچھلا اور زناٹے سے اینجل ٹو سے آ کر ٹکرایا۔ اینجل ٹو کے قدم بری طرح لڑکھڑا گئے اور وہ ڈگمگاتا ہوا دوسری سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ نوجوان حد درجے کا پھرتیلا تھا۔ اینجل ٹو جو کہ اس کے اچانک حملے کے لیے ہرگز تیار نہ تھا۔ دیوار سے ٹکرا کر زمین پر لڑھک چکا تھا۔ نوجوان نے بجلی کی سی تیزی سے کسی ماہر جمناسٹک کی طرح اس پر چھلانگ لگائی اور اگلے لمحے وہ اینجل ٹو کا پسٹل

اپنے قبضے میں لے کر اس کی نالی اینجل ٹو کی کنپٹی سے لگا چکا تھا۔

"اٹھو۔ اور خبردار۔ اگر کوئی غلط حرکت کی تو گولیوں سمیت پورا پسٹل کھوپڑی میں گھسیڑ دوں گا۔" ——— نوجوان نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا اور اینجل ٹو سراسیمگی کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ حیرت ناک صورتحال اس قدر تیزی سے نمودار ہوئی تھی کہ اینجل ٹو کے ساتھی سکندرا سمیت حیران و ششدر رہ گئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو نوجوان نے نہایت تیزی سے اینجل ٹو کی گردن میں اپنا بایاں بازو شکنجے کی مانند کستے ہوئے اس کی پشت اپنے سینے سے لگا لی۔

"نو مومنٹ یو بلڈی بلڈاگ۔ اگر ایک انچ بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اس کے ساتھ ساتھ تم سب کو بھی خون میں نہلا دوں گا۔ میرے آگے موت، پیچھے موت، اوپر موت، نیچے موت ہر طرف موت ہے۔ لہذا میں تم سب کو بھی موت کے منہ میں دھکیلنے سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ مجھے جلدی یہاں سے باہر نکالو۔ ورنہ میں بے دریغ تم سب کو موت کے منہ میں دھکیل دوں گا۔" ——— نوجوان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اینجل ون بھی آپریشن روم سے باہر آ گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے اینجل ٹو۔" ——— اس نے اینجل ٹو کو نوجوان کی گرفت میں دیکھ کر سخت حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"وہ۔ باس۔ یہ۔ یہ۔ نہایت خطرناک شخص ہے۔ شوٹ ہم۔ باس۔" ——— اینجل ٹو نے بری طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

اور اس کے ماتحتوں نے فوراً اپنے ہتھیاروں کا رخ اس حملہ آور نوجوان کی طرف کر دیا۔

''اوہ۔نو۔ نو۔ نو فائر۔ اینجل ٹو کو نقصان پہنچے گا۔ ہتھیار نیچے کر لو۔''۔۔۔۔۔اینجل ون نے چیخ کر حکم دیا اور پھر وہ نوجوان کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم چاہتے کیا ہو۔''۔۔۔۔۔اینجل ون نے بے بسی کے انداز میں اس سے پوچھا۔

''مجھے یہاں سے باہر نکالو۔ اور اگر کسی نے میرے ساتھ غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارے اس ساتھی کے ساتھ ساتھ تم سب کو بے دریغ گولی مار دوں گا۔ میری بات کان کھول کر سن لو۔ مجھے تو تم لوگوں نے موت کے منہ میں دھکیل ہی دیا ہے۔ لہٰذا اب میں تمہیں موت کے منہ میں دھکیلنے سے ہرگز نہیں گھبراؤں گا۔ سمجھے تم۔'' نوجوان نے جنونی انداز میں دہاڑتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز دیکھ کر اینجل ون کی پیشانی پر تفکر و تردد سے پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

''ٹھیک ہے۔ اسے یہاں سے باہر لے جاؤ۔ اور جیسا یہ کہتا ہے ویسا ہی کرو۔''۔۔۔۔۔اینجل ون نے لاچارگی کے انداز میں اپنے ماتحتوں سے کہا۔ چنانچہ ان میں سے ایک اینجل ون کے حکم پر راہداری میں سیدھا چلا گیا اور سامنے والی دیوار پر جو مستطیل لکیر دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں رک کر اس نے دائیں سائیڈ کی لکیر کے قریب نصب ایک گرین بٹن پش کیا۔ مستطیل لکیر والا حصہ کسی خود کار آٹو میٹک دروازے

کے مانند دیوار ہی میں سرک کر غائب ہو گیا۔ اس سے آگے ایک جدید لفٹ تھی۔ لفٹ پر نظر پڑتے ہی وہ نوجوان اینجل ٹو کو اپنے حصار میں لئے تیزی سے لفٹ میں داخل ہو گیا۔ نوجوان کے حکم پر اینجل ٹو نے لفٹ کے اندر نصب ایک اور بٹن پش کیا تو لفٹ کا خودکار دروازہ بے آواز انداز میں بند ہو گیا اور وہ نہایت تیزی سے اوپر چلی گئی۔ چند ثانیے بعد وہ رکی اور اس کا خودکار دروازہ پھر کھلا تو وہ ایک ایسی ہی راہداری کے سامنے تھے جیسی نیچے بیسمنٹ میں تھی۔ نوجوان نے پسٹل کی نالی اینجل ٹو کی گردن میں پیوست کرتے ہوئے اسے لفٹ سے باہر دھکیلا۔

''پارکنگ کی طرف چلو۔ تمہاری گاڑی کہاں ہے۔''۔۔۔۔۔نوجوان نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''میرے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے۔ میں پرائیویٹ ٹیکسی میں سفر کرتا ہوں۔''۔۔۔۔۔اینجل ٹو نے مرجھائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''شٹ اپ بلڈی فول۔ میرے ساتھ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''۔۔۔۔۔نوجوان نے دھاڑ کر کہا اور طیش سے پسٹل کا دستہ اینجل ٹو کے سر پر دے مارا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور خون کی تیز دھار بہہ نکلی۔

''اگر اب میرے ساتھ جھوٹ بولا تو دستے کے بجائے گولی مار کر بھیجہ ریزہ ریزہ کر دوں گا۔ چلو۔ پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف۔ فوراً۔''۔۔۔۔۔نوجوان نے سرد لہجے میں کہا اور اینجل ٹو ہتھیلی سے چہرے پر لڑھک آنے والا خون صاف کرتا ہوا خاموشی سے پارکنگ کی طرف

بڑھ گیا۔ وہاں ایک کار کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے چابیاں نکال کر کار کا دروازہ کھولا اور نوجوان کے حکم پر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ نوجوان خود عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے پسٹل کی نالی عقب سے بدستور اینجل ٹو کی کھوپڑی سے چپکائے رکھی۔

"کار اسٹارٹ کرو اور نکلو یہاں سے۔ اور جس طرف کو کہوں اسی طرف کو چلو۔" ____ نوجوان نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔ چنانچہ اینجل ٹو کار اسٹارٹ کر کے پارکنگ سے باہر لے آیا اور نوجوان کے بتائے ہوئے راستے پر دوڑانے لگا۔ بیس منٹ بعد وہ ایک بلڈنگ کمپلیکس کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ نوجوان نے اینجل ٹو کو کار کمپلیکس کی پارکنگ میں لے جانے کا حکم دیا۔ اینجل ٹو نے خاموشی سے اس کے حکم پر عمل کیا۔ جونہی کار پارکنگ میں داخل ہو کر رکی۔ نوجوان نے پسٹل کا دستہ پوری قوت سے اینجل ٹو کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ زخمی اینجل ٹو کراہا اور اس کا سر ایک سمت میں لڑھک گیا۔ ضرب کی شدت سے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

نوجوان تیزی سے کار سے باہر نکلا اور ایک ہی جست میں کمپلیکس کی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر کی منزل پر آ گیا۔ اس نے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر بیرونی دروازے کی کال بیل دبائی۔ چند لمحے بعد کسی نے گلاس کی ہول سے آنکھ لگا کر باہر جھانکا اور پھر شاید اسے پہچان کر بیرونی دروازہ کھول دیا۔ اس کے سامنے کیپٹن شکیل کھڑا تھا۔ اس نے ایک حیرت بھری نظر باہر کھڑے نوجوان پر ڈالی جس کے چہرے پر پریشانی کے

تاثرات نظر آ رہے تھے اور ہاتھ میں پسٹل بھی موجود تھا۔

"کیا بات ہے تیمور۔ تم بہت زیادہ پریشان نظر آ رہے ہو۔ اور یہ پسٹل۔ خیریت تو ہے۔" ____ کیپٹن شکیل نے حیرانی سے کہا۔

"میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا کیپٹن۔ میرے ساتھ کیا ہوا۔ پہلے آپ میرے ساتھ آئیں۔ نیچے پارکنگ میں ایک کار کھڑی ہے۔ اور اس میں ایک مجرم بے ہوش پڑا ہے۔ اسے قابو کرنا بہت ضروری ہے کیپٹن۔ پلیز جلدی چلیے۔" ____ نوجوان جس کا نام تیمور تھا اور جو کیپٹن شکیل کا ہمسایہ تھا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کیپٹن شکیل کو بتایا۔

"اچھا۔ چلو۔" ____ کیپٹن شکیل نے فوراً فلیٹ سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں تیز قدموں سے سیڑھیاں اتر کر پارکنگ میں آئے مگر وہاں نہ تو اینجل ٹو کی کار موجود تھی اور نہ خود اینجل ٹو۔ وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ نوجوان تیمور بھونچکا رہ گیا۔

"حیرت ہے۔ وہ تو بے ہوش تھا۔ میں نے خود اسے بے ہوش کیا تھا۔ اتنی جلدی وہ غائب کیسے ہو گیا۔" ____ تیمور نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ساتھ فلیٹ پر چلو۔ اور تفصیل سے بتاؤ کہ آخر قصہ کیا ہے۔" ____ کیپٹن شکیل نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے پرسکون انداز میں کہا۔ چنانچہ وہ دونوں واپسی کے لیے مڑے۔ مگر اسی لمحے پارکنگ میں کھڑی ایک پرانی جیپ کے عقب میں سے دو دیو قامت سیاہ پوش اچانک نمودار ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید مشین گنیں تھیں اور

ان کا رخ کیپٹن شکیل اور تیمور کی طرف ہی تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ فائر کھولتے۔ کیپٹن شکیل کی عقابی نظران پر پڑ چکی تھی۔ اس نے تیمور کو زور سے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔

''تیمور۔ آڑ میں چلے جاؤ۔ وہ فائرنگ کر رہے ہیں۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور خود کو بھی زمین پر گرا کر ایک گاڑی کی اوٹ ہو گیا۔ اسی لمحے پارکنگ شیڈ گولیوں کی زبردست تڑتڑاہٹ سے تھرتھرانے لگا۔ بے شمار گولیوں کے یکے بعد دیگرے کئی راؤنڈز اس گاڑی سے ٹکرائے جس کی اوٹ میں کیپٹن شکیل تھا۔ کیپٹن شکیل بھی نہایت پھرتیلے پن سے جیکٹ کی اندرونی جیب سے اپنا ریوالور نکال چکا تھا۔ جبکہ تیمور خود کو کنکریٹ کے ایک بڑے ستون کے پیچھے محفوظ کر چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے دائیں سمت کو سرکتے ہوئے مہارت سے اپنا بازو گاڑی کی سائیڈ سے ذرا آگے نکالا اور اندازے سے کئی فائر ان حملہ آوروں کی طرف داغ دیئے۔ گولیاں ایک حملہ آور کی کمر سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گئیں۔ یہ دیکھ کر کہ ان کے مدمقابل بھی ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ دونوں حملہ آوروں نے پھرتی سے خود کو اسی پرانی جیپ کے عقب میں محفوظ کر لیا جہاں سے وہ نمودار ہوئے تھے۔ تیمور نے بھی اپنے پسٹل سے اندھا دھند گولیاں حملہ آوروں کی طرف فائر کر دی تھیں۔ مگر فضول۔ نشانے پر نہ ہونے کی وجہ سے یہ فائر ضائع گئے۔ البتہ کیپٹن شکیل نے انتہائی سرعت سے اپنی پوزیشن تبدیل کر لی تھی۔ اور ریوالور کا میگزین

دوبارہ لوڈ کرتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ آ گیا تھا جہاں دونوں حملہ آور اس کے تقریباً عین سامنے تھے۔ وہ کیپٹن شکیل کی پوزیشن سے آگاہ نہیں تھے۔ نتیجتاً کیپٹن شکیل نے انہیں اپنے نشانے کی زد میں لے کر دھڑا دھڑ ٹریگر دبانا شروع کر دیا۔ پارکنگ شیڈ ایک بار پھر گولیوں کی گونج سے لرزنے لگا اور اس مرتبہ اس میں کئی دلخراش چیخیں بھی شامل ہو گئیں جو ایک دیو قامت حملہ آور کی تھیں۔ کیپٹن شکیل کی فائرنگ نے اس کے جسم کے کئی حصوں میں سوراخ کر دیئے تھے اور خون ابلنے لگا تھا۔

دوسرے سیاہ پوش حملہ آور نے سہارا دے کر اپنے زخمی ساتھی کو سیدھا کیا اور مشین گن سے کیپٹن شکیل کی طرف گولیوں کی بارش برساتا ہوا پارکنگ میں کھڑی ایک سرخ رنگ کی لینڈ کروزر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی مسلسل فائرنگ سے کیپٹن شکیل کو ایک بار پھر خود کو گاڑی کے عقب میں محفوظ کرنا پڑا۔ اس دوران دونوں حملہ آور سیاہ پوش نہایت تیزی سے لینڈ کروزر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اگلے لمحے سرخ لینڈ کروزر کا انجن جاگ اٹھا اور وہ پوری رفتار سے بیک ہوتی ہوئی نصف دائرے کی شکل میں گھوم کر سیدھی پارکنگ سے باہر کی طرف نکلی۔ ٹائروں کی زبردست رگڑ سے پارکنگ شیڈ ایک بار پھر تھرا اٹھا۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے لینڈ کروزر پر پے در پے فائر داغے مگر سوائے بیک ونڈ سکرین کے ٹوٹنے کے حملہ آوروں کا اور کوئی نقصان نہ ہو سکا۔ یہ دیکھ کر کیپٹن شکیل پھرتی سے اپنی جیپ کی طرف لپکا۔

نوجوان تیمور بھی ستون کی اوٹ سے نکل کر کیپٹن شکیل کے قریب

دوڑا چلا آیا تھا۔ کیپٹن شکیل جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر چکا تھا۔ تیمور کو دیکھ کر اس نے دوسری طرف کا دروازہ اوپن دیا اور تیمور بھی اچھل کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔

"ان بدمعاشوں کا پیچھا کر کے ہر حال میں انہیں قابو کرنا ہے۔ ریوالور سنبھالو"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ایک دوسرا ریوالور جیپ کے ڈیش بورڈ سے نکال کر تیمور کی گود میں پھینکتے ہوئے کہا اور پھر جیپ کو انتہائی تیزی سے موڑ کر حملہ آوروں کی سرخ لینڈ کروزر کے پیچھے دوڑا دیا جو مین روڈ پر آندھی اور طوفان کی رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھی۔

"نشانہ باندھ کر فائر کرو۔ شاباش۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا نشانہ اچھا ہے اور لینڈ کروزر کی بیک اسکرین بھی ٹوٹ چکی ہے۔ موقع اچھا ہے دشمن کو ڈھیر کرنے کا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تیز آواز میں تیمور کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ وہ جیپ کی سائیڈ ونڈو سے ذرا سا باہر کو جھکا۔ سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ چنانچہ تیمور نے نشانہ باندھ کر پے در پے کئی فائر کئے۔ مگر دونوں گاڑیوں کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ ان میں سے صرف ایک گولی لینڈ کروزر کی چھت کی ریلنگ سے ٹکرائی اور یہ فائر بھی بیکار چلا گیا۔ جبکہ اسی لمحے لینڈ کروزر کی طرف سے حملہ آور نے ان پر مشین گن سے گولیوں کا برسٹ فائر کر دیا۔ خوش قسمتی سے کیپٹن شکیل نے بر وقت سیاہ پوش حملہ آور کی نقل و حرکت کو دیکھ لیا تھا اور فائرنگ سے ایک دو لمحے قبل ہی اس نے اپنی جیپ کو نہایت تیز رفتاری سے زگ زیگ کی شکل میں سڑک پر لہرا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی

جیپ فائرنگ کی زد سے محفوظ رہی۔ دور جاتی ہوئی لینڈ کروزر اب تیزی سے ایک دوسری سڑک پر مڑ چکی تھی۔ وہاں ٹریفک کا اژدہام زیادہ تھا۔ مگر کیپٹن شکیل کسی صورت حملہ آوروں کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس نے بھی اپنی جیپ اسی سمت موڑ دی۔

اب لینڈ کروزر کا رخ ساحل سمندر کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف تھا۔ ٹریفک زیادہ ہونے کی وجہ سے کراس فائرنگ کا چانس ختم ہو گیا تھا۔ جبکہ ان دونوں کو اپنی گاڑیاں ٹریفک کے ہجوم میں آگے لے جانے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لینڈ کروزر نے اندھا دھند انداز میں کئی دوسری گاڑیوں کی سائیڈ ادھیڑ کر رکھ دی تھی۔ ٹریفک کافی تتر بتر اور افراتفری کا شکار ہو چکی تھی مگر کیپٹن شکیل اپنی جیپ کو خاصی احتیاط سے ان کے تعاقب میں بھگا رہا تھا۔ جلد ہی وہ ساحل سمندر کی طرف آ نکلے۔

اب وہ پرائیویٹ جیٹیوں کے علاقے میں تھے جہاں ساحل کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ موٹر بوٹس اور لانچیں لنگر انداز تھیں۔ یہاں ٹریفک زیادہ تو نہیں تھی مگر سڑک کے دونوں اطراف بے شمار گاڑیاں پارک تھیں جس کی وجہ سے راستہ خاصا تنگ تھا۔ تیز رفتاری نہایت خطرناک تھی۔ مگر اس کے باوجود لینڈ کروزر کی رفتار بدستور انتہائی تیز تھی۔ کیپٹن شکیل اور اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے تیمور نے لینڈ کروزر پر فائرنگ زیادہ شروع کر دی تھی۔ جواب میں حملہ آور سیاہ پوشوں کی طرف سے بھی مشین گن سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ ساحل سمندر ہولناک کراس فائرنگ سے بری طرح گونج رہا تھا۔

اچانک لینڈ کروزر دائیں سمت سے موو کرتے ہوئے ایک ٹرا سے جو کہ بیک ہو رہا تھا اس کے پچھلے حصے سے ایک زور دار دھماکے جا ٹکرائی اور اس کی اگلی انجن والی پوری باڈی بونٹ سمیت اڑ گئی۔ آگ ایک طوفان خیز الاؤ بلند ہوا اور لینڈ کروزر اس کی زد میں لپٹتی چلی گئی۔ کیپٹن شکیل کو انتہائی چابکدستی سے اپنی جیپ کو بریک لگانا پڑے ورنہ ان کی جیپ بھی چند لحوں بعد سیدھی اسی ٹرالے سے جا ٹکراتی۔ جیپ کے ٹائروں کی زبردست چرچراہٹ دور تک گونجتی چلی گئی۔

"نیچے اترو۔ جلدی۔ حملہ آوروں کو قابو کرنا ہے۔"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تقریباً چیختی ہوئی آواز میں تیمور سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر جیپ سے نیچے اچھل گیا۔ تیمور نے اس کا ساتھ دینے میں تاخیر نہیں کی تھی۔ جیپ سے کود کر وہ تیزی سے جلتی ہوئی لینڈ کروزر کی طرف لپکے۔ مگر جب وہ قریب پہنچے تو انہیں جلتی ہوئی لینڈ کروزر میں دونوں حملہ آوروں میں سے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔

"وہ دونوں ادھر بھاگے جا رہے ہیں کیپٹن۔ وہ دیکھیں۔"۔۔۔ تیمور نے چیخ کر ایک طرف اشارہ کیا۔ کیپٹن شکیل نے دیکھا۔ وہ دونوں سیاہ پوش اندھا دھند انداز میں ساحل سمندر کے کنارے کھڑی ایک سفید رنگ کی لانچ کی طرف بھاگے چلے جا رہے تھے۔ مشین گنیں اب بھی ان کے ہاتھوں میں لہرا رہی تھیں۔

"رک جاؤ۔ ورنہ گولیاں مار کر تمہیں سڑک پر ڈھیر کر دوں گا۔" کیپٹن شکیل نے دہاڑتی ہوئی آواز میں انہیں وارننگ دی۔ جواباً انہوں

نے مڑ کر اپنی مشین گنوں سے کیپٹن شکیل اور تیمور پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔

"خود کو بچاؤ تیمور۔"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کسی چھلاوے کی مانند اچھل کر خود کو ایک ٹرک کی آڑ میں محفوظ کرتے ہوئے چیخ کر تیمور کو ہدایت کی۔ مگر اسے چند لمحے کی تاخیر ہو چکی تھی۔ کئی گولیاں بیک وقت تیمور کے جسم میں گھس گئیں۔ خون کے فوارے ابل نکلے اور تیمور ہولناک انداز میں چیختا ہوا وہیں سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کا جسم بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔ دونوں سیاہ پوش اس دوران سفید لانچ میں جا چکے تھے۔ کیپٹن شکیل کے دیکھتے ہی دیکھتے لانچ اسٹارٹ ہو کر سمندر میں تیز رفتاری سے آگے بڑھی اور لمحوں میں آنکھوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی۔

عمران کی گاڑی کی بیک سکرین گولیوں کی زبردست بارش سے چکنا چور ہو کر رہ گئی اور عقبی حصہ مکمل طور پر ادھڑ کر رہ گیا۔ کئی گولیاں عمران اور بلیک زیرو کے سر کے اوپر سے محض ایک انچ کے فاصلے سے گزر کر سامنے کی ونڈ سکرین کو بھی توڑتی چلی گئی تھیں۔ اگر وہ دونوں فوری طور پر خود کو نیچے نہ جھکا لیتے تو اگلے برسٹ ان کی کھوپڑیاں بھی ذرات کی شکل میں اڑ چکی ہوتیں۔ دوسرے برسٹ سے ان کی سیٹوں کی عقبی پوشش شدہ نشستیں روئی کے گالوں میں تبدیل ہو کر جھاگ کے مرغولوں کی طرح ہوا میں بکھر گئیں۔ عمران نے چشم زدن میں اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا اور گیئر میں ڈالتے ہوئے بجلی کی سی تیز رفتاری کے ساتھ آگے دوڑاتا لے گیا۔ عقب سے سیاہ جیگوار میں سے فائرنگ کا سلسلہ بدستور جاری تھا مگر اگلے راؤنڈز کی گولیاں ان کی گاڑی کو نہ چھو سکیں کیونکہ عمران اسے چند گز دور اینٹوں کے ایک بلند ڈھیر کے پیچھے

لے گیا تھا۔ گاڑی کو محفوظ کرتے ہی انہوں نے اپنے ریوالور نکالے اور گاڑی سے باہر کود کر فوراً اردگرد بکھرے پڑے بجری' اینٹوں وغیرہ کے ڈھیروں کے عقب میں خود کو پوشیدہ کرتے ہوئے پوزیشنیں سنبھال لیں۔

''حملہ آوروں کو ہر صورت قابو کرنا ہے۔ اور زندہ حالت میں۔ ان میں سے کوئی بچ کر نکلنے نہ پائے۔''_____ عمران نے تیز آواز میں بلیک زیرو کو متنبہ کرتے ہوئے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا کر عمران کی تائید کی۔ حملہ آور دو تھے۔ وہ دونوں ریڈ کلر لیدر کٹ میں ملبوس تھے۔ آنکھوں پر بھاری چشمے اور منہ پر نقاب نما ماسک لگے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کا پہچان لیا جانا یا شناخت ناممکن تھی۔ عمران اور بلیک زیرو کے وہاں سے ہٹتے ہی وہ اپنی سیاہ جیگوار سے اپنی گنیں لہراتے ہوئے باہر آ گئے اور جیگوار کے اردگرد پوزیشن لے کر انہوں نے عمران اور بلیک زیرو کی سمت فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر اب یہ فائرنگ بیکار تھی۔ کیونکہ عمران اور بلیک زیرو محفوظ پوزیشن میں تھے۔ ان دونوں نے بھی حملہ آور نقاب پوشوں پر پے در پے کئی فائر داغے۔ پورا علاقہ گولیوں کی زبردست گھن گرج سے لرز رہا تھا۔ منگو کے چھپر ہوٹل پر کھانا کھاتے مزدور فائرنگ ہوتے ہی اٹھ کر اندھا دھند بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر طرف دہشت اور خوف کی فضا مسلط ہو کر رہ گئی۔

''ان کے عقب میں جاؤ طاہر۔''_____ عمران نے تیز آواز میں بلیک زیرو کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ بلیک زیرو کنکریٹ اور ملبے کے ڈھیروں کے پیچھے سے ہوتا ہوا حملہ آوروں کے عقب میں چلا گیا۔

عمران نے واچ ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ رکھا تھا۔

"ان پر پشت سے فائر کرو۔ اس انداز میں کہ ایسا لگے جیسے کوئی نیا حریف ان کے سر پر آن دھمکا ہے۔"——— عمران نے سرسراتی آواز میں واچ ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کو حکم دیا۔ چنانچہ بلیک زیرو جو حملہ آور نقاب پوشوں کی عقبی سمت کھڑے ایک ہیوی لوڈر ٹرالے کے پیچھے پوزیشن لے چکا تھا۔ اس نے یک لخت پشت کی طرف سے نقاب پوشوں پر کئی فائر داغ دیئے اور عین اسی لمحے عمران نے سامنے کی سمت سے فائر کیے۔ نقاب پوش حملہ آور پیچھے کی جانب سے فائرنگ کی توقع ہرگز نہ رکھتے تھے۔ مگر عمران کی حکمت عملی نے ان کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ جیگوار کی بائیں سمت گھٹنوں کے بل پوزیشن لیے ہوئے گن بردار حملہ آور نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا اور اسی لمحے عمران کی فائر کی ہوئی ریوالور کی گولی اس کی کمر میں گردن کے قریب گھس گئی۔ خون کا تیز فوارہ پھوٹا اور وہ بری طرح چیخ کر منہ کے بل زمین پر گرا۔

"ڈیم فول۔ یہ نیا دشمن۔ کہاں سے آن ٹپکا۔"——— جیگوار کے بائیں سمت والے نقاب پوش نے تلخ آمیز خودکلامی کے انداز میں کہا۔ پھر وہ عقبی سمت متوجہ ہونے کے بجائے جیگوار کے نیچے سے رینگتا ہوا اپنے زخمی ساتھی کے قریب چلا گیا۔ سیاہ پوش نے بجلی کی سی تیزی سے جیگوار کا دروازہ کھولا اور اپنے زخمی ساتھی کو گھسیٹ کر جیگوار کی عقبی نشست پر لٹا دیا۔ اس کے بعد وہ پھرتی سے کار کی ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ اس کی ونڈ اسکرین گولیوں سے چکنا چور ہو چکی تھی جبکہ

کار کی بیرونی باڈی پر جابجا فائرنگ سے سوراخ ہو چکے تھے۔ سیاہ پوش نے اگنیشن میں چابی گھمائی تو جیگوار کا انجن فوراً جاگ اٹھا۔ اس نے کار کو بیک گیئر میں ڈالا اور تیزی سے مین روڈ پر آ کر کار کو سیدھا کر کے پوری تیز رفتاری سے ایک سمت دوڑاتا چلا گیا۔

حملہ آور نقاب پوش کو اپنے زخمی ساتھی سمیت فرار ہوتے دیکھ کر عمران نے فوراً اپنی گاڑی کی طرف چھلانگ لگائی جو قریب ہی کھڑی تھی۔ چشم زدن میں وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہی وہ اسے بلیک زیرو کے قریب لے گیا۔

"فوراً اندر آ جاؤ۔ حملہ آوروں کو کسی صورت بھی فرار ہونے کا موقع نہیں دینا ہے۔"——— عمران نے گونجتی آواز میں بلیک زیرو سے کہا۔ اور وہ نہایت پھرتی سے ایک ہی جست میں عمران کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ اگلے لمحے عمران نے اپنی گاڑی کو جیگوار کے تعاقب میں دوڑا دیا جو تقریباً ایک فرلانگ دور جا چکی تھی۔ سڑک پر ٹریفک بالکل نہیں تھا۔ چنانچہ عمران نے اپنی کار کی رفتار آخری حد تک بڑھا دی۔ فاصلہ تیزی سے سمٹنے لگا۔ وہ بڑی تیزی سے جیگوار کے قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔

"فائر کرو۔ مگر گولی حملہ آور کو ہلاک نہ کرے۔ اسے ہر حال میں زندہ گرفتار کرنا ہے۔ کوشش کرو حملہ آور کی گاڑی کے عقبی ٹائر برسٹ کر جائیں یا انجن دھماکے سے اڑ جائے۔"——— عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

جیگوار آندھی اور طوفان کی رفتار سے اڑی چلی جا رہی تھی۔ مگر عمران بھی اسی تیز رفتاری سے تعاقب جاری رکھے ہوئے تھا۔ وہ اب شہر سے باہر جانے والی گرینڈ ٹرنک روڈ کی طرف بڑھ رہے تھے اور ٹریفک بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ بلیک زیرو نے عمران کی ہدایت کے مطابق جیگوار پر کئی فائر داغ دیئے تھے۔ مگر گولیاں ٹائروں کی بجائے بمپر اور باڈی میں لگی تھیں۔ ٹریفک بڑھ جانے کی وجہ سے اب فائر کرنا بھی دشوار تھا۔ اب وہ ایک دریا کے پل پر سے گزر رہے تھے۔ بلیک زیرو نے نشانہ باندھ کر مزید ایک فائر کیا۔ اور یہ گولی جیگوار کے عقبی سمت کے دائیں ٹائر میں جا گھسی۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ جیسے کوئی بم بلاسٹ ہوا ہو اور ٹائر کے پرخچے اڑ گئے۔ جیگوار بری طرح لہرانے لگی۔ اسٹیرنگ کا کنٹرول حملہ آور نقاب پوش کے قابو سے باہر ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک بڑا کنٹینر تھا۔ جیگوار پوری رفتار سے اڑتی چلی جا رہی تھی۔ محض چند فٹ کے فاصلے سے حملہ آور نقاب پوش نے اپنی جیگوار کو دیوہیکل کنٹینر سے ٹکرانے سے بچانے کے لئے اسٹیرنگ اندھا دھند انداز میں گھما دیا۔ اس کی گاڑی کنٹینر کے پہلو سے نکلتی ہوئی گولی کی رفتار سے آگے بڑھی۔ کنٹینر کا ڈرائیور اس ناگہانی صورتحال پر خود بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ اس کے کنٹینر کے دائیں سمت سے جیگوار آگے جا رہی تھی اور سامنے پھر کئی ہیوی وہیکل گاڑیاں چلی جا رہی تھیں۔ اسی اثناء میں کنیٹنر کی سائیڈ جیگوار کو لگی اور برسٹ شدہ ٹائر کی وجہ سے لہراتی ہوئی جیگوار مکمل طور پر آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی۔ وہ دریا کے پل کے دائیں سمت چند انچ اونچے فٹ پاتھ

پر چڑھ دوڑی اور پھر اگلے ہی لمحے پل کے آہنی پائپوں کے ریلنگ سے ٹکرائی۔ ایک اور دھماکہ ہوا۔ جیگوار کا پیٹرول ٹینک پھٹ گیا اور ریلنگ بھی ٹوٹ گیا تھا۔ جیگوار آگ کے بلند مرغولوں میں لپٹی ہوئی سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں دریا میں گرتی چلی گئی۔ عمران نے تیزی سے اپنی کار کو بریک لگائے اور اسے سڑک کنارے روکتا ہوا باہر کود گیا۔ بلیک زیرو نے بھی اتنی ہی تیزی سے نیچے کودنے میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

جیگوار قلابازیاں کھاتی آگ کے شعلوں میں لپٹی شڑاپ سے دریا میں گری۔ دریا کا پانی چھپاکوں کی شکل میں دور تک اڑا۔ اور جیگوار گہرے پانی میں اترتی چلی گئی۔

"تم یہیں رکو۔ مجھے دشمن کے پیچھے کودنا ہو گا۔" ـــــــ عمران نے اپنی جیکٹ اتار کر بلیک زیرو کی طرف پھینکتے ہوئے تیز آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ریلنگ پر سے نیچے دریا کے پانی میں کود گیا۔ وہ سر کے بل سیدھا نیچے گرتا چلا گیا۔ بلیک زیرو سانس روکے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ عمران جیگوار کے قریب دریا میں گرا تھا اور پھر وہ تیزی سے پانی کی گہرائی میں اترتا چلا گیا۔ جیگوار دریا کی تہہ میں اترتی جا رہی تھی۔ عمران تیرنے کی حالت میں اس کے قریب چلا گیا مگر۔ دونوں حملہ آور جیگوار کے اندر سے غائب تھے۔ عمران کے لیے یہ صورت حال حیران کن تھی۔ کار سے نکل کر وہ پانی کے اندر کہاں غائب ہو گئے۔ اس نے اپنے گردوپیش دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر پانی میں بلبلے اٹھتے نظر آ رہے تھے۔ عمران نے تیزی سے

اس سمت تیرنا شروع کر دیا اور پھر اسے کچھ فاصلے پر وہ حملہ آور نظر آ گیا جو اپنے زخمی ساتھی کو پانی میں گھسیٹتا ہوا دریا کے کنارے کی طرف لے جا رہا تھا۔

عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اور پھر وہ چند لمحوں میں حملہ آور نقاب پوش کے سر پر جا پہنچا۔ اگلے لمحے اس نے آگے بڑھ کر نقاب پوش کی کھوپڑی پر ایک زناٹے دار گھونسہ رسید کر دیا۔ وہ تلملا کر رہ گیا اور اس کے ساتھی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ شدید زخمی تھا اور اس کی کمر سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ بے سہارا ہو کر وہ بے بسی کی حالت میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا پانی کی تہہ میں اترتا چلا گیا۔ جبکہ عمران کا مدمقابل پلٹ کر اس پر حملہ آور ہو گیا۔ اس نے اپنی دائیں ٹانگ عمران کے پیٹ پر ماری۔ لیکن عمران اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ وہ انتہائی پھرتی سے پہلو بدل گیا اور حملہ آور نقاب پوش کی ٹانگ پانی میں لہرا کر رہ گئی۔ اگلے لمحے عمران نے شڑاپ سے پانی میں غوطہ لگایا اور تہہ میں چلا گیا۔ حملہ آور ششدر سا اسے تلاش کرتا رہ گیا۔ اور پھر اچانک عمران عین اس کے نیچے سے برآمد ہوا۔ اور حملہ آور کے قریب آتے ہی اس کی ہتھیلی کھڑی حالت میں حملہ آور کی گردن سے ٹکرائی۔ وار ایسے مخصوص انداز میں اور اتنا بھرپور تھا کہ حملہ آور کی گردن مڑ گئی اور وہ مرغ بسمل کی مانند پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس کا سانس مکمل طور پر اکھڑ چکا تھا اور دریا کا گدلا پانی کافی مقدار میں اس کے پیٹ میں بھر گیا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے اور مدہوشی کی کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔

عمران نے اس کی جیکٹ کے گریبان سے اسے دبوچ لیا اور پھر اسے اپنے ساتھ کھینچتا ہوا پانی کی سطح پر لے آیا۔ ایک سفید رنگ کی موٹر بوٹ تیزی سے ان کی طرف آ رہی تھی۔ عمران نے دیکھا۔ اس میں بلیک زیرو کے علاوہ چند سکیورٹی والے بھی اپنی یونیفارم میں ملبوس موجود تھے۔ یقینی طور پر بلیک زیرو ہی انہیں لے کر آیا تھا۔ عمران کے قریب پہنچ کر موٹر بوٹ رک گئی۔ بلیک زیرو نے ہاتھ کے اشارے سے عمران کو موٹر بوٹ میں آنے کا کہا۔ چنانچہ عمران مدہوش حملہ آور کو گھسیٹتا ہوا تیر کر تیزی سے موٹر بوٹ کے قریب چلا گیا۔ سکیورٹی والوں نے حملہ آور کو دبوچ کر موٹر بوٹ پر کھینچ لیا تھا جبکہ عمران اچھل کر موٹر بوٹ میں سوار ہو گیا۔ خود عمران کی سانس بھی بری طرح پھول چکی تھی اور یہ یقینی بات تھی کہ وہ مزید پانی کے اندر موجود نہیں رہ سکتا تھا۔ عین موقع پر بلیک زیرو موٹر بوٹ لے کر وہاں آ گیا تھا۔

"اس کا زخمی ساتھی پانی میں ڈوب کر مر چکا ہے۔ اب اس کا زندہ موجود رہنا بہت ضروری ہے۔" ——— عمران نے اپنی سانس بحال کرتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ یہ بتائیں کہ اب واپس کہاں جانا ہے۔" بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔

"رانا ہاؤس۔ ہم سیدھے وہاں جائیں گے۔" ——— عمران نے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو نے موٹر بوٹ کا اسٹیرنگ واپسی کے لیے موڑ دیا۔ دریا کنارے پہنچ کر انہوں نے حملہ آور نقاب پوش کو اپنی کار میں ڈالا

اور وہاں سے سیدھے رانا ہاؤس پہنچ گئے۔ ٹائیگر وہاں موجود تھا۔ جوزف اور جوانا لنچ کے لیے کسی ریسٹوران میں گئے ہوئے تھے۔

''اس شخص کو بلیو روم لے جاؤ۔ میں لباس تبدیل کر کے آ ہوں۔''ـــــ عمران نے ٹائیگر سے کہا اور وہ بے ہوش حملہ آور کو کندھے پر ڈال کر بلیو روم کی طرف چلا گیا۔

بلیک زیرو رانا ہاؤس پہنچتے ہی گاڑی سے اتر گیا تھا اور بذریعہ ٹیکسی دانش منزل روانہ ہو گیا تھا۔ لباس تبدیل کر کے عمران بلیو روم میں داخل ہوا۔ ٹائیگر بے ہوش حملہ آور نقاب پوش کو مجرموں کی مخصوص الیکٹرانک چیئر پر فٹ کر چکا تھا۔

''اس کے پیٹ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جسے میں نے نکال دیا ہے۔''ـــــ ٹائیگر نے کہا۔

''گڈ۔ اور یہ بھی چیک کرو کہ اس کے منہ میں یا جسم کے کسی اور حصے میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ تو نہیں کہ جس سے یہ زبان کھلوانے کے دوران خودکشی کر سکے۔''ـــــ عمران نے کہا۔ چنانچہ ٹائیگر نے ایک خاص لیزر مشین کی مدد سے بے ہوش نقاب پوش کے جسم کا ہر حصہ چیک کیا۔ اور واقعی اس کے دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے ناخن پر ایک ایسا خفیہ تیز دھار بلیڈ لگا ہوا تھا جس سے وہ اپنی شہ رگ یا نبض کو کاٹ سکتا تھا۔ عمران نے اس بلیڈ کو ناکارہ بنا دیا۔ ٹائیگر نے ایک خاص انجکشن اسے لگا دیا تھا۔ جس سے وہ جلد ہی ہوش میں آ گیا۔ اس کا نقاب اتار دیا گیا تھا۔ وہ ایک مقامی ہٹا کٹا طویل قامت نوجوان تھا۔ عمران ایک کرسی

کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ہوش میں آتے ہی خود کو بندھا ہوا پا کر اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار واضح دکھائی دے رہے تھے۔

''نام کیا ہے تمہارا۔ اور تم نے ہم پر حملہ کیوں کیا۔''ـــــ عمران نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں بولوں گا۔ چاہے تم مجھے جان سے مار دو۔''ـــــ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے ناخن کو گھورتے ہوئے بے خوفی سے جواب دیا۔ عمران سمجھ گیا کہ وہ خودکشی کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

''سب مجرم پہلا جواب یہی دیتے ہیں۔ مگر آخرکار انہیں سچ اگلنا ہی پڑتا ہے۔ یاد رکھو کہ تم کسی عام جگہ پر نہیں ہو۔ اس ٹارچ روم میں ہو جہاں تمہارے جیسے مجرموں کے باپ۔ اور ان کے بھی باپ۔ آسانی سے زبان کھول دیتے ہیں۔ تم تو محض کسی اجڑے ہوئے کھیت کی مولی ہو۔ پانی پیو اور زبان کھولو۔''ـــــ عمران نے بظاہر سپاٹ انداز میں کہا اور ٹائیگر کو اشارہ کیا کہ وہ مجرم کو پانی پلائے۔ ٹائیگر نے پانی کا گلاس اسے پیش کیا مگر اس نے پینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ٹائیگر نے تلملا کر پانی اس کے منہ پر دے مارا۔

''پانی نہیں پیتے تو نہ پیو۔ مگر خون کے کڑوے گھونٹ تو تمہیں پینا ہی پڑیں گے۔ اب فوراً زبان کھولو اور جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔ ورنہ اگلی کارروائی میں جو کچھ ہو گا۔ وہ تم نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔''ـــــ عمران نے سرد لہجے میں اس سے کہا مگر جواباً وہ

بالکل خاموش رہا۔

''ٹھیک ہے۔ ٹائیگر یہ بھی ٹیڑھی پسلی کی پیداوار ہے۔ اس پر تھ ڈگری کا استعمال کرو۔ فارمولا نمبر زیرو بنا ٹرپل زیرو۔''—— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ چنانچہ ٹائیگر اس کے حکم پر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس میں سے اس نے شیشے کا ایک مرتبان نکالا جو عجیب قسم کے سیاہ ملغوبے سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک نصف فٹ لمبی اور خاصی موٹی گول سرنج بھی تھی۔ ٹائیگر یہ اشیاء لے کر واپس پلٹا عمران کے چہرے پر شدید درشتگی کے اثرات تھے۔

''اس مرتبان میں سیاہ ملغوبہ دیکھ رہے ہو۔ یہ تعفن زدہ چوہوں کے معدے سے حاصل کیا گیا غلیظ مادہ ہے۔ اور اسے سرنج میں بھر کر بذریعہ منہ تمہارے معدے میں اتارا جانے والا ہے اور جب یہ تمہارے معدے میں اترے گا۔ پھر پہلی اکائی، دوسری اکائی اور پھر تیسری۔ اور پھر تمہارے دماغ کا فیتہ کافی پھیل جائے گا۔ آخری موقع ہے۔ فوراً بک دو کہ تم کون ہو۔ اور کس کے کہنے پر۔ اور کیوں تم نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ سچ اگلنے کی صورت میں تم اس اذیت سے محفوظ رہو گے۔ قطعی محفوظ۔'' عمران نے تلخ لہجے میں اسے آخری وارننگ دیتے ہوئے کہا۔ مگر اس نے کوئی جواب دینے کے بجائے اپنے دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے ناخن کو تیزی سے اپنی گردن پر پھیر لیا۔ مگر ایک معمولی خراش کے علاوہ کچھ بھی ہوا۔ عمران پہلے ہی تیز دھار زہر آلود بلیڈ ناخن سے الگ کر چکا تھا۔

''چھی۔ چھی۔ چھی۔ تم جیسے تیسرے درجے کے مجرم ہمیشہ اپنی جان

کی گلوخلاصی کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مگر ہم انہیں ناکام بنانا جانتے ہیں۔ ویسے تو تمہارے ہاتھ اور پاؤں بھی باندھے جا سکتے تھے۔ مگر یہ تمہارے لیے ایک سگنل ہے کہ ہمیں بے وقوف مت سمجھو۔ زبان کھول دو۔ شاباش۔''—— عمران نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ مگر اس نے پھر بھی زبان نہیں کھولی اور بت کی طرح ساکت بیٹھا رہا۔

''ٹھیک ہے ٹائیگر۔ یہ بھی ان مجرموں میں سے ایک ہے جو ہمیشہ پہلے ٹیکہ لگواتے ہیں اور پھر انہیں نہ بولنے کی بیماری سے افاقہ حاصل ہوتا ہے۔ پیار کی میٹھی گولی ان پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ فارمولہ نمبر تین زیرو بنا ٹرپل زیرو۔''—— عمران نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ٹائیگر نے عمران کی ہدایت ملتے ہی فوراً مرتبان میں سے سیاہ تعفن زدہ غلیظ ملغوبہ موٹی سرنج میں بھرا اور آگے بڑھ کر سرنج کی نوزل نقاب پوش کے منہ میں گھسیڑ کر سارا گندہ ملغوبہ اس کے معدے میں اتار دیا۔ مگر اجنبی نوجوان چند لمحے آنکھیں موندھے بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے کوئی تاثرات نہ تھے۔ مگر یہ صورتحال زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ چند ہی لمحوں بعد اسے ایک ہولناک غلیظ قے آئی۔ اس کے پیٹ میں موجود گندہ مواد مع خون کے تیز فوارے کی شکل میں منہ کے راستے باہر آ گیا۔ ناک سے بھی یہ گندہ مواد بہنے لگا۔ اس کی آنکھیں تیزی سے پھیلتی چلی گئیں اور پیٹ پھٹنے والی گندی اوجڑی کی مانند پھڑپھڑانے لگا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کی حالت شدید متغیر ہو رہی ہے۔

"ٹائیگر۔ ایک ٹیکہ اور لگا دو۔ خوراک کی مقدار پوری نہیں ہوئی مریض کو تب تک افاقہ نہیں ہوتا جب تک دوا کی پوری مقدار اسے نہ دی جائے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور ٹائیگر اثبات میں سر ہلا کر سرنج گندے ملغوبے سے دوبارہ بھرنے لگا۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ رکو۔ رکو"۔۔۔۔۔ اجنبی نوجوان ایک اور قے کرتا ہوا تکلیف اور اذیت کی شدت سے ہکلاتا ہوا بولا۔ اس کی بات سن کر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے ٹائیگر کو روک دیا۔

"مریض کو تو آدھی خوراک سے ہی آفاقہ ہونے لگا ہے۔ ٹھیک ہے۔ یہ تندرستی کی علامت ہے۔ اب تم رک جاؤ۔ مریض اپنی پوری کیفیت ظاہر کرنے پر رضامند ہو چکا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ٹائیگر نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ عمران خشمگیں نظروں سے نقاب پوش اجنبی نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے بولنے کا منتظر تھا۔

"میرا نام ایس ٹی ہے۔ اور میرے مرنے والے ساتھی کا کوڈ نیم ڈی ایل تھا۔ ہم نے اینجل ٹو کے کہنے پر آپ لوگوں پر حملہ کیا تھا" نقاب پوش جس کا کوڈ نیم ایس ٹی تھا نے گھمبیر لہجے میں عمران کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا۔

"اینجل ٹو۔ یہ کس بدبلا کا نام ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے تیکھی نظروں سے ایس ٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اینجل ٹو دراصل ڈاکٹر شباب ہے۔ اور وہ اینجل ون یعنی ڈاکٹر پاشا

کا نائب ہے۔ اسی طرح اینجل تھری، فور اور فائیو بھی ان کے ساتھی ہیں اور یہ پانچوں گنجے ڈاکٹروں کا گروپ ڈاکٹر پاشا کے سن رائز ہسپتال میں لوگوں کے گردے نکال کر بیرونی ممالک میں فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے ہم سے کوئی کام لینا ہو تو اینجل ٹو یعنی ڈاکٹر شباب ہمیں حکم صادر کر دیتا ہے۔ اور ہم اس کی ہدایت کے مطابق ہر کام کرتے ہیں"۔۔۔۔۔ ایس ٹی نے تمام باتیں صاف صاف بتا دیں۔ وہ کوئی سیکرٹ ایجنٹ تو تھا نہیں۔ عام سا غنڈہ تھا۔ عمران نے اندازہ لگا لیا کہ وہ واقعی سچ کہہ رہا ہے۔

"سن رائز ہسپتال میں انسانی گردے نکالنے کا یہ کام کیسے کیا جاتا ہے۔ کیا ہسپتال میں اس گھناؤنے مکروہ کام کے لیے کوئی خفیہ آپریشن تھیٹر وغیرہ قائم کیا گیا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"تفصیل کا تو مجھے علم نہیں ہے۔ البتہ جب کوئی آرڈر موصول ہوتا ہے تو اس آرڈر کے مطابق کسی کو پراسرار انداز میں اغواء کر کے اس کا گردہ اور بعض اوقات دونوں گردے نکال کر آرڈر دینے والے کو انتہائی بھاری قیمت پر فروخت کر دیئے جاتے ہیں۔ آج کل اسٹینرا نامی ایک شخص ڈیزرٹ اسٹیٹ سے یہاں آیا ہوا ہے۔ وہ اسی سلسلے میں ایک گردہ خریدنے آیا ہے۔ انسانی گردوں کی فروخت کے سلسلے میں وہ اینجل گروپ کا اہم ترین ساتھی ہے"۔۔۔۔۔ ایس ٹی نے مزید انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بڑے مجرموں کی گرفتاری تک تم یہیں رہو گے۔ تمہارے بڑوں کو پکڑنے کے بعد تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔"۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور پھر وہ ٹائیگر کی طرف مڑا۔

"اسے فی الحال یہیں رانا ہاؤس کے لاک اپ میں رکھا جائے۔ میں آپریشن روم میں جا رہا ہوں۔ اس کیس کے سلسلے میں ایکسٹو سے تفصیلی بات چیت کرنا ہو گی۔"۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیو روم سے نکل کر آپریشن روم کی طرف چلا گیا۔ اس وقت جوزف اور جوانا بھی واپس آ چکے تھے اور وہ نشست گاہ میں داخل ہو رہے تھے۔ عمران کو دیکھ کر وہ فوراً رک گئے۔

"اوہ باس۔ ہم تو سمجھے تھے کہ آپ کسی لمبے روٹ پر نکل گئے ہیں۔ لیکن آپ تو یہیں ہیں۔"۔۔۔ جوزف نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"مثلاً لمبے روٹ سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میں کوئی ویگن ڈرائیور ہوں یا سرکاری بس کا ڈرائیور۔ یا مال گاڑی کا ڈرائیور ہوں۔ جو روٹ پر نکل جاؤں گا۔ اگر مجھے کبھی نکلنا ہی ہوا تو سیدھا افریقہ کے خوفناک جنگلوں کے روٹ پر نکلوں گا۔ جہاں تمہارے سسرالی رشتے داروں میں اپنے لئے بھی کوئی رشتہ تلاش کر کے پھر تمہارے ساتھ ڈائریکٹ رشتے داری قائم کروں گا۔"۔۔۔ عمران نے جوزف اور جوانا کو بیک وقت خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ باس۔ آپ تو باس ہیں۔ اس سے زیادہ مضبوط رشتہ اور کیا ہو

گا۔ ویسے بھی آپ خود ہی تو کہتے ہیں کہ باس از آل ویز بگ۔" جوزف نے لجاجت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بگ نہیں۔ کالی چمگادڑوں کے خونی سردار۔ اصل محاورہ یہ ہے کہ "باس از آل ویز رائٹ" اور رائٹ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ باس تمہارا رشتے دار بن گیا ہے۔"۔۔۔ عمران نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

"یس ماسٹر۔ آپ نے ٹھیک کہا۔ باس کوئی رشتہ نہیں۔ مگر ماسٹر از ماسٹر۔ اور ماسٹر از آل ویز بگ۔ اصل رشتہ تو یہ ہے۔"۔۔۔ جوانا نے عمران کی تائید حاصل کرنے والے انداز میں دخل در معقولات کیا۔

"لو۔ مینڈک کو بھی زکام ہو گیا ہے۔ تم دونوں کی یہ رشتے داری گئی بھاڑ میں۔ فی الحال میں بہت مصروف ہوں۔ اور تم دونوں کان کھول کر میری بات سن لو۔ ایک نیا کیس شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے تمہاری رانا ہاؤس میں موجودگی بے حد ضروری ہے۔ کسی بھی وقت تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔"۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے حکم صادر کرتے ہوئے کہا اور آپریشن روم کی طرف مڑ گیا۔

"کیسا کیس ماسٹر۔ کچھ بتا تو دیجئے۔"۔۔۔ جوانا نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ٹائیگر بتا دے گا۔ بیٹھ کر اس سے باتیں کرو۔"۔۔۔ عمران نے کہا اور سیدھا آپریشن روم میں چلا گیا۔ وہاں سے عمران نے ٹرانسمیٹر پر بیک زیرو سے دانش منزل میں رابطہ قائم کیا۔

"ایکسٹو۔ اٹنڈنگ۔ اوور۔"۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری

طرف سے بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''عمران کالنگ۔ اس نقاب پوش نے زبان کھول دی ہے۔ وہ اینجل گروپ کا ایجنٹ ہے۔ اور اینجل گروپ دراصل سن رائز ہسپتال کے مالک ڈاکٹر پاشا اور اس کے ساتھیوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ لوگ۔'' عمران نے کہنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی پوری تفصیل سے بلیک زیرو کو آگاہ کر دیا۔

''اوہ۔ بہت گھناؤنا اور مکروہ دھندہ کر رہے ہیں یہ گنجے۔ اب آپ نے ان درندوں کے خلاف کیا ایکشن لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اوور۔'' بلیک زیرو نے متذبذب لہجے میں عمران سے پوچھا۔

''فیصلہ تو ایک ہی کرنا ہے۔ اور وہ یہ کہ سن رائز ہسپتال کا خفیہ گھیراؤ کر کے یہ سراغ لگانا کہ وہاں یہ مکروہ دھندہ کس وقت اور کس انداز میں کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں تم سیکرٹ سروس کے ممبران کو الرٹ کر دو کہ وہ آپریشن کے لیے خود کو تیار رکھیں۔ لیکن اس سے پہلے میں خود ہی وہاں روپ بدل کر جاؤں گا اور صورت حال کا اندازہ لگاؤں گا۔ اوور۔'' عمران نے جواب دیا۔

''جی بہتر عمران صاحب۔ میں سیکرٹ سروس کے ممبران کو آگاہ کر دیتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے لیے ایک اور اطلاع بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ یہاں دانش منزل سے میری غیر موجودگی میں کیپٹن شکیل کا ایک ریکارڈ شدہ پیغام ملا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اس کی اپارٹمنٹ بلڈنگ میں ساتھ والے فلیٹ میں رہنے والا ایک نوجوان تیمور جو محکمہ پولیس میں

انسپکٹر ہے اچانک اس کے فلیٹ پر آیا۔ دو غنڈے اس کے پیچھے تھے جو اسے پکڑنا یا مارنا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے کسی نے اسے پراسرار انداز میں اغوا کر کے ایک سیکرٹ آپریشن روم میں پہنچا دیا تھا اور وہ لوگ اس کے گردے نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن تیمور ان کے ایک سرغنہ کو یرغمال بنا کر وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ بعد میں ان کے دو ساتھیوں نے اس کا تعاقب کیا اور کیپٹن شکیل کے فلیٹ تک اس کے پیچھے آئے۔ انہوں نے پارکنگ میں کیپٹن شکیل اور تیمور نامی نوجوان پر حملہ کیا مگر کیپٹن شکیل کی جوابی فائرنگ سے وہ بھاگ نکلے۔ آپ جانتے ہیں کیپٹن شکیل بھی آسانی سے مجرموں کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ اس نے اپنی گاڑی میں تیمور کے ساتھ ان اجنبی حملہ آوروں کا پیچھا کیا مگر وہ سمندر میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوران حملہ آوروں سے جھڑپ کے دوران تیمور ہلاک ہو گیا۔ کیپٹن شکیل کے پیغام سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں بھی گنجا اینجل گروپ ملوث ہے۔ کیونکہ تیمور نے کیپٹن شکیل سے ایک گنجے شخص کا ذکر کیا تھا جسے اس نے مبینہ ہسپتال میں یرغمال بنایا تھا۔ اوور۔'' ______ بلیک زیرو نے کیپٹن شکیل کے واقعہ سے پوری تفصیل کے ساتھ عمران کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا۔

''یقینی طور پر یہ بھی وہی لوگ ہیں۔ تم ایسا کرو کہ کیپٹن شکیل کو کال کر کے یہاں میرے پاس رانا ہاؤس بھیج دو۔ میں اس سے مل کر کوئی پلان تیار کر لوں گا۔ اب اس معاملے میں ہمارا تیزی سے متحرک ہونا بے حد ضروری ہے۔ اوور'' ______ عمران نے سپاٹ لہجے میں بلیک زیرو سے

کہا۔

''جی بہتر۔ میں کیپٹن شکیل سے رابطہ کر کے اسے آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اوور۔'' ـــــ بلیک زیرو نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

چنانچہ عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ آپریشن روم سے نکل کر نشست گاہ میں آیا تو ٹائیگر بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے ایس ٹی کو مخصوص لاک اپ میں پہنچا دیا تھا۔ عمران کی ان سب سے اس نئے کیس پر ڈسکشن ہونے لگی۔ جوزف اور جوانا چاہتے تھے کہ مار دھاڑ کا کوئی کام شروع ہو تو وہ فوراً میدان میں کود پڑیں۔ مگر عمران کے مطابق فوری طور پر ایسا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ مجرم فی الحال سات پردوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ اگرچہ ان کی نشاندہی ہو چکی تھی مگر ان پر ہاتھ ڈالنے کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں تھا۔

کیپٹن شکیل تقریباً بیس منٹ کے وقفے سے وہاں پہنچ گیا۔ اس نے عمران کو مختصراً تیمور والے واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ لیکن چونکہ وہ ہلاک ہو چکا تھا اس لئے اینجل گروپ کے خلاف ایک ثبوت جو اس کی شکل میں ان کے ہاتھ آ سکتا تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ عمران کے پاس اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود سن رائز ہسپتال میں داخل ہو اور اینجل گروپ کے خلاف کوئی اہم ثبوت حاصل کرے۔ جس کی بنیاد پر اینجل گروپ کو آہنی شکنجے میں جکڑا جا سکے۔

''کیا خیال ہے کیپٹن شکیل۔ تم کچھ دیر کے لیے ایک مریض بن سکتے ہو۔'' ـــــ عمران نے مسکراتی آنکھوں سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

''مریض۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ میں ایک تندرست، صحت مند، ہٹا کٹا آدمی ہوں۔ یہ اچانک مریض کیسے بن جاؤں گا۔ مجھے کون سا مرض لاحق ہو گیا ہے۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے بظاہر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''سمجھا کرو یار۔ مرض تو سر درد کا بھی ہو سکتا ہے۔ درد شقیقہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی آدھے سر کا درد۔ دردِ شفیقہ بھی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ آدمی کسی شفیقہ کے عشق نا ہنجار میں مبتلا ہونے کا درد جانتا ہو۔ اسے درد دل۔ درد جگر۔ اور نہ جانے کون کون سا درد کہتے ہیں۔ ویسے انسان کو مولیخولیا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی دماغ کی خرابی کا مرض۔'' ـــــ عمران نے تواتر سے امراض کی اقسام گنوانا شروع کر دی تھیں۔

''توبہ۔ توبہ۔ عمران صاحب۔ ایسے عجیب و غریب مرض اور تکلیفیں میں تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے آپ تنویر سے رابطہ کیجئے۔ شاید وہ آپ کے کام آئے۔ یا پھر یہاں ٹائیگر، جوزف اور جوانا بھی موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی تو آپ کے مقصد کے حصول کے لیے مریض کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے متانت بھرے انداز میں عمران کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''تم میری بات سمجھے نہیں۔ دراصل اس کیس میں تمہاری انوالمنٹ ہو چکی ہے۔ بلکہ تم اینجل گروپ کے دو کڑچھوں کا تعاقب بھی کر چکے ہو۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ تم اینجل گروپ کی کارروائیوں کو بہتر طور پر سمجھ

سکتے ہو۔ لہٰذا ایک فرضی مریض بنا کر تمہیں سن رائز ہسپتال میں ایڈمٹ کروا دیتا ہوں اور میں خود ایک تیمار دار کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہوں گا۔ وہاں سے انجل گروپ کے کسی خاص شخص کو قابو کر کے یہاں رانا ہاؤس لانا ہوگا اور وہ انجل گروپ کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے ہمارے لئے سیڑھی کے طور پر کام آئے گا۔'' ـــــ عمران نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

''اس کام کو ہم الٹا کر بھی کر سکتے ہیں عمران صاحب۔ میرا مطلب ہے کہ مریض آپ خود بن جائیں اور تیمار دار میں بن جاتا ہوں۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ کام تو وہی رہے گا۔ جیسا آپ نے سوچا ہے۔'' کیپٹن شکیل نے فوراً ہی مشورہ پیش کر دیا اور اس کی بات سن کر عمران کے چہرے پر سنجیدگی زیادہ گہری ہوگئی۔ کیونکہ اس کے خیال میں کیپٹن شکیل ٹھیک کہہ رہا تھا۔

''حیرت ہے۔ یہ پتے کی بات میری ریڈی میڈ کھوپڑی میں کیوں نہیں سمائی۔ لیکن ہے یہ صد فی صد بہترین تجویز۔ لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔'' ـــــ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں اس پلان پر مزید گفتگو کرتے لگے۔ انہوں نے پورے پلان کی تفصیلات طے کر لیں۔ پھر وہ سپیشل لاک اپ میں ایس ٹی کے پاس چلے گئے جو اطمینان سے وہاں وی آئی پی قیدی کی طرح موجود تھا۔

''ایس ٹی۔ سن رائز ہسپتال میں انجل ون کے علاوہ گروپ کی اور کون سی دوسری شخصیت خفیہ سرگرمیوں کی انجام دہی کے لیے موجود ہوتی

ہے۔'' ـــــ عمران نے سپیشل لاک اپ روم کے باہر نصب مائیک پر ایس ٹی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں جناب۔ انجل گروپ کا کوئی بڑا کس وقت وہاں موجود ہوتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اس کے بارے میں ہم جیسے چھوٹے ایجنٹ کچھ نہیں جانتے۔ وہ اپنی خفیہ سرگرمیوں سے کبھی ہمیں آگاہ نہیں رکھتے۔ صرف یہ معلوم ہے کہ آپریشن کے وقت ان میں سے دو یا تین انجل ضرور وہاں موجود ہوتے ہیں۔'' ـــــ ایس ٹی نے بغیر کسی توقف کے جواب دیتے ہوئے کہا۔ عمران کے خیال میں وہ درست کہہ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ جلد تمہیں کوئی نہ کوئی اچھی خبر ضرور مل جائے گی۔'' عمران نے کہا اور مائیک بند کر کے کیپٹن شکیل کے ہمراہ واپس مڑ گیا۔

''وہاں موجود رہ کر ہی ہم مزید کوئی بڑا ثبوت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ آؤ میک اپ روم میں چلتے ہیں۔'' عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل کے ساتھ رانا ہاؤس کے میک اپ روم میں چلا گیا۔ وہ دونوں مختلف طریقوں سے اپنے حلیے اور شکلیں تبدیل کرنے میں مصروف رہے۔ عمران نے نہایت مہارت سے خود کو مالیخولیا کا مریض بنا لیا تھا۔ جس سے اس کے چہرے کا رنگ زرد اور آنکھوں سے خوف ٹپکتا محسوس ہوتا تھا۔ کیپٹن شکیل کو البتہ اپنا حلیہ تبدیل کرنے میں زیادہ محنت صرف نہیں کرنا پڑی تھی۔ کیونکہ اسے ایک تیمار دار کی حیثیت سے عمران کے ساتھ موجود رہنا تھا اور مقصد صرف اس قدر تھا کہ اس کی اصل شکل و

صورت کو شناخت نہ کیا جا سکے۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ آپریشن روم میں آ گئے۔ عمران نے پرائیویٹ فون سے سن رائز ہسپتال میں فون کیا۔ دوسری طرف سے ہسپتال کی لیڈی آپریٹر نے کال موصول کی۔ عمران نے رسیور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دیا۔

''سن رائز ہسپتال۔ آپریٹنگ ڈیسک۔'' ـــــ لیڈی آپریٹر کی مترنم آواز سنائی دی۔

''جی میں سیٹھ کمالیہ والا بول رہا ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی سیٹھ ہمالیہ والا ایک عجیب مرض میں مبتلا ہے۔ اس کے فوری میڈیکل چیک اپ کے لیے اپائنٹمنٹ چاہیے مگر ارجنٹ۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے آواز کو بھاری پرشکوہ اور نہایت بارعب بناتے ہوئے کہا۔

''لیس سر۔ ون منٹ ہولڈ پلیز۔ میں ڈاکٹر پاشا کے چیف اسسٹنٹ سے آپ کی بات کروا دیتی ہوں۔'' ـــــ لیڈی آپریٹر نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر رسیور پر سریلی موسیقی سنائی دینے لگی۔ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''لیس۔ چیف اسسٹنٹ ٹو ایم ایس ڈاکٹر پاشا فرام سن رائز ہسپتال۔ سر میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔'' ـــــ دوسری طرف سے شائستہ انداز میں کہا گیا۔

''سیٹھ کمالیہ والا بات کر رہا ہوں۔ مجھے اپنے بھائی سیٹھ ہمالیہ والا کے میڈیکل چیک اپ کے لیے اپائنٹمنٹ درکار ہے۔ ارجنٹ اپائنٹمنٹ

پلیز۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے اسی پرشکوہ اور رعب دار آواز میں کہا۔

''لیس سر۔ ڈاکٹر پاشا ایک گھنٹے بعد اپنے چیمبر میں موجود ہوں گے۔ آپ تشریف لے آئیے۔ میں اپائنٹمنٹ نوٹ کر لیتا ہوں۔'' چیف اسسٹنٹ نے شائستگی سے کہا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے تھینک یو کے الفاظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں سن رائز ہسپتال میں ڈاکٹر پاشا کے چیمبر کے ویٹنگ لاؤنج میں پہنچ چکے تھے۔ لیڈی اسسٹنٹ نے اپائنٹمنٹ لسٹ پر نظر دوڑاتے ہوئے دس منٹ انتظار کے لئے کہا۔ عمران اور کیپٹن شکیل اگرچہ اپنے حلیے تراش خراش اور لباس سے نہایت دولت مند سیٹھ دکھائی دے رہے تھے مگر عمران کے چہرے پر نیم پاگل پن کے اثرات تھے اور وہ ہونقوں کی طرح ڈھیلی گردن کے ساتھ اپنے چہرے کو یوں دائیں بائیں خم دے رہا تھا جیسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کسی الگ دنیا میں گھوم پھر رہا ہے۔ ساتھ ہی وہ منہ سے عجیب سی خرخراہٹ کی آوازیں بھی نکال رہا تھا۔

''یہ آپ نے جاسوسی کا دھندہ تو خواہ مخواہ پال لیا ہے عمران صاحب۔ آپ کو تو ہالی وڈ کی فلم انڈسٹری میں ایک ٹاپ اسٹار ایکٹر کی حیثیت سے موجود ہونا چاہیے تھا۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے اس کے مالیخولیا کے مریض کی کامیاب اور بے داغ ایکٹنگ پر پرشوخ انداز میں داد دیتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''خاموش رہو۔ یہ مجرموں کا ہسپتال ہے۔ یہاں دیواروں کے علاوہ آکسیجن کے بھی کان ہوتے ہیں جو براہ راست ڈاکٹروں۔ بلکہ گنج

ڈاکٹروں کی چھٹی حس سے چپکے ہوتے ہیں۔ اگر تمہاری یہ شوخی انہوں نے محسوس کر لی تو ہمارے گردوں کے ساتھ پوری آکسیجن ہی پھیپھڑوں سے نکال باہر کریں گے اور پھر تم ایکسٹو کو نہیں جانتے۔ وہ تمہارا فوراً کورٹ مارشل کر دے گا۔ لہٰذا خاموش بیٹھے رہو۔"۔۔۔۔ عمران نے سرگوشی میں اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل واقعی سنجیدگی سے خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ کچھ لمحے بعد لیڈی اسسٹنٹ نے انہیں ڈاکٹر پاشا کے چیمبر میں بھیج دیا۔ سر سے مکمل طور پر گنجے ڈاکٹر پاشا نے انہیں اپنے سامنے کرسیوں پر بٹھایا اور نہایت مہذبانہ انداز میں ان سے مخاطب ہوا۔

"ڈاکٹر کمالیہ والا۔ اور یہ آپ کے بھائی ہیں ڈاکٹر ہمالیہ والا۔ بہت عجیب سے نام ہیں۔ مگر ہیں نہایت انٹرسٹنگ۔ حکم کیجئے میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں۔"۔۔۔۔ ڈاکٹر پاشا نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر پاشا۔ میرے اس چھوٹے بھائی ہمالیہ والا کو ایک برس سے مالیخولیا کا مرض لاحق ہے۔ پوری دنیا کے بڑے سے بڑے سپیشلسٹ سے رجوع کیا مگر نتیجہ صفر۔ آپ کی کافی تعریف سن رکھی ہے۔ لہٰذا آخری فیصلہ یہی کیا کہ آپ سے ملنا چاہیے۔ فار گاڈ سیک۔ آپ اسے ایڈمٹ کر لیجئے۔ ہاسپٹل چارجز میں ایڈوانس ادا کروں گا۔"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل کا انداز خاصا شاہانہ تھا جبکہ عمران مالیخولیا کے مریض کی کامیاب ایکٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔

"نو پرابلم مسٹر کمالیہ والا۔ آپ کے بھائی کو میں ایڈمٹ کر رہا ہوں۔

پرائیویٹ سپرٹ اپارٹمنٹ آپ کو الاٹ کیا جا رہا ہے اور تفصیلی چیک اپ تو خیر اگلے روز سے ہی شروع ہو سکے گا۔ آپ چارجز کیش کاؤنٹر پر پے کر کے فائل حاصل کر لیجئے۔ او کے۔"۔۔۔۔ ڈاکٹر پاشا نے اپنے لیٹر ہیڈ پر ایڈمیشن آرڈر لکھتے ہوئے کہا اور اسے کیپٹن شکیل کے حوالے کر دیا۔

"او کے ڈاکٹر پاشا۔ امید ہے آپ کے ہسپتال میں ہماری آمد ہمارے لئے تازہ جھونکے کی طرح ہو گی۔"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اٹھتے ہوئے دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ ڈاکٹر پاشا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں چیمبر سے باہر آ گئے۔ ضروری کاغذات کی تیاری کے بعد ہسپتال کے عملے نے انہیں ایک لگژری اپارٹمنٹ میں پہنچا دیا جو ہسپتال کی حدود ہی میں واقع تھا۔ اور یہاں عمران کا علاج کیا جانا تھا۔ اپارٹمنٹ میں ہر قسم کے جدید میڈیکل ایکوئپمنٹ پہلے سے موجود تھے۔ ایک ملحقہ سرونٹ روم میں ایک ادھیڑ عمر اٹینڈنس موجود تھا۔ اس کے علاوہ انٹرکام پر کسی بھی وقت گرل اٹینڈنس کو بلوایا جا سکتا تھا۔ عمران کے کہنے پر کیپٹن شکیل نے ادھیڑ عمر اٹینڈنس کو طلب کیا تو وہ فوراً آ گیا۔

"کیا حکم ہے صاحب۔"۔۔۔۔ اس نے سر کو خم کرتے ہوئے عاجزانہ انداز میں کہا۔

"بابا۔ تمہارا نام کیا ہے۔ اور کتنے عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو۔" کیپٹن شکیل نے شفقت آمیز لہجے میں اس سے پوچھا۔

"میرا نام اللہ رکھا ہے صاحب۔ چار سال سے اس ہسپتال میں کام کر رہا ہوں صاحب۔ کام کیا صاحب۔ خدمت گزاری کرتا ہوں۔ آپ

حکم کریں صاحب۔ کیا چاہیے۔'' ——— اللہ رکھا نے اپنی عاجزی میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں چاہیے۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ اس ہسپتال میں سب ڈاکٹر گنجے ہیں۔'' ——— کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''گنجے۔ ڈاکٹر۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں صاحب۔ میں نے بڑے صاحب کے علاوہ کسی کو گنجا نہیں دیکھا۔'' ——— اللہ رکھا نے حیرانگی سے جواب دیا۔

''اچھا۔ کیا سب مریضوں کو وہ بڑے گنجے ڈاکٹر صاحب ہی چیک کرتے ہیں۔'' ——— کیپٹن شکیل نے مزید پوچھا۔

''جی ہاں۔ پہلے تو وہی چیک کریں گے۔ بعد میں دوسرے ڈاکٹر صاحب چیک کرتے رہیں گے۔ اور وہی علاج بھی کریں گے۔ میں نے تو یہی دیکھا ہے۔'' ——— اللہ رکھا کی حیرانگی بدستور قائم تھی۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ جب ضرورت ہوگی تو بلا لیں گے۔'' ——— کیپٹن شکیل نے کہا اور وہ سلام کر کے سر جھکا کر واپس چلا گیا۔

''کیا خیال ہے عمران صاحب۔ ڈاکٹر پاشا کو اٹھا کر لے جائیں۔ اس کے علاوہ تو کوئی اور گنجا نہیں ہے یہاں پر۔'' ——— کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایسے نہیں۔ پہلے ہسپتال کا ایک راؤنڈ کر لیتے ہیں خفیہ طور پر۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔'' ——— عمران نے پرسوچ لہجے میں جواب

دیا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔

کچھ دیر بعد یہ دیکھ کر کہ اللہ رکھا اٹینڈنس اپنے سرونٹ روم میں خراٹے نشر کر رہا تھا۔ وہ دونوں اپارٹمنٹ سے نکلے اور ہسپتال کی مرکزی عمارت کی طرف چلے گئے۔ اپارٹمنٹ کمپلیکس کی بلڈنگ سے نکل کر وہ ہاسپٹل کے ڈاکٹرز میٹنگ روم کی طرف چلے گئے۔ وہاں ہاسپٹل کے بے شمار ڈاکٹر مختلف میزوں پر بیٹھے آپس میں گفتگو اور صلاح مشوروں میں مصروف تھے۔ ان میں عمران اور کیپٹن شکیل کو دو نوجوان گنجے ڈاکٹر بھی بیٹھے دکھائی دیئے۔ انہوں نے اپنے مخصوص سفید اوور کوٹ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی ان میں سے ایک گنجا ڈاکٹر اٹھ کر خود ہی ان کی طرف آ گیا۔

''سر۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ خیریت تو ہے۔'' ——— اس نے تذبذب کے لہجے میں عمران اور کیپٹن شکیل سے دریافت کیا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میں ہوں سیٹھ کمالیہ والا۔ اور یہ میرا چھوٹا بھائی سیٹھ ہمالیہ والا۔ بدقسمتی سے مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہے۔ ہم یہاں ہاسپٹل کے پرائیویٹ اپارٹمنٹ نمبر تیرہ میں موجود ہیں۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ محض چہل قدمی یا ہواخوری کے لیے باہر نکلے تھے اور ادھر چلے آئے۔ کیا آپ اس وقت سیٹھ ہمالیہ والا کو چیک کر سکتے ہیں۔'' کیپٹن شکیل نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

''دیکھئے۔ ایم ایس ڈاکٹر پاشا کی طرف سے ابھی چیک اپ کا کوئی آرڈر جاری نہیں کیا گیا۔ مگر چونکہ آپ کے بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں

اس لئے میں اپنے طور پر۔ عارضی چیک اپ کئے لیتا ہوں۔ میرا نام ڈاکٹر راحیل ہے۔ آپ براہ مہربانی اپنے اپارٹمنٹ واپس جایئے۔ ضروری ایکوئپمنٹ لے کر ابھی کچھ دیر میں خود آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ نوجوان گنجے ڈاکٹر نے شائستگی سے کہا۔ عمران اور کیپٹن شکیل یہ تو سمجھ گئے تھے کہ وہ بھی اینجل گروپ کا ایک خاص رکن ہے۔ بہرحال کیپٹن شکیل اس کا شکریہ ادا کر کے عمران کے ہمراہ واپس مڑ گیا۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ میں آ گئے۔ اور اب انہیں ڈاکٹر راحیل کی آمد انتظار تھا۔ انہوں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ اب اگلی کارروائی انہیں کیا اور کس طریقے سے سرانجام دینا ہوگی۔ ڈاکٹر کی آمد سے قبل کیپٹن شکیل نے اللہ رکھا کے سرونٹ روم میں داخل ہو کر ایتھر یا گیس کی تیز پھوار سے اسے بے ہوشی کی گہری نیند میں ڈبو دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر راحیل وہاں آ گیا۔

عمران اپنے بیڈ پر چت لیٹا نیم پاگل شخص کی مانند بار بار دیدے پھٹ کر چھت کو گھور رہا تھا اور منہ کو جگالی کرنے کے انداز میں نہایت بے ڈھنگے اور بھونڈے انداز میں چلا رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ یہ کوشش بھی کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں کے کناروں سے تھوڑی بہت رال بھی ٹپکتی رہے تاکہ مالیخولیا کے مریض کی اداکاری بالکل حقیقی معلوم ہو۔ ڈاکٹر راحیل اس کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنا میڈیکل فرسٹ ایڈ باکس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کی آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر ٹارچ کی زرد روشنی سے آنکھوں کے اندرونی حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ عمران نے یونہی دائیں

آنکھ دبا کر منہ سے سیٹی کی آواز نکالی تو ڈاکٹر اس کی اس شرارت پر بے ساختہ مسکرانے پر مجبور ہو گیا۔

''مریض خاصا زندہ دل آدمی ہے۔ مگر آپ کے نام بے حد عجیب ہیں۔ سیٹھ تو آپ بلاشبہ ہیں ہی۔ مگر ساتھ یہ کمالیہ والا اور ہمالیہ والا۔ خاصے تھرلنگ محسوس ہوتے ہیں۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر راحیل نے بے ساختہ مسکراہٹ چہرے پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

''ارے تمہیں کیا معلوم ڈاکٹر۔ میرے بھائی نے کمالیہ والا میں شوگر مل اگائی تھی اور اب میرے بھائی کی کمالیہ والا شوگر ملیں پوری دنیا میں اگ چکی ہیں۔ اگر میرے بھائی کی شوگر ملیں ختم ہو جائیں تو دنیا سے شوگر ہی ختم ہو جائے۔ اور شوگر کے مریض بھی غائب ہو جائیں۔ اور پھر تم جیسے غریب غرباء ڈاکٹرز بھی بھوک سے مرنے لگیں۔ پھر میرے بھائی کو مجبوراً کفن دفن کا کاروبار شروع کرنا پڑے گا اور ان کا نام ہو جائے گا سیٹھ مردے والا۔ سمجھے تم۔''۔۔۔۔ عمران نے نہایت ہی مسخرے پن سے منہ بناتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر راحیل کی مسکراہٹ کھلکھلاہٹ میں بدل گئی۔

''میں سمجھتا ہوں جناب سیٹھ ہمالیہ والا۔ آپ کے بھائی تو لاتعداد شوگر ملوں کی وجہ سے سیٹھ کمالیہ والا ہیں۔ مگر آپ سیٹھ ہمالیہ والا کیسے بن گئے۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر راحیل نے مسکراہٹ بھرے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

''ہمالیہ۔ دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہے ڈاکٹر۔ اور یہ جو کوہ پیمالیہ بکواس کرتے ہیں کہ میں نے اتنے دن میں ہمالیہ سر کر لیا۔ اتنے گھنٹے

میں ہمالیہ پار کر لیا۔ وہ سب فضول بکواس کرتے ہیں۔ ہمالیہ صرف صرف میں نے پار کیا ہے۔ اور وہ بھی صرف ایک رات میں۔'' عمران نے احمقانہ انداز میں رنگ بھرتے ہوئے کہا۔

''صرف ایک رات میں۔ اور وہ بھی ہمالیہ پار کر لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے سیٹھ ہمالیہ والا۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر راحیل نے حیرت زدگی کے انداز میں کہا۔

''ہو کیوں نہیں سکتا۔ عشق میں ڈوب کر تو انسان پیدل سات سمندر پار کر جاتا ہے۔ یہ ہمالیہ کیا چیز ہے۔ دراصل میری محبوبہ مجھے ستانے کے لیے ہمالیہ کی چوٹی پر جا چڑھی تھی۔ بس میں بھی اس کے پیچھے اڑ کر ہمالیہ کی چوٹی پر جا چڑھا اور پوری رات اپنی روٹھی ہوئی محبوبہ کو تلاش کرتا رہا۔ دیوانوں کی طرح ہر غار، ہر وادی میں اسے تلاش کیا اور جب وہ مجھے ملی تو بدقسمتی سے میری آنکھ کھل گئی۔ آہ میری محبوبہ۔''۔۔۔۔ عمران نے ہونقوں کی طرح ایک مایوسانہ ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر راحیل کی ہنسی اب قہقہے میں تبدیل ہو گئی۔

''واہ۔ واہ سیٹھ ہمالیہ والا۔ میں آپ کے اس انوکھے ایڈونچر سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر راحیل نے پے در پے کئی قہقہے اچھالتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا ایڈونچر ہے ڈاکٹر۔ ایڈونچر تو تمہیں اب دیکھنے کو ملے گا۔ اور یہ ایڈونچر دکھائے گا میرا بگ برادر سیٹھ کمالیہ والا۔''۔۔۔۔ عمران نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

''کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر راحیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

''سمجھ جاؤ گے۔ سیٹھ کمالیہ والا سمجھاؤ اسے۔ سمجھاتے کیوں نہیں اسے۔''۔۔۔۔ عمران نے چہکتے ہوئے لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا اور اس نے عقب سے کھڑی ہتھیلی کا ایک مخصوص اور بھرپور وار ڈاکٹر راحیل کی گردن پر کیا۔ وہ اس آفت ناگہانی کے لئے ہرگز تیار نہ تھا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل کے ایک ہی وار سے اس کی گردن ایک سمت کو ڈھلک گئی۔ چند لمحے میں وہ بے ہوشی کی گہری وادی میں اتر چکا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اسے فوراً تھام لیا اور وہ کرسی سے نیچے گرنے سے محفوظ رہا۔

''اب اسے ساتھ لے کر یہاں سے نکلنا ہو گا۔ کیا خیال ہے۔ اسے کندھے پر تم ڈالو گے یا میں۔''۔۔۔۔ عمران نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہو سکتا ہے پارکنگ تک کوئی رکاوٹ پیش آ جائے۔''۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بیڈ کی چادر کھینچ کر بے ہوش ڈاکٹر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اور عمران اثبات میں سر ہلا کر اپارٹمنٹ کے بیرونی خارجی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل بے ہوش ڈاکٹر کو کندھے پر ڈالے اس کے پیچھے تھا۔ عمران نے اپنا ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔

اپارٹمنٹ کے کوریڈور سے گزر کر وہ بیرونی خارجی دروازے پر آ گئے۔ ان کا اپارٹمنٹ گراؤنڈ فلور پر تھا اور پارکنگ ایریا اپارٹمنٹ کے تقریباً سامنے تھا جہاں عمران کی نئی گاڑی کھڑی تھی۔ بیرونی خارجی

دروازے کے باہر ایک پختہ سنگ مرمر کی روش تھی جو سیدھی پارکنگ تک جاتی تھی جو محض چند گز کے فاصلے پر تھی۔ مرمریں روش کے دونوں اطراف سرو کے قد آور ہریالے درخت ایستادہ تھے اور سبزے کے قطعات پھیلے ہوئے تھے جن میں نوع بہ نوع کے درخت اور رنگین پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ بیرونی دروازے سے نکل کر وہ مرمریں روش پر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ ان کے دائیں سمت بیضوی طرز کے تین چار فٹ بلند پردوں کے عقب میں عجیب سی سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ عمران اور کیپٹن شکیل چونک کر برقی کوندے کی مانند اس طرف متوجہ ہوئے۔

''خبردار۔ رک جاؤ۔ اور ہتھیار پھینک کر اپنے ہاتھ سر سے بلند کر لو۔ ہینڈز اپ۔ یاد رکھو تم چار اسٹین گنوں اور ری کائیلس گنز کی زد میں ہو۔ کوئی غلط حرکت تمہیں ایک سیکنڈ میں گولیوں سے چھلنی کر دے گی۔'' پودوں کے عقب سے ایک سنسناتی ہوئی بھاری آواز سنائی دی۔

''کون ہو تم۔ سامنے آؤ''۔۔۔۔ عمران نے بھی پھنکارتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور غیر محسوس انداز میں اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت ریوالور کے ٹریگر پر جماتے ہوئے ایک قریبی قد آور سرو کے درخت کے موٹے تنے کے عقب میں کھسک گیا۔ البتہ کیپٹن شکیل جس کے کندھے پر بے ہوش ڈاکٹر لدا ہوا تھا۔ اب بھی کھلی جگہ پر تھا۔

''فضول بکواس۔ ناٹ ایٹ آل۔ ہتھیار پھینکو۔ اور ہینڈز اپ نظر آؤ۔ صرف ایک سیکنڈ میں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ ہم دودھ پیتے بچے ہیں جو تمہیں اپنا ساتھی اتنی آسانی سے یہاں سے لے جانے دیں۔ اسنجل

گروپ کی عقابی نظریں زمین کی تہیں چیر کر بھی اپنے دشمن کو پاتال سے نکال لاتی ہیں۔ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود کو سرینڈر کر کے ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ ہولناک موت کی بھینٹ چڑھنے کے لیے تیار ہو جاؤ''۔۔۔۔ سنسناتی ہوئی آواز میں مزید تیزی پیدا ہو گئی۔ مگر سامنے کوئی نہیں آیا۔ گھیراؤ کرنے والے بیضوی شکل کے پودوں کے عقب میں پوشیدہ تھے جہاں مکمل تاریکی کا راج تھا۔ جبکہ عمران اور کیپٹن شکیل جس روش پر کھڑے تھے وہاں ہلکی دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ روشنی اس ٹیوب لائٹ سے برآمد ہو رہی تھی جو قریب ہی ایک بلند پول پر نصب تھی۔ عمران نے سرعت سے حرکت کرتے ہوئے ٹیوب لائٹ پر فائر کیا اور سیاہ تاریکی نے وہاں اپنا پردہ تان دیا۔ کیپٹن شکیل اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً عمران کے قریب ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے چلا گیا۔

''یو ڈیم فول۔ اب موت ہی تمہارا مقدر ہے۔''۔۔۔۔ سرو قد بیضوی شکل کے پودوں کے عقب سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی گولیوں کی ہولناک تڑتڑاہٹ ہر سمت گونجنے لگی۔ اسٹین گن اور ری کائیلس گنوں سے گولیوں کی بارش کی جانے لگی اور ان درختوں کی کھال تیزی سے ادھڑنے لگی جن کے عقب میں عمران اور کیپٹن شکیل پناہ گزین تھے۔

''کیپٹن شکیل۔ میں ان لوگوں کو روکتا ہوں۔ تم پارکنگ کی طرف نکلو اور گاڑی کو مین کوریڈور پر لے آؤ۔ شاباش۔ جلدی کرو۔ ایٹ ونس۔''

عمران نے سرگوشی کے لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔ چنانچہ وہ اثبات میں سر ہلا کر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ گھٹنوں کے بل روش پر رینگ رہا تھا جبکہ بے ہوش ڈاکٹر کا وزنی جسم اس کے کندھے پر جھول رہا تھا۔ کیپٹن شکیل کے اپنی پناہ گاہ سے نکلتے ہی عمران نے ریوالور سے درپے کئی فائر حملہ آوروں کی طرف داغ دیئے۔ یک لخت ایک تیز چیخ کی آواز فضا میں گونجی۔ عمران کی فائر کردہ گولی حملہ آوروں میں سے کسی ایک کے جسم میں گھس گئی تھی۔ کیپٹن شکیل انتہائی چابکدستی سے بھاگتا ہوا گوریلا انداز میں پارکنگ ایریا میں کھڑی عمران کی گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ حملہ آوروں کی طرف سے فائرنگ چند لمحوں کے لیے بند ہوئی۔ عمران اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ مختلف جگہوں پر چھپے ہونے کے بجائے ایک ہی جگہ پر موجود تھے۔ چنانچہ عمران انتہائی پھرتی سے زگ زیگ انداز میں کوریڈور کی کارپٹ روڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل بے ہوش ڈاکٹر کو گاڑی کی عقبی سیٹ پر ڈھیر کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ اس نے پھرتی سے گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا اور چند لمحوں میں اسے سڑک پر لے آیا۔ یہ سن رائز ہسپتال کی اندرونی پرائیویٹ روڈ تھی۔ عین اسی لمحے عمران وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ڈرائیونگ سائیڈ کے دوسری سمت کا دروازہ کھولا اور ایک ہی جھٹکے میں گاڑی کے اندر کود گیا۔ دروازہ بند ہونے سے پہلے ہی کیپٹن شکیل نے گاڑی کو مرکزی گیٹ کی جانب دوڑا دیا۔

اچانک بیضوی شکل کے پودوں کے عقب سے چار سائے تیزی سے

نمودار ہوئے اور اندھا دھند سڑک پر دوڑتے چلے آئے جہاں ایک بڑی فورڈ جیپ کھڑی تھی۔ وہ چاروں نہایت پھرتیلے پن سے جیپ میں گھسے۔ اگلے لمحے جیپ کا ہیوی انجن جاگ اٹھا اور وہ عمران کے تعاقب میں لگ گئی۔ کیپٹن شکیل اور عمران کی گاڑی سن رائز ہسپتال کے بیرونی آہنی سلاخوں والے بلندو بالا مین گیٹ کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک سیکورٹی گارڈ تیزی سے مین گیٹ بند کر رہا تھا۔ عمران نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً ایک فائر سیکورٹی گارڈ کی ٹانگ میں دے مارا۔ گولی گوشت پھاڑ کر ٹانگ کے آر پار ہو گئی۔ سیکورٹی گارڈ ایک کربناک دلدوز چیخ کے ساتھ سڑک پر ڈھیر ہو گیا اور ان کی گاڑی آندھی اور طوفان کی رفتار سے مرکزی گیٹ سے باہر نکل گئی۔

حملہ آوروں کی جیپ بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ ان کے تعاقب میں آ رہی تھی۔ عمران نے دیکھ لیا تھا کہ ان چار تعاقب کرنے والوں میں سے ایک شخص سر سے گنجا تھا۔ یعنی اینجل گروپ کا مرکزی رکن۔

”کم بخت۔ کم از کم وگ ہی پہن لے۔ یہ گنجے فرشتے اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کی آہنی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔“ ـــــ عمران نے دانت پیستے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”رانا ہاؤس جانا ہے عمران صاحب۔“ ـــــ کیپٹن شکیل نے فل سپیڈ ڈرائیونگ کرتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”یقیناً۔ رانا ہاؤس۔ میں ان بدبختوں۔ گنجے فرشتوں کی خبر لیتا ہوں۔ کہنے کو تو یہ ڈاکٹر ہیں۔ دنیا کی نظروں میں مسیحا اور فرشتے ہیں۔ مگر اندر

سے مکمل شیطان ہیں۔" ـــــ عمران نے غضب آلود انداز میں اپنی سیٹ کے نیچے سے ایک جدید ٹیلی سکوپ رائفل نکالتے ہوئے کہا۔ اگلے لمحے اس نے کھڑکی سے آدھا دھڑ باہر نکالتے ہوئے رائفل کا رخ تعاقب میں آنے والی جیپ کی طرف کر دیا۔ اور پھر گولیوں کا ایک راؤنڈ بارش کی طرح جیپ سے ٹکرایا۔ عمران نے خاص طور پر اس کے انجن کو نشانہ بنایا تھا۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ عمران کا نشانہ خطا چلا جاتا۔ انجن ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور جیپ نے آگ پکڑ لی۔ آگ کے الاؤ میں گھر کر جیپ لہراتی ہوئی سائیڈ کے آہنی جنگلے سے ٹکرائی۔ یہ جنگلہ ایک پبلک پارک کا تھا۔ جیپ آہنی جنگلے کو روندتی ہوئی پبلک پارک کے ایک وسیع پیراکی کے تالاب میں جا اتری۔ آگ کا ایک بلند الاؤ تالاب سے یوں اٹھ رہا تھا جیسے کسی آئل ٹنل میں آتش زدگی برپا ہوگئی ہو۔

وہ کمرے میں یوں دیوانہ وار پاگلوں کی مانند لہرا رہا تھا جیسے آگ کے دہکتے انگاروں پر ننگے پاؤں چل رہا ہے۔ اس کے سامنے دو رویہ صوفوں پر چھ افراد موجود تھے۔ ان میں سے دو نوجوان سر سے گنجے اور ایک الگ صوفے پر ایستادہ تھا۔ اسی طرح ایک صوفے پر مزید دو شخص چمڑے کی سیاہ کٹ میں ملبوس متفکر انداز میں بیٹھے تھے اور تیسرے صوفے پر بھی دو شخص موجود تھے جن میں سے ایک یقینی طور پر غیر ملکی تھا کیونکہ وہ سیاہ فام تھا۔ افریقی نیگرو، جس کے طویل اور دیوقامت جسم سے صوفے کا کشن بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص تھا اسکندرا۔ ڈیزرٹ اسٹیٹ کی ریاست شاجلہ میں انسانی اعضاء کی وسیع پیمانے پر خریدوفروخت کرنے والے نہایت گھناؤنے اور سنگین ترین مکروہ کاروبار کا بے تاج بادشاہ۔

دیوانگی کی حالت میں ٹہلتا ہوا شخص یک لخت رک گیا۔ وہ اینجل ون۔ سن رائز ہسپتال کا مالک ڈاکٹر پاشا تھا۔ اور اس وقت اس پر شدید

جنونی کیفیت طاری تھی۔ چلتے چلتے وہ اچانک رک گیا اور اپنے قریب صوفے پر بیٹھے گنجے نوجوان کی طرف متوجہ ہوا۔

''اینجل ٹو۔ اور اینجل فور۔ تم دونوں اچھی طرح جان چکے ہو کہ حکومتی خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار ہمیں ٹریس کر چکے ہیں۔ ہم اور ہماری انڈر گراؤنڈ سرگرمیاں ان پر اوپن ہو چکی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے ہمارے ایک اہم ایجنٹ ڈی ایل کو ہلاک کر دیا اور ایک دوسرے ایجنٹ ایس ٹی کو پکڑ کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں لے گئے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی ہمارے خلاف سب سے بڑی کارروائی یہ ہے کہ وہ بھیس بدل کر ہمارے سن رائز ہسپتال میں داخل ہوئے اور نہایت دیدہ دلیری اور کامیابی سے ہمارے اہم ترین ساتھی اینجل تھری کو بے ہوش کر کے اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اب ان نازک حالات میں ہم نہ تو اپنے سن رائز ہسپتال واپس جا سکتے ہیں اور نہ انڈر گراؤنڈ جا کر اپنی خفیہ سرگرمیاں جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان بدبختوں نے ہمیں اچانک کارنر کر کے رکھ دیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب اینجل ٹو کی ناکامی اور ناسمجھی کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ آؤٹ ڈور فیلڈ آپریشن کا انچارج ہونے کی حیثیت سے اس نے کسی خفیہ ایجنسی کے ایجنٹوں کو اپنے گرد گھیرا ڈالتے بر وقت شناخت نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہم کھل کر ان کے سامنے آ چکے ہیں اور ان کا خاص ٹارگٹ ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس مسئلے سے کیسے نمٹا جائے۔ اینجل ٹو۔ تم اس ساری بگڑی ہوئی صورتحال کے ذمہ دار ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ زیادہ دیر تک ہم خود کو کارنر

نہیں رکھ سکتے۔ بولو۔ جواب دو۔''______ڈاکٹر پاشا نے جھلائے ہوئے لہجے میں اینجل ٹو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھتا ہوں چیف۔ خفیہ اداروں کی نظروں میں آ جانے کے بعد اب ہم منظر عام پر رہ کر کام نہیں کر سکتے۔ ہمیں کچھ دیر کے لیے انڈر گراؤنڈ جانا ہو گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بر وقت ان کی نقل و حرکت سے آگاہ نہیں ہو سکا۔ لیکن اب ہم ان کے خلاف اپنا آپریشن بھرپور طریقے سے شروع کر دیں گے۔''______اینجل ٹو نے پریقین انداز میں اپنے چیف اینجل ون کو جواب دیا۔

''ہم زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ یہ آپریشن جلد شروع کر کے ہمیں ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔ ویسے بھی اب ہمیں اپنے ہاسپٹل سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ ان لوگوں نے ہمارا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ پورا سیٹ اپ دوبارہ قائم کرنا پڑے گا۔ اینجل تھری اور ایس ٹی کو بھی ان کی قید سے نکالنا ہے۔ اور یہ سب کام فوراً ہونے چاہئیں۔ ورنہ ہمیں یہ ملک چھوڑ کر نہ جانے کہاں دھکے کھانا پڑیں گے۔ سکندرا یہاں موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا کام بھی چوپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ تم سمجھ رہے ہو اینجل ٹو۔ ہم کتنی شدید مشکلات میں گرفتار ہو چکے ہیں۔''______ڈاکٹر پاشا نے جھلاہٹ بھرے انداز میں چاروں طرف گھومتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''چیف۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو متحرک کر دیا ہے۔ بہت جلد وہ رپورٹ لے کر آنے والے ہیں کہ کن ایجنٹوں نے

ہمار ساتھ ٹکرانے کی جرأت کی ہے۔ اس بات کے معلوم ہوتے ہی ہم اس کے خلاف ایکشن شروع کر دیں گے۔''۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے ٹھوس لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم سب جا سکتے ہو۔ اور اینجل ٹو تم جلد از جلد ٹرانسمیٹر پر مجھے رپورٹ پیش کرو گے۔''۔۔۔۔ ڈاکٹر پاشا نے ہدایت کی اور اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وکٹری کا نشان بنایا۔ اس کے بعد وہ ایک ایک کر کے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ یہ ایک پوش علاقے کا بنگلہ تھا اور ڈاکٹر پاشا نے خفیہ والوں کے ایکشن کے بعد اپنی پہلی کمین گاہ چھوڑ کر اب اس بنگلے کو اپنا خفیہ ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ سکندرا وہیں ڈاکٹر پاشا کے ساتھ رک گیا تھا۔

اینجل ٹو پارکنگ لاؤنج میں کھڑی ایک کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس میں پہلے سے دو مقامی نوجوان موجود تھے۔ ایک ان میں سے ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ دوسرا عقبی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اینجل ٹو سائیڈ کا دروازہ کھول کر کار کی اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔

''کچھ پتہ کیا اے ون۔''۔۔۔۔ اینجل ٹو نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے نوجوان کو کوڈ نمبر سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''یس سر۔ یہ ایکشن علی عمران کا ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ ہم نے سیکرٹ سروس کی ایک خفیہ عمارت رانا ہاؤس کے سامنے واقع ایک پرائیویٹ اپارٹمنٹ سے اپنے خفیہ موڈیم ڈیٹا بنک کے ذریعے رانا ہاؤس کی ایک کال کیچ کی ہے۔ یہ گفتگو رانا ہاؤس کے اندر

سے عمران نے سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے کی تھی۔ اور اس کے مطابق اس آپریشن میں یعنی اینجل تھری کو ہسپتال سے اغوا کر کے لے جانے میں سیکرٹ سروس کے ایک ایجنٹ کیپٹن شکیل نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ اینجل ٹو رانا ہاؤس کے اندر لاک اپ میں ہے۔ اور یقینی طور پر اس کی زبان کھلوانے کی کوشش کی جائے گی۔''۔۔۔۔ اے ون نے رپورٹ دیتے ہوئے بتایا۔

''ہونہہ۔ کیا رانا ہاؤس کے اندر داخل ہو کر اینجل تھری اور ایس ٹی کو آزاد کروایا جا سکتا ہے۔''۔۔۔۔ اینجل ٹو نے تشویش زدہ انداز میں اے ون سے دریافت کیا۔

''ناممکن ہے سر۔ یہ وہ عجیب عمارت ہے جہاں سے ہوا بھی سیکرٹ سروس کی مرضی کے بغیر نہیں گزر سکتی ہے۔ یہ ہر لحاظ سے ایک فول پروف قسم کی عمارت ہے۔ میری معلومات کے مطابق دنیا کے بڑے سے بڑے سیکرٹ ایجنٹ نے ہر قسم کے انوکھے ترین طریقوں سے اس عمارت کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی مگر بری طرح ناکام رہے۔ نامی گرامی دہشت گردوں نے اسے اڑانے اور مسمار کر دینے کی کوشش کی مگر ان کے حصے میں بھی صرف ناکامی ہی آئی کیونکہ دنیا کا جدید ترین ایمونیشن بھی اس پر کوئی اثر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ سوچنا ہی بیکار ہے کہ اینجل تھری اور ایس ٹی کو وہاں سے آزاد کروایا جا سکتا ہے۔''۔۔۔۔ اے ون نے بوجھل آواز میں اینجل ٹو کو آگاہ کیا۔ اس کی بات سن کر اینجل ٹو کے چہرے پر تفکر اور تشویش کے آثار مزید گہرے ہو گئے۔

”تمہارے خیال میں پھر کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں ہر صورت میں اپنے آدمیوں کو نہ صرف سیکرٹ سروس کی قید سے آزاد کروانا ہے بلکہ ان پر ایسی کاری ضرب بھی لگانا ہے کہ وہ خود بخود ہمارے راستے سے ہٹ جائیں۔“ ـــــــ اینجل ٹو نے سرد لہجے میں کہا۔

”اس کے لیے عمران کو سرنیڈر کروانا ہو گا سر۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جب ہم اس ایک شخص یعنی عمران پر قابو پالیں گے تو یقینی طور پر سیکرٹ سروس کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ اور ہم اپنا کام اطمینان سے کریں گے۔“ ـــــــ عقبی سیٹ پر بیٹھے نوجوان نے ٹھوس انداز میں اینجل ٹو کو آگاہ کرتے ہوئے کہا تو وہ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”بی ون۔ یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ یہ بدبخت عمران ہی ہے جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جسم میں دل کی مانند دھڑکتا ہے۔ مگر یہ دھڑکن کیسے بند کی جائے۔ اس کے لئے بھی تو کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کرنا ہو گی۔“ ـــــــ اینجل ٹو نے تیکھے پن سے کہا۔

”سر۔ اس مسئلے کے لیے بھی میں نے ایک حل سوچ لیا ہے اور یہ کہ ہم عمران کے کسی ایسے قریبی شخص کو اغوا کر کے یرغمال کے طور پر عمران کے سامنے لائیں گے جس سے وہ خود بخود سرنڈر کرتے ہوئے ہمارے آدمی چھوڑ دے گا۔ بعد میں ہم اسے قابو کرنے کے لیے مزید کوئی منصوبہ بنا سکتے ہیں۔“ ـــــــ بی ون نے جواب دیا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس کے کسی ایجنٹ کو اغواء کیا

جائے۔“ ـــــــ اینجل ٹو نے قدرے جوش بھرے انداز میں کہا۔

”نہیں سر۔ وہ تو الٹا اسی ایجنٹ کے ساتھ مل کر ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ ایجنٹ کا اغواء فی الحال میرے لئے رسک ہے۔ اس کام کے لیے کسی کمزور اور عام شخص کو ہی اغواء کیا جا سکتا ہے جو ہمارے لئے بھی خطرہ نہ بن سکے۔“ ـــــــ بی ون نے کہا۔

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کسی عام شخص کو رہا کروانے کے لیے عمران اور سیکرٹ سروس ہمارے خطرناک ترین آدمیوں کو کیوں چھوڑیں گے۔“ ـــــــ اینجل ٹو نے اسے گھورتے ہوئے غصے سے کہا۔

”میں آپ کو بتاتا ہوں سر۔ عمران یقیناً دنیا کا خطرناک ترین اور غیر معمولی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ مگر اس کے اندر ایک ایسا انسان بھی ہے جو بے حد رحم دل، ہمدرد اور غمگسار ہے۔ میں پچھلے کئی دنوں سے عمران کی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ ایس ٹی اور ڈی ایل نے جس جگہ عمران پر حملہ کیا تھا وہ دراصل ایک چھوٹا سا چھپر ہوٹل ہے۔ وہاں ایک لڑکا کام کرتا ہے۔ منگو نام ہے اس کا۔ عمران کو ایسے ہی بچوں سے لگاؤ ہے۔ اور یہ لڑکا تو مزدور ہے اس لئے عمران اس سے کچھ زیادہ ہی پیار کرتا ہے۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ اگر ہم اس منگو نامی لڑکے کو اغواء کر کے عمران سے اپنے آدمیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ہمیں یہ کام فوراً کرنا چاہیے سر۔ اس سے پہلے کہ اینجل تھری کو زبان کھولنے پر مجبور کر دیا جائے۔“ بی ون نے پورے یقین سے کہا اور اے ون بھی اس کی تائید میں سر ہلانے لگا۔

''اینجل تھری کی زبان تو خیر وہ نہیں کھلوا سکتے کیونکہ ہوش میں آتے ہی وہ دوبارہ بے ہوشی کی وادی میں چلا جائے گا اور تب اسے کسی طرح بھی ایک خاص وقت سے پہلے ہوش میں واپس نہیں لایا جا سکتا۔ مگر انہیں آزاد کرانے کے لیے یہ آپریشن ہم ابھی شروع کریں گے۔ تم اس چھپر ہوٹل کی طرف چلو'' ــــــ اینجل ٹو نے حتمی لہجے میں کہا۔ چنانچہ اے ون کار اسٹارٹ کر کے بنگلے سے باہر لایا اور اس کا رخ منگو کے چھپر ہوٹل کی طرف کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ چھپر ہوٹل کے باہر پہنچ چکے تھے۔ ہر طرف گہری تاریکی مسلط تھی۔ چھپر ہوٹل میں چارپائیوں پر دو آدمی سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک چھپر ہوٹل کی مالکن اماں تھی جبکہ دوسرا منگو تھا۔ اینجل ٹو نے عقبی سیٹ پر بیٹھے بی ون کو ہدایت کی کہ وہ منگو کو بے ہوش کر کے اٹھا لائے۔ چنانچہ وہ کار سے باہر نکلا اور چھپر ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔

منگو گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ بی ون نے جیب سے ایک سپرے پرفیوم نکالا جس میں بے ہوش کرنے والا کیلا مائن کا لیکوئڈ بھرا ہوا تھا۔ بی ون نے منگو کے چہرے پر سے چادر ہٹا کر پرفیوم کیلا مائن کی پھوار اس کے چہرے پر چھڑکی تو چند ہی لمحوں میں وہ نیند سے بے ہوشی کی وادی میں پہنچ گیا۔ بی ون نے نہایت آہستگی اور بے آواز انداز میں اسے اٹھایا اور واپس آ کر اسے کار کی عقبی نشست پر اپنے ساتھ ڈال دیا اور اس پر چادر تان دی۔ اے ون نے کار موڑ کر اس کا رخ واپس اینجل ون کے نئے خفیہ ٹھکانے کی طرف موڑ دیا جس کا نام ''ریڈ ڈائمنڈ پیلس'' رکھا گیا

تھا۔ اس نے اپنے واچ ٹرانسمیٹر سے اینجل ون سے رابطہ قائم کیا۔

''اینجل ون۔ اٹنڈنگ۔ اوور'' ــــــ ٹرانسمیٹر کا رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے اینجل ون کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اینجل ٹو۔ کالنگ یو باس۔ آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔ اور وہ یہ کہ عمران تک پہنچنے اور اپنے آدمیوں کو اس کی حراست سے آزاد کروانے کے لئے مناسب بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اس وقت ہم آپ ہی کے پاس ریڈ ڈائمنڈ پیلس میں آ رہے ہیں۔ اوور'' ــــــ اینجل ٹو نے نہایت جوشیلے لہجے میں اینجل ون کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا۔

''گڈ۔ میں تمہارا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں اینجل ٹو'' دوسری جانب سے اینجل ون نے سرسراتی آواز میں جواب دیا۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ اینجل ون کے خفیہ ٹھکانے ریڈ ڈائمنڈ پیلس میں داخل ہو چکے تھے۔ اینجل ٹو نے منگو کو اینجل ون کے سامنے پیش کیا جو ابھی بھی بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ سکندرا بھی کمرے میں موجود تھا اور سگار کے مرغولے منہ سے اڑا رہا تھا۔ اینجل ون نے غور سے منگو کا جائزہ لیا اور پھر اینجل ٹو کو ہدایت کی کہ اسے ہوش میں لایا جائے۔ چنانچہ اسے ایک خاص انجکشن دے کر ہوش میں لایا گیا۔ اس اجنبی جگہ اور پراسرار قسم کے ماحول کو دیکھ کر منگو پر دہشت اور سکتہ سا طاری ہو گیا اور وہ بے اختیار رونے لگا۔

''خاموش بیٹھے رہو۔ رونے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں کچھ نہیں

کہا جائے گا۔ چپ رہو۔ ورنہ ایسی ٹھکائی ہو گی کہ نانی دادی سب یاد آ جائیں گی۔''۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔ چنانچہ کمسن منگو سہم کر چپ ہو گیا۔

''اینجل ٹو۔ اگر تمہارے پاس عمران کا پرائیویٹ موبائل نمبر موجود ہے تو اس سے ابھی کنکٹ کر کے میری بات کراؤ۔''۔۔۔۔۔ اینجل ون نے سکندرا کے قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں اینجل ٹو سے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر اے ون کی طرف مڑا۔

''تم نے عمران کا پرائیویٹ نمبر ٹریس کیا تھا۔ اپنے نان رجسٹرڈ نمبر سے اسے کال ملواؤ۔''۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے اے ون کو ہدایت کی۔ چنانچہ اس نے ایک عام سیلولر فون سے عمران کا نمبر ملا کر اینجل ٹو کے حوالے کر دیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے عمران کی پرشوخ آواز سنائی دی۔

''علی عمران، ایم ایس سی، ڈی ایس سی (آکسن)۔''۔۔۔۔۔ اس نے اپنی ڈگریوں کو بلند آواز میں پکارتے ہوئے کہا۔

''ہم جانتے ہیں کہ تم عمران ہی ہو۔ اور یہ جو دم چھلے تمہارے نام کے ساتھ جڑے ہیں ان سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ ہم لعنت بھیجتے ہیں ان پر۔ اب تم ہمارے چیف باس سے بات کرو۔''۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے غراتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور فون اینجل ون کی طرف بڑھا دیا۔

''ذرا غور سے سنو طورخم خان۔ میں اینجل ون بول رہا ہوں۔ یقیناً پہچاننے میں تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔''۔۔۔۔۔ اینجل ون نے

تمکنت بھرے اور بارعب لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اینجل ون۔ یعنی گنجا فرشتہ نمبر ون۔ مگر تم سیدھا سیدھا کیوں نہیں کہتے کہ تم ڈاکٹر پاشا ہو۔ ویسے تمہارا نام پاشا کی بجائے بتاشہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ گول سا سفید پاپڑا ہوتا تو میٹھا ہے مگر دانتوں کی ایک ہی ضرب سے سیدھا حلق سے نیچے معدے میں جا پہنچتا ہے اور پھر آنتوں شانتوں میں سفر کرتا ہوا باہر۔ میرا مطلب ہے کہیں غائب ہو جاتا ہے۔ بے چارہ بتاشہ۔''۔۔۔۔۔ عمران کی زبان چل پڑی۔

''اس گھسے پٹے اپنے الف ب کے قاعدے کو بند کر کے اپنے نوشتہء دیوار کا قصہ غور سے سنو۔ اور قصہ یہ ہے کہ تمہارا وہ ننھا منا دوست جس کا نام منگو ہے۔ اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ ابھی تمہاری اس سے بات بھی کرواتا ہوں۔ لیکن پہلے میرا یہ حکم اپنی کھوپڑی کے اندر فٹ کر لو کہ اگر تمہیں اس کی زندگی عزیز ہے تو پھر اس کے بدلے تمہیں اینجل تھری اور ایس ٹی کو آزاد کرنا ہو گا۔ ورنہ تمہارے ننھے دوست کی معصوم سی روح ایک منٹ کے وقفے سے راکٹ کی طرح آسمان کی طرف پرواز کر جائے گی۔''۔۔۔۔۔ اینجل ون نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

''گنجے فرشتوں کے سردار۔ کہنے کو تو تم ایک مسیحا ہو جو واقعی انسانی فرشتہ ہی ہوتا ہے۔ مگر تم تو شیطان سے بھی بدتر بن گئے ہو۔ پہلے تم انسانوں کے جسم سے گردے نکال کر انہیں موت کے منہ میں دھکیل دیتے تھے۔ مگر اب تم نے معصوم بچوں کی روحوں کو بھی ان کے جسموں سے الگ کرنے کا مکروہ دھندہ شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا میں تم پر لعنت ہی بھیج سکتا

ہوں۔"—— عمران نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"اپنی چونچ بند کرو اور اپنے دوست سے بات کرو اور فیصلہ کرو کہ کیا چاہتے ہو۔ اس کی موت یا زندگی۔"—— اینجل ون نے سرد لہجے میں جواب دیا اور پھر فون منگو کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اپنے دوست عمران سے بات کرو۔ میرا خیال ہے وہ کئی مرتبہ تمہارے چھپر ہوٹل پر کھانا کھا چکا ہے۔"—— اینجل ون نے تلخ انداز میں کہا۔ منگو نے کانپتے ہاتھوں سے فون لے کر کان سے لگا لیا۔

"صاب۔ میں بول رہا ہوں۔ منگو۔ صاب۔ یہ لوگ مجھے اٹھا کر نہ جانے کہاں لے آئے ہیں۔ میں تو صاب اماں کے پاس سو رہا تھا۔ مجھے ان لوگوں سے بچاؤ صاب۔ خدا کے لئے بچاؤ۔ یہ بہت ظالم لوگ ہیں۔" منگو نے تھر تھر کانپتی آواز میں عمران سے کہا۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا منگو۔ بے فکر رہو۔ فون اس گنجے کو واپس دو۔ میں اس گنجے سے بات کرتا ہوں۔"—— عمران نے منگو کو دلاسہ دیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا اور منگو نے سراسیمگی کے ساتھ فون اینجل ون کی طرف بڑھا دیا۔

"ہاں بولو۔ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔"—— اینجل ون نے ترش لہجے میں کہا۔

"ایک معصوم زندگی کو بچانا میرے نزدیک زیادہ اہم ہے گنجے شیطان۔ منگو کے بدلے میں تمہارے درندہ صفت ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا۔ اب بکو کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔"—— عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سنو۔ ساحل سمندر کے پرائیویٹ سٹی ٹرمینل نمبر سات کے سامنے ہمارا گولڈن شپ سمندر کے اندر لنگر انداز ہے۔ تم ایک بوٹ پر میرے ساتھیوں اینجل ٹو اور ایس ٹی کو لے کر اس گولڈن شپ پر آ جاؤ۔ اپنے ساتھیوں کے بدلے منگو کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ مگر کسی ہوشیاری یا چالاکی کی صورت میں تم منگو کی لاش بھی حاصل نہ کر سکو گے۔ یہ بات غور سے سن لو کہ تم تنہا ہو گے اور تمہارے ساتھ میرے اصل ساتھی ہونا چاہیے۔ یہ چیز اپنے دماغ سے نکال دو کہ میرے ساتھیوں کے بھیس میں تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں یا کسی اور کو اپنے ساتھ لے آؤ گے اور ہم شناخت نہ کر سکیں گے۔ ہم اپنے ساتھیوں کو سات پردوں میں بھی پہچان سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات اپنی گرہ میں باندھ لو کہ تمہارے ساتھ میرے اصلی ساتھی ہی ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اگر ہم پر حملہ کرنے یا ہمیں گھیر گھار کر قابو کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ فضول کوشش ہو گی اور ردعمل کے طور پر نہ صرف تم منگو سے ہاتھ دھو بیٹھو گے بلکہ شدید نقصان بھی اٹھاؤ گے۔ ہم نے یہاں سے نکل جانے کے لئے اپنے خفیہ محفوظ راستے پہلے ہی تلاش کر لئے ہیں۔ لہٰذا تم میرے ساتھیوں کے ساتھ تنہا گولڈن شپ کی طرف آؤ گے۔ تمہاری بوٹ پر پیلے رنگ کا فلیگ ہونا چاہیے۔ اسی طرح ہم تمہیں دیکھ کر زرد روشنی سے اپنے گولڈن شپ کی طرف آنے کا سگنل دیں گے۔ یہ سب باتیں اچھی طرح نوٹ کر لو۔ اور ٹھیک دو گھنٹے بعد تمہیں وہاں پہنچنا ہو گا۔ اوکے۔"—— اینجل ون نے سخت انداز میں مکمل ہدایات سے عمران کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ میں مقررہ وقت پر پہنچ رہا ہوں۔"۔۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور ٹیلی فون کا رابطہ منقطع کر دیا۔

"اینجل ٹو۔ ہمیں عارضی طور پر پاکیشیا چھوڑنا ہوگا۔ ہم سکندرا کے ہمراہ کچھ عرصہ کے لئے ڈیزرٹ اسٹیٹ میں چلے جائیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے سکندرا۔ ان نازک حالات میں میرا فیصلہ درست ہے۔" اینجل ون نے سکندرا سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میرے خیال میں موجودہ حالات میں تمہارا فیصلہ ٹھیک ہے اینجل ون۔ میں ڈیزرٹ اسٹیٹ میں تمہیں پورا تحفظ فراہم کروں گا۔ لیکن ایک تو یہ کہ تم منگو کو کسی صورت عمران کے حوالے نہیں کرو گے۔ اسے ہم اپنے ساتھ ڈیزرٹ اسٹیٹ لے جائیں گے۔ وہاں بچوں کے گردوں ہی کی نہیں بلکہ کیمل ریس کے لئے کمسن بچوں کی بے حد مانگ ہوتی ہے اور یہ منہ مانگی قیمت پر فروخت کئے جا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ تمہیں اپنی ٹیم کے ساتھ جلد واپس آنا ہوگا۔ ہم اپنے انڈر گراؤنڈ بلیک بزنس کو زیادہ دیر تک بند نہیں رکھ سکتے۔"۔۔۔۔ سکندرا نے جواباً کہا۔

"تم فکر مت کرو سکندرا۔ میں تمام معاملات کو تیزی سے سنبھال لوں گا۔ فی الحال تو ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا اور پھر وہ اینجل ٹو کی طرف مڑ گیا۔

"تم اینجل فور اور فائیو کو فوراً گولڈن شپ پر پہنچنے کی ہدایت کرو۔ وہ ہمارے ساتھ ڈیزرٹ اسٹیٹ جائیں گے۔ اور نیٹ ورک کے باقی لوگوں کو عارضی طور پر گراؤنڈ ہونے کا حکم دو۔ اب ہم جلد از جلد یہاں سے

نکل رہے ہیں۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور اینجل ٹو اثبات میں سر ہلا کر ٹرانسمیٹر پر رابطے کرنے میں مصروف ہو گیا۔
اینجل ون اور سکندرا ایک کار میں وہاں سے بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اینجل ٹو بھی منگو کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ پرائیویٹ ٹرمینل نمبر سات کے سامنے سمندر کے اندر تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک بڑا بحری جہاز گولڈن شپ لنگر انداز تھا جو کہ سکندرا کا ذاتی بحری جہاز تھا۔ وہ ٹرمینل پر اینجل فور اور فائیو کی آمد کے منتظر تھے۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی وہ ایک موٹر بوٹ میں گولڈن شپ کی طرف روانہ ہو گئے۔

عین مقررہ وقت پر ساحل سمندر کے ٹرمینل نمبر سات کے سامنے اچانک ایک چھوٹی موٹر بوٹ نمودار ہوئی جس پر ایک ییلو فلیگ لہرا رہا تھا۔ اینجل ون اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گولڈن شپ کے عرشے پر کھڑا ایک دوربین سے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ بوٹ پر عمران کے علاوہ اینجل تھری اور ایس ٹی موجود تھے۔ اینجل ون نے دوربین سے بغور ان کا جائزہ لیتے ہوئے دوربین اینجل ٹو کی طرف بڑھا دی۔

"ذرا تم بھی جائزہ لے لو۔ سگنل دینے سے پہلے یہ اطمینان کرنا ضروری ہے کہ کیا یہ اصلی اینجل تھری اور ایس ٹی ہیں۔ ان کے بہروپ میں کوئی اور تو نہیں ہے۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے کہا اور اینجل ٹو دوربین لے کر موٹر بوٹ پر سوار افراد کا جائزہ لینے لگا۔ عمران بوٹ خود چلا رہا تھا۔ اینجل ٹو نے عقابی نظروں سے ان تینوں کا جائزہ لیا اور پھر اپنے چیف باس اینجل ون کی طرف متوجہ ہوا۔

"میرے خیال میں اینجل تھری اور ایس ٹی اصلی ہیں۔ ہمیں [illegible] دے دینا چاہیے۔" ـــــــ اینجل ٹو نے مطمئن لہجے میں کہا چنانچہ اینجل ون نے اے ون کو سگنل دینے کا اشارہ کیا اور وہ ایک ہلکی سرچ لائٹ سے موٹر بوٹ کی طرف زرد روشنی کا سگنل دینے لگا جس کا مطلب تھا کہ موٹر بوٹ گولڈن شپ کے قریب آ سکتی ہے۔ عمران کی موٹر بوٹ گولڈن شپ کے قریب آ کر رک گئی۔ اینجل تھری بوٹ کی ایک سیٹ پر بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا جبکہ ایس ٹی آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اینجل ون نے گولڈن شپ کے عرشے سے ایک میگا فون پر عمران کو آگاہ کیا کہ اس کے آدمی نیچے بوٹ پر آ رہے ہیں۔ اور وہ اینجل تھری اور ایس ٹی کو جہاز کے اوپر لے آئیں گے۔ ساتھ ہی اس نے عمران کو متنبہ کیا کہ اگر اس نے کوئی چالاکی دکھائی یا مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو نہ صرف منگو کو ہلاک کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے گا بلکہ عمران کی موٹر بوٹ کو بھی ہینڈ گرنیڈ سے تباہ کر کے سمندر میں ڈبو دیا جائے گا۔

عمران اینجل ون کی اس دھمکی کے جواب میں خاموش رہا۔ چنانچہ اینجل ون نے اے ون اور بی ون کو حکم دیا کہ وہ نیچے موٹر بوٹ پر جا کر اینجل تھری اور ایس ٹی کو اوپر لے آئیں۔ وہ ایک سیڑھی کے ذریعے تیزی سے نیچے آئے اور بے ہوش اینجل تھری کو سہارا دے کر اوپر لے گئے۔ ایس ٹی کو عمران نے زنجیروں سے آزاد کر دیا تھا چنانچہ وہ خود سیڑھی چڑھ کر گولڈن شپ کے عرشے پر چلا گیا۔ اینجل ون جہاز کے عرشے کی ریلنگ پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جونہی اس کے آدمی اوپر چلے گئے تو اس

نے میگا فون پر بلند آواز سے عمران کو مخاطب کیا۔

"تم کافی تماشا کر چکے ہو عمران۔ تم نے ہمیں بھیانک ہاتھ دکھائے ہیں۔ ہمارے پورے سسٹم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے تم نے۔ اب ہماری باری ہے کہ تم سے حساب کتاب برابر کر لیا جائے۔ اپنے بھیانک حشر کے لئے تیار ہو جاؤ۔" ـــــــ یہ کہتے ہوئے اینجل ون نے مڑ کر پاس کھڑے اینجل ٹو کو اشارہ کیا اور اس نے ایک ہینڈ گرنیڈ کی سیفٹی پن کھینچ کر اسے عمران کی موٹر بوٹ پر اچھال دیا۔ عمران کے لئے یہ غیر متوقع صورتحال نہیں تھی بلکہ وہ اس کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ چنانچہ ہینڈ گرنیڈ کے موٹر بوٹ سے ٹکرانے سے پہلے ہی وہ برق رفتاری سے سمندر میں کود چکا تھا۔ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور موٹر بوٹ بھک سے اڑ کر تنکوں کی مانند سمندر میں بکھرتی چلی گئی۔ وہاں جا بجا آگ کے مرغولے اور سیاہ دھوئیں کے بادل اٹھتے نظر آنے لگے۔

دھماکہ ہوتے ہی گولڈن شپ کے چہار اطراف سے یکا یک کئی آبدوزیں اچانک سمندر کے اندر سے نمودار ہوئیں۔ ان میں سیکرٹ سروس کے ممبران موجود تھے۔ اور عمران انہیں اپنے ساتھ ہی لے کر آیا تھا۔ سمندر میں کودنے کے بعد عمران سطح آب پر ابھر آیا اور ایک سرچ لائٹ پنسل ٹارچ سے اپنے قریب موجود آبدوز کو مخصوص سگنل دیا۔ اس آبدوز کا اوپری حصہ سیپ کی مانند کھلتا چلا گیا اور عمران نہایت تیزی سے آبدوز کے اندر چلا گیا۔ اگلے لمحے سیپ نما خول بند ہو گیا۔ اس میں صفدر سوار تھا۔ عمران نے واچ ٹرانسمیٹر پر دوسری آبدوزوں میں موجود سیکرٹ سروس کے

ممبران کو گولڈن شپ کو گھیرے میں لے کر بمبارمنٹ کا حکم دے دیا۔ چند ہی لمحوں میں آبدوزوں سے گولڈن شپ پر تارپیڈو بم برسائے جانے لگے۔

ہولناک دھماکوں کے ساتھ گولڈن شپ کے چاروں طرف آگ الاؤ بلند ہونے لگے۔ اس کے بیرونی آہنی حصوں میں جگہ جگہ بہت بڑے سوراخ ہوتے چلے گئے تھے۔ گولڈن شپ جو پرسکوت انداز میں لنگر انداز تھا بری طرح لرزنے لگا۔ اینجل ون اور اس کے ساتھیوں کو شاید اس قدر اچانک اور ہولناک حملے کی توقع نہ تھی۔ وہ شدید گھبراہٹ اور تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ اینجل ون نے جوابی حملے کا حکم دیا اور اس کے ساتھی ان آبدوزوں پر ہینڈ گرنیڈز پھینکنے لگے۔ مگر یہ حملے بیکار تھے۔ کیونکہ وہ جدید آبدوزیں ہر قسم کے گولہ بارود سے محفوظ تھیں۔ بلٹ اور بم پروف آبدوزوں پر پھینکے گئے ان کے دستی بم پٹاخوں سے زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکے۔ دیکھ کر اینجل ون نے اپنے ساتھیوں کو گولڈن شپ چھوڑ کر بھاگنے کا حکم دیا۔ کیونکہ گولڈن شپ اب تباہی کے بالکل قریب تھا۔

''صفدر۔ فائرنگ روک دو۔ میرے خیال میں یہ لوگ اب فرار کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں۔ ان کا گولڈن شپ اب ڈوبنے والا ہے۔ مگر اس سے پہلے ہمیں منگو کو ان کی حراست سے آزاد کروانا ہو گا۔'' عمران نے صفدر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہ فرار کیسے ہوں گے عمران صاحب۔ ان کا جہاز چاروں طرف سے ہمارے گھیرے میں ہے۔ میرے خیال میں انہیں سرینڈر کرنا

پڑے گا۔'' ــــــ صفدر نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ناممکن ہے صفدر۔ انہوں نے فرار ہونے کے لئے کوئی نہ کوئی بندوبست ضرور کیا ہو گا۔ تم آبدوز کو ذرا قریب لے جاؤ۔ میں کسی طریقے سے جہاز پر جانے کی کوشش کروں گا۔'' ــــــ عمران نے کہا۔ چنانچہ صفدر اپنی آبدوز کو پانی کے اندر اتار کر گولڈن شپ کے مزید قریب لے جانے لگا۔ گولڈن شپ کے قریب صفدر نے آبدوز کا اوپری خول کھول دیا اور عمران منہ پر آکسیجن ماسک لگائے باہر آ گیا۔ وہ پانی کے اندر ہی اندر تیزی سے گولڈن شپ کی طرف جانے لگا۔ لیکن جونہی وہ گولڈن شپ کے قریب پہنچا اور پانی سے باہر آیا تو ایک گن شپ ہیلی کاپٹر تیزی سے جہاز کے عرشے پر سے فضا میں بلند ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہیلی کاپٹر فضا کی بلندیوں میں چلا گیا اور پھر نظروں سے اوجھل ہونے لگا۔ عمران تیزی سے سیڑھی چڑھ کر جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ اس کے پیچھے کئی ممبران بھی آبدوزوں سے نکل کر جہاز کے عرشے پر چڑھ آئے تھے۔ فائرنگ رک چکی تھی۔

عمران اور دیگر ممبران تیزی سے جہاز کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ انہیں خاص طور پر منگو کی تلاش تھی۔ مگر جہاز پر کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ گنجے فرشتے منگو کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اب گولڈن شپ تیزی سے سمندر کی تہہ میں اتر رہا تھا۔

سن وانز ہاسپٹل کی تلاشی لے کر اسے مکمل طور پر سیل کر دیا گیا تھا۔ پانچوں اینجل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پاکیشیا سے فرار ہو چکے تھے۔ عمران اس وقت سر سلطان کے آفس میں ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ سر سلطان بھی اس طرح گنجے فرشتوں کے فرار پر تشویش میں مبتلا تھے اور ان کی جلد گرفتاری کے لئے عمران سے بات کر رہے تھے۔

''ان گنجے فرشتوں کے فرار پر صدر مملکت بھی پریشان ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس واقعہ پر سخت احتجاج کیا ہے۔ ان کی وجہ سے پاکیشیا کو سخت سبکی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس داغ کو دھونے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انہیں جلد گرفتار کر لیا جائے۔''۔۔۔۔ سر سلطان نے پریشانی اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے ان باتوں کا اندازہ ہے جناب۔ میری معلومات کے مطابق وہ ڈیزرٹ اسٹیٹ کی طرف فرار ہوئے ہیں۔ لیکن آپ فکرمند نہ ہوں۔

انہیں گرفتار کرنے کی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ جلد ہی وہ قانون کے آہنی شکنجے میں ہوں گے۔''۔۔۔۔ عمران نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''اگر میری طرف سے کسی مدد کی ضرورت ہو تو تم مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو۔ حکومت پاکیشیا اس اہم ترین آپریشن کے لئے ہر مدد فراہم کرے گی۔''۔۔۔۔ سر سلطان نے اس سے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''اگر ایسی کوئی ضرورت ہوئی تو آپ سے ضرور رابطہ کروں گا۔'' عمران نے جواب دیا اور پھر مصافحہ کر کے سر سلطان کے آفس سے باہر آ گیا۔

ساحل سمندر سے تقریباً ایک کلومیٹر سمندری ناٹ پر پہاڑ نما جزیرہ تھا جس کی چوٹی پر ایک خوشنما سفید براق محل بنایا گیا تھا۔ یہ محل سکندرا کی ملکیت تھا اور اس وقت اس محل کے طویل و عریض نہایت طلسماتی انداز میں سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں چند لوگ سرخ مخملیں صوفوں پر آمنے سامنے دھواں اڑاتے قہوے کی بلوریں پیالیاں تھامے بیٹھے تھے۔ سکندرا ان کے سامنے ایک مرکزی صوفے پر ریشمی چادر اوڑھے نیم دراز تھا۔ سامنے بیٹھے افراد میں پانچوں اینجل اور ان کے چند اہم ایجنٹ شامل تھے۔ سکندرا کے چہرے پر درشتگی اور غیض وغضب کے تاثرات طاری تھے۔

''اینجل ون۔ اگر ہم پاکیشیا میں اپنی انڈرگراؤنڈ سرگرمیاں دوبارہ شروع نہ کر سکے تو پھر ہمیں یہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر کہیں اور

غائب ہو جانا چاہیے۔ یہ محل ہی نہیں بلکہ شاجلہ میں اپنے صحارا فائیو اسٹار ہوٹل اور تمام مال و دولت سے بھی مجھے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ تم لوگوں کی غفلت نے میرا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے اور مجھے لگ رہا ہے کہ اب ہمیں اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فٹ پاتھ پر آنا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ یہ گھناؤنا خواب حقیقت بن جائے تمہیں فوراً کچھ کرنا ہوگا۔ اپنا آپریشن جلد از جلد شروع کرو۔ ڈیزرٹ اسٹیٹ میں انسانی ڈائمنڈز کی مانگ تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے اور ہمیں ہر حال میں اسے پورا کرنا ہوگا۔'' سکندرا نے اپنے سامنے بیٹھے اینجل ون سے مخاطب ہوتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں خود بھی تم سے زیادہ پریشان ہوں سکندرا۔ کیونکہ آپریشن کو جاری رکھے بغیر خود ہمارے پاس جینے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھنے کے بجائے ہم اس آپریشن کو پاکیشیا کے شمالی علاقوں میں شروع کر دیں۔''—— اینجل ون نے جواب دیا۔

''پاکیشیا کے شمالی علاقے۔ تم وہاں یہ آپریشن کیوں شروع کرنا چاہتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ وہاں قبائلی لوگ رہتے ہیں جو غیر تعلیم یافتہ اور نہایت غربت کا شکار ہیں۔''—— سکندرا نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے بالکل ٹھیک سنا ہے سکندرا۔ وہ واقعی غربت زدہ، ان پڑھ اور ناسمجھ ہیں۔ اور اسی لئے ہم اپنا آپریشن وہاں شروع کر دیتے ہیں۔ وہ

آسانی سے ہمارے ہتھے چڑھ جائیں گے اور جب حالات سازگار ہوں تو ہم اس آپریشن کو واپس پاکیشیا کے بڑے شہروں میں لے آئیں گے۔ میں نے پوری پلاننگ تیار کر لی ہے۔''—— اینجل ون نے پر یقین لہجے میں سکندرا کو آگاہ کیا۔

''تو پھر دیر کیوں۔ تم اپنے آپریشن کا یہ نیا پلان فوراً شروع کرو۔ کیونکہ میری پارٹیاں نئے ڈائمنڈز کے لئے بے حد متذبذب ہیں۔ ہمارا کام ایسی عجیب نوعیت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ ہمیں دولت کے حصول کے علاوہ اپنی پارٹیوں کو بھی مطمئن رکھنا ہوگا۔ ورنہ ہمارے لئے کہیں کوئی پناہ نہ ہوگی۔''—— سکندرا نے بے لچک انداز میں کہا اور اینجل ون خاموشی سے اثبات میں سر ہلانے لگا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ تمہارے لئے میں نے اپنے صحارا انٹرنیشنل فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرنے کا بندوبست کر رکھا ہے۔ اور تم کسی بھی وقت ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو۔''—— سکندرا نے کہا۔ چنانچہ اینجل ون اپنے باقی ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ ایک لانچ میں وہ پہاڑی جزیرے سے بندرگاہ کی پرائیویٹ ٹرمینل پر اترے اور وہاں موجود اپنی مرسیڈیز گاڑی میں شاجلہ اسٹیٹ کے ایک پرشکوہ ہوٹل میں پہنچ گئے۔ ان سب کو وہاں الگ الگ کمرے الاٹ کئے گئے تھے۔ اینجل ون اپنے چاروں ماتحتوں کے ساتھ اپنے سوئٹ میں آ گیا۔ وہ پانچوں گنجے فرشتے سوئٹ کی نشست گاہ میں بیٹھ گئے۔

''کل اس آپریشن کو شروع کرنے کے لیے اینجل ٹو اور اینجل تھری

اپنے آدمیوں کے ساتھ پاکیشیا کے ناردرن علاقوں میں جائیں گے ان
لوگ وہاں موجود اپنے دوسرے آدمیوں کے ساتھ آپریشن شروع کر
گے۔ اس کی منصوبہ بندی ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ
مجھ سے رابطے میں رہو گے۔ اور یاد رکھو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس شکاری
کتوں کی طرح ہماری خوشبو سونگھتی پھر رہی ہے۔ ان سے تم خود کو ہر حال
میں پوشیدہ رکھو گے۔''۔۔۔۔۔ اینجل ون نے انہیں ہدایت کرتے ہوئے
کہا۔ پھر وہ سب اس آپریشن پر مزید غور وفکر کرنے لگے۔ پھر وہ سب
وہاں سے اٹھ کر اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اینجل ٹو کو اس نئے آپریشن
کا انچارج مقرر کیا گیا تھا۔ لباس تبدیل کر کے وہ اپنے کمرے سے نکلا
اور گراؤنڈ فلور پر واقع ڈانسنگ ہال میں چلا گیا۔ ڈانسنگ فلور پر کئی نوجوان
ڈانسرز مغربی موسیقی پر ہوشربا رقص میں مصروف تھیں۔ اینجل ٹو نے اپنے
لئے مخصوص میز سنبھال کر ویٹر کو طلب کیا اور اپنے لئے ہاٹ ڈرنک طلب
کی۔ جو فوراً ہی سرو کر دی گئی۔ ابھی وہ پہلے جام کی چسکیاں لے رہا تھا
کہ ایک عجیب حلیے کا نوجوان کلب کے ڈانسنگ ہال میں داخل ہوا۔ وہ
سیاہ فام تھا۔ اس کے بال کسی چیل کے گھونسلے کی طرح اس کے سر پر پھیلے
ہوئے تھے۔ جسم پر ایک سنہری رنگ کا ڈھیلا ڈھالا چوغہ نما لبادہ اس کے
مضحکہ خیز روپ کو نمایاں کر رہا تھا اور اس پر طرہ یہ کہ اس کے ساتھ اسی
حلیے کا ایک دیو قامت باڈی گارڈ بھی تھا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور
دوسرے میں ایک چھوٹی سی حقہ نما چلم تھی جس کے پائپ سے گولڈن کلر
کے لبادے والا اس کا سیاہ فام آقا کش کھینچ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ دیو

قامت گرانڈیل باڈی گارڈ بھی سیاہ فام ہی تھا۔ سنہری لبادے والے نے
اینجل ٹو کے قریب ہی ایک میز سنبھال لی اور نہایت طمطراق سے کرسی پر
ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اس کا سیاہ فام نیگرو باڈی گارڈ اس کے قریب ہی
مودب کھڑا ہو گیا۔ ہال میں بیٹھے لوگ نہایت حیرت زدہ نظروں سے ان
کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے نہایت بارعب انداز میں تمام لوگوں کو
نظر انداز کرتے ہوئے ویٹر کو طلب کیا تو وہ تیزی سے لپک کر ان کے
قریب آ گیا۔

''تم جانتے ہو ہم کون ہیں۔ میرا خیال ہے تم نہیں جانتے۔ ہمارا نام
ہے پرنس آف ڈھمپ۔ افریقہ کی امیر ترین ریاست کے ارب پتی
شہزادے پرنس آف ڈھمپ۔ دولت کے انبار ہماری باندی اور سونے
چاندی کے پہاڑ ہمارے غلام ہیں۔ سمجھ گئے اور تمہارا منیجر اس بات کو اچھی
طرح جانتا ہے۔ ہم انجوائے کرنے یہاں آئے ہیں۔ فوراً ہمارے لئے
بلوریں گلاس، برف اور ٹنس لے کر آؤ۔ جلدی۔ ہم اپنا ڈرنک خود کریں
گے۔''۔۔۔۔۔ سیاہ فام پرنس آف ڈھمپ نے جو عمران کے علاوہ اور کون
ہو سکتا تھا۔ نہایت پرشکوہ اور بھاری آواز میں ویٹر کو حکم دیتے ہوئے کہا۔
اس کے ساتھ باڈی گارڈ کے روپ میں جوزف موجود تھا۔ اور وہ گنجے
فرشتوں کی تلاش میں روپ بدل کر یہاں آیا تھا۔

''یس سر۔ میں ابھی مطلوبہ اشیاء پیش کرتا ہوں۔ کیا آپ ڈرنک نہیں
لیں گے۔''۔۔۔۔۔ ویٹر نے مہذب انداز میں پوچھا۔

''ڈرنک۔ کیسی ڈرنک۔ تمہاری واہیات ڈرنکس انسانی گردے فیل کر

دیتی ہیں۔ میرے پاس اپنی افریقی جڑی بوٹیوں سے کشید کی ہوئی بھنگ موجود ہے جو جسم کو طاقت اور گردوں کو تقویت عطا کرتی ہیں۔ میں ان مصنوعی ڈرنکس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ لہٰذا جو طلب کیا ہے صرف وہی لے کر آؤ۔ جاؤ۔'' ـــــ عمران نے نخوت سے کہا اور ویٹر سر جھکا کر واپس چلا گیا اور جب وہ واپس آیا تو عمران کے اشارے پر جوزف نے اپنے کندھے پر جھولتے ایک چرمی تھیلے سے ایک سنہری صراحی برآمد کی اور اس میں سے ایک سیال مادہ سا عمران کے سامنے رکھے گلاس میں انڈیل کر چٹی سے برف کے چند ٹکڑے اس میں ڈال دیئے۔ سب لوگ نہایت حیرت زدگی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ کچھ کے چہروں پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ خاص طور پر جب عمران نے چلم سے کش کھینچا تو ان کی مسکراہٹ بے ساختہ انداز میں قہقہے میں تبدیل ہوگئی اور عمران غصیلے انداز میں انہیں گھورنے لگا۔ پھر وہ یکا یک اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

''تم لوگ پاگلوں کی طرح قہقہے کیوں لگا رہے ہو۔ یہ جو تم تھری پیس سوٹ اور نکٹائیاں لگائے چھکتے ہوئے یہاں بیٹھے ہو کان کھول کر سن لو۔ ایسی بے ہودہ چیزیں میرے ملازم بھی استعمال نہیں کرتے۔ میں چاہوں تو ابھی پورا ہوٹل خرید کر تم سب کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دوں۔ اگر عزت پسند ہے تو خاموشی سے بیٹھو اور اپنے کام سے کام رکھو۔ لگڑ بگڑ کہیں کے۔'' ـــــ عمران نے شدید برہمی کے انداز میں کہا اور اس کا لہجہ اور انداز اس قدر شاہانہ تھا کہ سب لوگوں کو اچانک سانپ سونگھ گیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ چند لمحوں کے لئے تو ڈانسنگ فلور پر تھرکتی ڈانسرز بھی

عمران کے طمطراق سے سہم کر رہ گئی تھیں۔

''کیا یہاں کوئی افریقی رقاصہ نہیں ہیں۔ میں ان فضول ڈانسرز کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔'' ـــــ عمران نے منہ بگاڑتے ہوئے باآواز بلند کہا تو ڈانسنگ ہال کا انچارج لرزتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''پرنس۔ معافی چاہتے ہیں۔ فی الحال تو یہاں ایسا کوئی انتظام نہیں۔ مگر آپ کی خواہش پر اگلے روز اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔'' ـــــ اس نے دوزانو ہوتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور جواباً عمران نے مسکراتے ہوئے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے تشکر آمیز انداز میں نوٹ لے کر جیب میں رکھ لیا اور عمران کا شکریہ ادا کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ اسی لمحے اچانک عمران نے اینجل ٹو کی طرف دیکھا جو وہسکی کی چسکی لیتا ہوا دلچسپی سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اوہ۔ اس جدید ترین دور میں بھی گنجے لوگ۔ ویری سیڈ۔'' عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں کہا اور بے ساختہ اٹھ کر اینجل ٹو کی میز پر آ گیا۔

''اگر برا نہ مانو تو میں یہاں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں۔'' ـــــ عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

''وائے ناٹ پرنس۔ مجھے خوشی ہو گی۔'' ـــــ اینجل ٹو نے شائستگی سے کہا اور عمران دھم سے اس کے سامنے کرسی پر براجمان ہو گیا۔ جوزف بھی اس کے ساتھ ہی چلا آیا تھا۔ عمران نے اپنے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ بھر کر چلم کا کش کھینچ کر دھویں کا ایک چھلہ ہوا میں اچھال دیا۔

"بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ۔ مگر آپ یہ کیا پی رہے ہیں پرنس" انجیل ٹو نے خوشگوار حیرت کے ساتھ عمران سے پوچھا۔

"بھنگ۔ افریقی قدرتی جڑی بوٹیوں کا اصلی رس۔ اور یہ چلم۔ تمباکو سگار اعظم۔ تمہیں شاید ان چیزوں کے بارے میں علم نہیں۔ لیکن علیحدگی میں ملو گے تو ان مقوی چیزوں کے بارے میں تمہیں بتاؤں گا۔ اور ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے انڈے کے چھلکے جیسے سر پر ایک بال بھی نہیں ہے۔ آخر تم نے اس ماڈرن دور میں ایسی چمکتی ہوئی ٹنڈ کیوں کروا رکھی ہے۔" ——— عمران اپنے احمقانہ روپ میں واپس آ چکا تھا۔

"نہیں پرنس۔ میں نے اپنے سر کے بال خود نہیں اتروائے۔ یہ قدرتی طور پر غائب ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے قدرت کے کاموں میں ہم کوئی دخل نہیں دے سکتے۔" ——— انجیل ٹو نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہے۔ لیکن میرے پاس ایسی نادر افریقی جنگلی بوٹیاں موجود ہیں جن کے تیل کی مالش سے تمہارے سر کے بال چند دن میں واپس لوٹ سکتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔" ——— عمران نے پریقین لہجے میں کہا تو انجیل ٹو اس کی بات سن کر چونک سا گیا۔

"اوہ پرنس ویل ڈن۔ اگر واقعی ایسا ہے تو کیا وہ آئل مجھے مل سکتا ہے۔" ——— انجیل ٹو نے جذباتی انداز میں کہا۔

"کیوں نہیں۔ تم جیسے اسمارٹ اور خوبصورت نوجوان کے سر پر پورے بال ہونے چاہئیں۔ میں یہ بوٹی آئل ابھی تمہیں پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے لیے تمہیں میرے سوئٹ میں چلنا ہوگا۔" ——— عمران نے کھلے

دل سے کہا۔

"کیوں نہیں پرنس۔ میں ابھی آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔" ——— انجیل ٹو نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"تو پھر چلو۔ نیکی کے کام میں دیر کیسی۔ پانڈو۔ ہمارے دوست کو سوئٹ میں لے کر آؤ۔" ——— عمران نے اٹھتے ہوئے جوزف سے کہا۔

انجیل ٹو نے فوراً اپنا جام میز پر رکھ دیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ ڈانسنگ ہال سے نکل کر وہ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل پر آ گئے اور پھر ایک عالی شان سوئٹ میں داخل ہوئے۔ جوزف نے سوئٹ کا داخلی دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ وہ سوئٹ کے بیڈ والے حصے میں آ گئے۔ عمران نے انجیل ٹو کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنا چغہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔" ——— عمران نے ایک کبٹ کی طرف بڑھتے ہوئے انجیل ٹو سے کہا۔

"نام۔ ہاں۔ آپ مجھے کراؤن کہہ سکتے ہیں پرنس۔ آپ کا اپنا کراؤن۔" ——— انجیل ٹو نے کھلکھلا کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"واہ۔ کیا وجہ تسمیہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے تمہیں سر آنکھوں پر۔ نہیں بلکہ سر پر بٹھانا چاہیے کیونکہ کراؤن تو سر پر ہی اچھا لگتا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کبٹ سے شیشے کی ایک بوتل نکال کر واپس انجیل ٹو کے قریب آ گیا۔ اس میں سرمئی رنگ کا ایک سیال سا بھرا ہوا تھا۔ عمران یہ بوتل لے کر انجیل ٹو کی طرف بڑھا۔

"اس میں سے تھوڑا سا آئل ہتھیلی پر ڈال کر سر پر لگا لو مسٹر کراؤن۔

صبح تک تمہارے سر پر ایک درجن سے زائد بال نمودار ہو جائیں گے۔"۔۔۔۔۔ عمران نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

"آنریبل پرنس۔ اگر آپ اجازت دیں تو یہ آئل میں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اپنے کمرے میں جا کر مالش کرلوں گا۔ صبح ڈائننگ ہال میں بریک فاسٹ پر آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔ بریک فاسٹ آپ میرے ساتھ کیجئے۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"مسٹر کراؤن۔ میں فائیو سٹار ہوٹل کے فضول بریک فاسٹ کو پسند نہیں کرتا۔ افریقی گائے کا دودھ اور پپیتے کی چٹنی کھاتا ہوں۔ تم یہ آئل ابھی میرے سامنے اپنے گنجے سر پر لگاؤ تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سوری پرنس۔ دراصل میں ایک ڈاکٹر بھی ہوں۔ لہٰذا اس آئل کے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد یہ معلوم کر کے کہ یہ میرے لئے مفید ہے تب میں ضرور اسے استعمال کروں گا۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے لجاجت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ڈاکٹر۔ واؤ۔ تو تم ڈاکٹر بھی ہو۔ ڈاکٹر تو ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ایک گنجے فرشتے ہو۔ لیکن تمہارے چہرے سے تو ایسا لگتا ہے کہ تم گنجے شیطان ہو۔"۔۔۔۔۔ عمران نے شوخی سے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب پرنس۔ آپ مجھے گنجا شیطان کہہ رہے ہیں۔ یہ سراسر میری توہین ہے۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"بکومت۔ تم اصل میں گنجے شیطان ہو اور میں تمہاری تلاش میں ہی

یہاں آیا ہوں۔ اب فوراً بک دو کہ باقی گنجے شیطان کہاں ہیں اور یاد رکھو۔ شور مچانے یا احتجاج کرنے کی صورت میں کم از کم چھ عدد گولیاں ایک سیکنڈ سے کم وقت میں تمہاری کھوپڑی کے آر پار ہو جائیں گی۔" عمران نے اپنے لباس کے اندر سے ریوالور برآمد کرتے ہوئے سلگتی ہوئی آواز میں کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ تت۔ تم عمران ہو۔ تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اب میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا اور سیال مادے کی بوتل عمران پر کھینچ ماری۔ عمران برق رفتاری سے ایک طرف ہٹ گیا اور بوتل سامنے دیوار پر جا لگی اور شیشے کی کرچیاں دور تک بیڈ میں پھیل گئیں۔ جوزف جو قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے چھوٹے حقے کی چلم اینجل ٹو پر دے ماری اور اس کے ساتھ ہی اس نے تلوار کو دستے کی طرف سے اس کے گنجے سر پر مارا۔ اس سے پہلے کہ تلوار کا دستہ اینجل ٹو کے سر پر لگتا۔ اینجل ٹو ایک طوفانی چھلاوے کی مانند اپنی جگہ سے اچھل چکا تھا۔ جوزف کی تلوار کا دستہ زوردار دھماکے سے کرسی کی پشت سے جا ٹکرایا۔

اینجل ٹو عمران سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ جوزف کے حملے سے بچتے ہی وہ پھرتیلے پن سے عمران کی طرف پلٹا اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک چھوٹی سی گیند جیب سے نکال کر عمران پر دے ماری۔ گیند عمران کے سینے سے ٹکرائی۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور گیند پٹاخ سے پھٹ گئی۔ عمران کمر کے بل زمین پر گرا۔ اس کے سینے پر زخم ہو گیا تھا اور

گوشت کے جلنے کی سرانڈ پورے کمرے میں پھیل گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی انتہائی کثیف سیاہ دھواں بھی ہر طرف پھیل گیا اور ہر چیز اس میں چھپ گئی۔ جوزف اندازے سے اس طرف لپکا جہاں اینجل ٹو کھڑا تھا۔ مگر اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ جوزف محض دیوار سے ٹکرا کر رہ گیا اور اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ سیاہ کثیف دھواں چھٹنے میں کچھ دیر لگی۔ عمران فرش پر بے ہوش پڑا تھا اور اس کے سینے کا زخم خاصا کاری تھا۔ سینے کا وہ حصہ جل چکا تھا۔ جبکہ اینجل ٹو وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

جوزف نے تیزی سے اٹھ کر بے ہوش پڑے عمران کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور تیزی سے باہر نکل کر اسے ایک دوسرے سوئٹ میں لے گیا۔ کیپٹن شکیل پہلے سے وہاں موجود تھا۔ عمران کو اس حالت میں وہاں دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔

”خیریت تو ہے۔ یہ کیا ہو گیا۔“ ------ کیپٹن شکیل نے شدید تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

”دشمن کا حملہ۔ ہم اسے قابو کرنے گئے تھے مگر الٹا اس کا وار چل گیا۔“ ------ جوزف نے غصیلے انداز میں کہا اور پھر مختصراً کیپٹن شکیل کو اینجل ٹو کے تازہ واقعہ سے آگاہ کر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمارے یہاں کے مقامی ایجنٹ کی اطلاع بالکل درست تھی کہ اینجل اپنے آدمیوں کے ساتھ اس ہوٹل میں موجود ہیں۔ اور لازمی طور پر اب وہ ہماری طرف سے چوکنا ہو گئے ہیں۔ تم نے بہت اچھا کیا ہے کہ عمران صاحب کو فوراً یہاں لے آئے ہو۔ اینجلز ضرور

وہاں پھر اٹیک کریں گے لہٰذا اب وہاں واپس جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس سوئٹ کو فوری طور پر چھوڑ دینا چاہیے۔ تم ضروری اشیاء وہاں سے لے آؤ۔ اس وقت تک میں عمران صاحب کو ہوش میں لانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں۔“ ------ کیپٹن شکیل نے جوزف سے کہا۔ چنانچہ جوزف اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے نکلا اور محتاط انداز میں گردوپیش کا جائزہ لیتا ہوا واپس عمران کے سوئٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چوکنا انداز میں سوئٹ تک آیا۔ اس کی گہری نظریں گردوپیش پر لگی ہوئی تھیں کہ کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا یا اس کی تاک میں تو نہیں۔ اطمینان کرنے کے بعد وہ تیزی سے بیرونی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ عمران کی کچھ ضروری اشیاء نشست گاہ اور بیڈ روم میں موجود تھیں۔ جوزف کا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ محتاط قدموں سے خود کو بے حد چوکس رکھتے ہوئے بیڈ روم کی طرف جا رہا تھا۔ مگر اچانک نشست گاہ کے صوفے کے عقب سے ایک گرانڈیل دیو قامت شخص نکل کر سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور ٹھوڑی پر چھوٹی سی داڑھی تھی اور حلیے سے وہ مکمل طور پر ڈیزرٹ اسٹیٹ کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک ری کائیلس رائفل موجود تھی۔ جوزف چونک کر اس کی طرف مڑا تو اسی لمحے بیڈ روم کے اندر سے ایسی ہی شکل و شباہت کے مزید دو شخص نمودار ہو کر سامنے آ گئے۔ وہ دونوں بھی ری کائیلس رائفلوں سے مسلح تھے۔

”اپنا ریوالور نیچے پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ کوئی مزاحمت یا ہوشیاری

تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔“ ——— صوفے کے عقب سے برآمد ہونے والے سیاہ چشمہ پہنے ہوئے نووارد نے سختی سے جوزف کو حکم دیا۔ جوزف عقابی نظروں سے انہیں گھور رہا تھا۔ مگر اسے دو اطراف سے گھیرا جا چکا تھا اور فی الوقت وہ واقعی کوئی مزاحمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ مگر اتنی آسانی سے ہتھیار پھینک کر خود کو دشمن کے حوالے کر دینا بھی جوزف کی سرشت میں شامل نہیں تھا۔ وہ خونخوار گینڈے کی مانند منہ سے جھاگ اڑاتا سامنے والے دونوں مدمقابلوں کی طرف بڑھا۔

”خواہ مخواہ موت کے منہ میں مت گھسو۔ ہتھیار پھینک کر خاموشی سے سرنیڈر کر جاؤ۔ اس صورت میں تمہاری زندگی محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ بھیانک موت تمہارا مقدر بن جائے گی۔“ ——— ان میں سے ایک نے تیز آواز میں پھنکارتے ہوئے کہا۔

”یہ میرا سوئٹ ہے۔ تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ بغیر اجازت یہاں گھسے چلے آئے۔ میں تمہارا جسم نچوڑ کر تمہارا پورے کا پورا خون پی جاؤں گا۔“ ——— جوزف نے بری طرح ڈکراتے ہوئے کہا۔

”تم دھوکے سے ہمارے باس کو یہاں لا سکتے ہو اور اس کی جان لینے کی کوشش کر سکتے ہو تو کیا ہم بغیر اجازت یہاں آ کر بدلہ نہیں لے سکتے۔ اب تم مزید فضول بکواس مت کرو اور اپنا یہ کھلونا نیچے گرا کر ہمارے حکم پر بلا چوں چراں عمل کرو۔“ ——— سیاہ چشمے والے نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ جوزف کے چہرے پر سوچ کی لکیریں عود کر آئی تھیں۔ چند لمحے بعد کچھ سوچ کر اس نے اپنا ریوالور قالین پر پھینک دیا مگر ہاتھ بلند نہیں کیے۔

”شاباش۔ عام نیگروز کے برعکس تم کافی سمجھدار ہو۔ اب اسی عقلمندی کے ساتھ اپنے ہینڈز بھی اپ کر دو۔ ہم وعدہ کر رہے ہیں کہ تم سے برا سلوک نہیں کریں گے۔ بس تمہیں خاموشی کے ساتھ ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ دور نہیں۔ اسی ہوٹل کے ایک سوئٹ میں۔ ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخر تم نے ہم پر حملہ کیوں کیا۔“ ——— سیاہ چشمے والے نے اپنے لہجے کو نرم بناتے ہوئے کہا۔

”مجھے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ تم جہاں کہتے ہو میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر تم اپنی ضد پر قائم رہے تو پھر تمہیں میرے ساتھ خونی ٹکراؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔“ ——— جوزف نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ تینوں رائفل بردار نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر سیاہ چشمے والا چند قدم آگے بڑھ آیا۔ جوزف مزید چوکنا ہو چکا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر تم ہاتھ نہیں اٹھاتے تو پھر میں انہیں تمہاری پشت پر عارضی طور پر باندھ رہا ہوں۔ اب اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو ہماری تینوں رائفلوں کی ان گنت گولیاں تمہارے جسم کے آر پار ہو جائیں گی۔ سمجھے۔ خاموش اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔“ ——— سیاہ چشمے والے نے غراتے ہوئے جوزف کو دھمکی دی اور پھر اپنی پتلون کی بیلٹ نکال کر جوزف کی طرف بڑھنے لگا جبکہ اس کے دونوں ساتھیوں نے جوزف کو اپنی رائفلوں کی زد میں لے لیا تھا۔ جوزف خاموشی سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس کے جسم میں ایک خاص تناؤ آ چکا تھا۔ سیاہ چشمے والا پشت کی

طرف جوزف کے قریب آیا تو اچانک جوزف پلک جھپکنے کے مختصر ترین وقت میں عجیب میکانکی انداز میں گھوما۔ اس کا فولادی بازو عقب میں موجود سیاہ چشمے والے کی گردن کے گرد کس گیا اور ایک برقی جھٹکے سے اچھل کر جوزف کے سینے سے چپک کر رہ گیا۔ اس کے ہاتھ میں موجود رائفل چھوٹ کر اڑتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی اور صوفوں کے درمیان گر کر نظر سے اوجھل ہو گئی۔ وہ جوزف کے فولادی حصار میں مچلنے لگا مگر جوزف کی بے پناہ جسمانی قوت کے سامنے وہ جھاگ کی مانند ڈھلک گیا۔ جوزف نے اس کی گردن پر ذرا سا دباؤ ڈالا تو اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکل آئیں اور تمام کس بل ڈھیلے پڑ گئے۔

''سرینڈر اب مجھے نہیں بلکہ تمہیں کرنا ہو گا لفنگو۔ پھینکو اپنی رائفلیں اور کان پکڑ کر صوفے پر بیٹھ جاؤ۔ صرف آدھا منٹ۔ اس کے بعد میں کیا کروں گا اس کے بارے میں تم صرف ایک ہیبت ناک خواب ہی دیکھ سکتے ہو۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے بری طرح پھنکارتے ہوئے حکم دیا۔ دونوں مدمقابلوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے تھے۔ جوزف کے حکم پر انہیں اپنی رائفلیں پھینکنا پڑیں اور کانوں کو پکڑ کر قریبی صوفے پر بیٹھ گئے۔ جوزف سیاہ چشمے والے یرغمالی کو سینے سے چپکائے الٹے قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ اس کی عقابی نظریں سامنے صوفے پر موجود اپنے دونوں دشمنوں پر جمی ہوئی تھیں کہ اگر وہ کوئی غلط حرکت کریں تو جوزف فوراً جوابی وار کر سکے۔

بیرونی دروازے کے قریب پہنچ کر جوزف نے ایک ہاتھ پیچھے کر کے

لاک کھولا اور پھر دروازے کا پٹ کھول کر باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحے کوئی نوکیلی چیز اس کی پشت سے آ لگی۔ وہ چونک کر مڑا مگر اسی لمحے ایک فولادی گھونسہ اس کے منہ پر پڑا۔ اس کا اوپری ہونٹ پھٹ گیا اور خون کی دھار بہہ نکلی۔ اس کے پیچھے ایک اور دشمن موجود تھا جس کے ہاتھ میں بھی رائفل موجود تھی۔ اس نے گھونسہ مارتے ہی زوردار دھکے سے جوزف کو دروازے کے اندر دھکیل دیا اور خود بھی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

''یو بلڈی سوائین۔ تم نے وارننگ کے باوجود یہ فضول حرکت کر کے اپنی موت کو للکارا۔ لہذا اب موت ہی تمہارا مقدر ہو گی۔''۔۔۔۔۔ نو وارد دشمن نے زہر آلود لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی رائفل کا دستہ جوزف کے سر سے ٹکرایا۔ چٹاخ کی تیز آواز کے ساتھ جوزف کے سر پر زوردار ضرب لگی اور وہ خون میں نہا کر لڑکھڑاتا ہوا قالین پر ڈھیر ہو گیا۔

''اس پاگل ہاتھی کی مشکیں کس دو۔ جلدی اور یہاں سے نکلو۔ اینجل تو ہمارا انتظار کر رہا ہے۔''۔۔۔۔۔ نو وارد حملہ آور نے تحکمانہ لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور انہوں نے پھرتی سے زخمی پڑے جوزف کو قابو کر کے چمڑے کی بیلٹوں سے کس دیا اور پھر گردن سے دبوچ کر گھسیٹے ہوئے باہر لے آئے۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک قریبی لفٹ کے ذریعے جوزف کو اوپری منزل پر لے گئے اور پھر ایک سوئٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں اینجل تو نشست گاہ میں نہایت طیش کی حالت میں ٹہل رہا تھا۔ ایک دیوار پر ٹی وی سکرین نصب تھی جس پر عمران کے سوئٹ کا وہ

منظر دکھائی دے رہا تھا جہاں سے وہ جوزف کو قابو کر کے لائے تھے۔

''اس کا دوسرا ساتھی عمران کہاں ہے۔'' ـــــ اینجل ٹو نے غیظ و غضب سے لرزتی آواز میں کہا۔

''اسی ہوٹل کے کسی سوئٹ میں ہے۔ مگر یہ بات صرف اس نیگرو ہی کو معلوم ہے کہ وہ کس سوئٹ میں ہے۔'' ـــــ سیاہ چشمے والے نے جوزف کے پیٹ پر انتہائی نفرت سے ایک زوردار ٹھوکر رسید کرتے ہوئے کہا۔

''پہلے اس کے سر کی مرہم پٹی کر دو۔ پھر میں اس سے بات کرتا ہوں۔'' ـــــ اینجل ٹو نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔ چنانچہ ان میں سے ایک فرسٹ ایڈ بکس لے آیا اور جوزف کے سر پر مرہم لگا کر پٹی باندھ دی۔ وہاں زخم کے ساتھ ایک بڑا گومڑ بھی ابھر آیا تھا۔

''اے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹ جوزف ہو۔ اس وقت تم ہماری گرفت میں ہو اور تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ جو تم سے پوچھا جائے صاف صاف بتا دو۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارا ساتھی عمران کہاں ہے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ وہ اسی ہوٹل میں ہے مگر کہاں ہے؟ یہ تمہیں بتانا ہوگا۔ اور یہ بھی کہ تمہارے ساتھ اور کون سے ساتھی ہیں۔ سچ بول کر اپنی جان بچاؤ۔'' ـــــ اینجل ٹو نے سرد لہجے میں جوزف سے کہا۔

''اپنے باس کی حفاظت کے لیے ایک جان تو کیا۔ ہزاروں جانیں بھی قربان کرنا پڑیں تو کم ہیں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔ مارنا چاہتے

ہو تو مار دو۔'' ـــــ جوزف نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے کہا۔

''نیگرو ہوتے ہی پاگل ہیں۔ لیکن ہمیں بھی مخالف کی زبان کھلوانے کے طریقے معلوم ہیں۔ اور وہ سب تم پر نہیں آزمائے جائیں گے۔ کیونکہ تم ایک دو جھٹکوں میں ہی ڈھیر ہو جاؤ گے۔'' ـــــ اینجل ٹو نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ پھر وہ اپنے ایک ساتھی کی طرف متوجہ ہوا۔

''ٹرانسمیٹر لے کر آؤ۔ پہلے میں اینجل ون سے بات کر لوں۔ اس کے بعد اس نیگرو کی قسمت کا فیصلہ کروں گا۔'' ـــــ اینجل ٹو نے نخوت سے کہا۔ چنانچہ وہ اندرونی کمرے سے ایک ٹرانسمیٹر اٹھا کر لے آیا۔ اینجل ٹو نے اس پر ایک فریکوئنسی سیٹ کی اور جلد ہی اس کا رابطہ اپنے باس اینجل ون سے قائم ہو گیا۔

''اینجل ون اٹنڈنگ۔ اوور۔'' ـــــ دوسری طرف سے اینجل ون کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''یس باس۔ اینجل ٹو کالنگ یو۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چند ایجنٹ ہماری تلاش میں یہاں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے ہم پر یہاں ہوٹل میں اٹیک بھی کیا ہے۔ مگر وہ ہمیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا سکے بلکہ الٹا ہم نے عمران کو خاصا زخمی کر دیا ہے اور اس کے خاص باڈی گارڈ جوزف کو قابو کر لیا گیا ہے مگر عمران کو اس نے ہوٹل ہی میں غائب کر دیا ہے اور اب اپنی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ اوور۔'' ـــــ اینجل ٹو نے جوشیلے انداز میں اینجل ون کو آگاہ کیا اور پھر مختصراً تمام واقعہ سے بھی اسے آگاہ کر دیا۔

"میرا خیال ہے وہ اتنی آسانی سے زبان نہیں کھولے گا۔ لہٰذا اسے کسی نہ کسی طریقے سے یہاں سکندرا کے پہاڑی جزیرے والے محل میں لانا ہوگا۔ باقی کام سکندرا خود کر لے گا۔ اور ہاں۔ اس عمران کی طرف سے تم بے حد محتاط رہنا۔ یہ ایک ایسا کیڑا ہے جو کسی بھی سوراخ سے اچانک نمودار ہو کر تمہیں ڈنک مار سکتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا ڈسا ہوا کبھی پانی نہیں مانگتا۔ لہٰذا اس سے محفوظ رہ کر کسی خفیہ راستے سے یہاں آؤ۔ اوور۔"۔۔۔۔۔ اینجل ون نے اینجل ٹو کو خصوصی تاکید کرتے ہوئے کہا۔

"لیس باس۔ میں جلد از جلد اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اوور۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا اور پھر اینجل ون نے اوور اینڈ آل کہہ کر دوسری طرف سے ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا۔

"اس نیگرو کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس کا منہ بند کر دو۔ عقبی خفیہ راستے سے ہم یہاں سے نکلیں گے۔ جلد از جلد سکندرا کے ٹھکانے پر پہنچنا ہے۔"۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ انہوں نے جوزف کا منہ بند کر دیا جبکہ اس کے ہاتھ اور جسم کو پہلے ہی بیلٹوں سے جکڑا جا چکا تھا۔ چنانچہ وہ اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے سوئٹ کے عقبی دروازے سے باہر نکلے اور خفیہ زینوں سے جوزف کو نیچے لے آئے۔ ان میں سے ایک پہلے ہی لینڈ کروزر پارکنگ ایریا سے نکال کر وہاں لے آیا تھا چونکہ یہ سکندرا کا ذاتی ہوٹل تھا اس لئے کسی سیکورٹی گارڈ

کو وہاں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ جوزف کو لینڈ کروزر میں عقبی سیٹ پر دو آدمیوں نے اپنے گھیرے میں لے کر بٹھایا۔ پھر لینڈ کروزر حرکت میں آئی اور ہوٹل کے ایریئے سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہاں ایک پرائیویٹ ٹرمینل پر سکندرا کی ذاتی لانچ موجود تھی۔ جوزف سمیت وہ سب لینڈ کروزر سے نکل کر لانچ میں سوار ہو گئے اور وہ فوراً ہی سکندرا کے سمندری حدود کے اندر واقع پہاڑی جزیرے کے سفید محل کی طرف روانہ ہو گئی۔

ساحل سمندر سے سکندرا کا پہاڑی جزیرہ صرف ایک سمندری ناٹ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ تھوڑی دیر میں ہی وہاں پہنچ گئے۔ سکندرا کے سکیورٹی گارڈز نے لانچ سے انہیں سفید محل کے اندر سکندرا کے سپیشل چیمبر میں پہنچا دیا جہاں سکندرا کے ساتھ اینجل ون ان کا منتظر تھا۔ جوزف کو ان کے سامنے ایک کرسی پر گھسیٹ دیا گیا۔ اینجل ون اور سکندرا نے طنزیہ نظروں سے جوزف کی جانب دیکھا۔

"عمران کا باڈی گارڈ۔ جوزف۔ آہنی ہڈیوں سے بنا ہوا افریقی گینڈا۔ مگر اب اسے ہر حال میں اپنی زبان کھولنا پڑے گی۔"۔۔۔۔۔ اینجل ون نے کرختگی سے کہا۔

"اس افریقی گینڈے کو میرے تھائی چیتے کے سامنے لے جاؤ۔ یہ اسے دیکھ کر یوں زبان کھولے گا جیسے کوئی چڑیا کا بچہ خونخوار اژدہے کو دیکھ کر چیں چیں کرنے لگتا ہے۔ لے جاؤ اسے۔"۔۔۔۔۔ سکندرا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔ چنانچہ اینجل ٹو کے

آدمیوں نے مل کر اسے اٹھایا اور کھینچتے ہوئے باہر لے گئے۔ سکندرا اور اینجل ون بھی ان کے پیچھے آ گئے۔ سکندرا کے سفید محل کی بیرونی سمت ایک اور عمارت تھی جس میں ایک بڑے سے تالاب میں نہایت خونخوار مگرمچھ رینگ رہے تھے۔ عمارت کے اندر کئی طویل و عریض کمرے تھے جن کے آہنی سلاخوں والے دروازوں کے دوسری طرف خونخوار درندے نظر آ رہے تھے۔ جوزف کو ایک ایسے پنجرے کے سامنے لایا گیا جس کے اندر ایک خونخوار چیتا دہاڑ رہا تھا۔

"آدم خور چیتا۔ انسانی گوشت چبا کر اسے جو سکون نصیب ہوتا ہے وہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ اب تم خود فیصلہ کرو نیگرو گینڈے کہ عمران اور اپنے دیگر ساتھیوں کے بارے میں زبان کھولو گے یا اس خونی چیتے کی خوراک بننا پسند کرو گے۔"۔۔۔۔ سکندرا نے زہر پاش نظروں سے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔ مگر جوزف کے چہرے پر کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ مکمل طور پر پرسکون نظر آ رہا تھا۔

"تمہارے اس خونی چیتے کی میں ٹانگیں چیر کر رکھ دوں گا۔ کھولو میرے ہاتھ۔"۔۔۔۔ جوزف نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اس قدر غرور و تکبر۔ ٹھیک ہے۔ اس نیگرو گینڈے کو ہمارے خونخوار چیتے کے سامنے ڈال دو۔ دیکھتے ہیں کہ کس میں کتنی پاور ہے۔" سکندرا نے تمکنت بھرے انداز میں کہا۔ چنانچہ وہاں موجود چیتے کے ٹرینر نے آگے بڑھ کر آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول دیا اور اینجل ٹو کے آدمیوں نے جوزف کے ہاتھ کھول کر اسے پوری قوت سے دھکیلتے ہوئے

پنجرے کے اندر پھینکا اور دروازہ بند کر دیا۔ جوزف کو اندر دیکھ کر پنجرے میں موجود چیتا خونخوار انداز میں دہاڑتا ہوا جوزف پر جھپٹا۔ اس نے اپنے دونوں پنجے جوزف کے سینے پر گاڑھنے کی کوشش کی مگر زخمی ہونے کے باوجود جوزف بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور خونی چیتا اپنی ہی جھونک میں آگے نکل گیا۔ قبل اس کے کہ وہ واپس پلٹا کھاتا جوزف بجلی کے کوندے کی مانند اس پر جھپٹا۔ اس نے خونی چیتے کی پچھلی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور پوری طاقت سے اسے ایک دائرے میں گھماتے ہوئے ایک زوردار دھماکے سے دیوار پر دے مارا۔ ٹکراؤ اس قدر زوردار تھا کہ چیتے کے بھاڑ جیسے منہ سے دلخراش دہاڑیں نکلنے لگیں اور وہ اذیت زدہ انداز میں لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ اسی لمحے جوزف پھر تیزی سے ہوا میں اچھلا اور سیدھا خونی چیتے کے اوپر آن گرا۔ چیتے نے اپنے دانتوں کو جوزف پر گاڑھنے کی کوشش کی مگر جوزف نے چیتے کی موٹی گردن پکڑی اور اسے مروڑ ڈالنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کرنا شروع کر دی مگر چیتے نے اچانک ایک بھرپور انگڑائی لینے والے انداز میں اچھلتے ہوئے جوزف کو اپنے جسم پر سے دور اچھال دیا۔

اینجل ون اور سکندرا کے ساتھ دیگر لوگ سانس روکے مبہوت انداز میں یہ خونخوار مقابلہ دیکھ رہے تھے۔ جوزف چیتے کے اوپر سے اڑ کر ہوا میں اچھلتا ہوا کئی فٹ دور فرش پر جا گرا۔ خونی چیتا دھاڑتا ہوا اچھل کر جوزف پر حملہ آور ہوا مگر جوزف غافل نہیں تھا۔ وہ پھرتیلے پن سے پلٹا کھا گیا اور چیتا دھماکے سے ٹھیک اس جگہ ڈھیر ہو گیا جہاں ایک لمحہ پہلے

جوزف موجود تھا۔ اس کے فرش پر گرتے ہی جوزف اچھل کر اس پر چڑھ بیٹھا۔ چیتا پہلو کے بل فرش پر پڑا تھا۔ جوزف نے پھرتی سے اس کے پھاڑ جیسے منہ کو قابو کر لیا۔ اس نے چیتے کے منہ کو دونوں ہاتھوں سے اوپر نیچے سے پکڑا اور پوری قوت سے ہاتھوں کو مخالف سمتوں میں لے گیا۔ اور چیتے کے حلق سے خرخراہٹ سی نکلی اور اس کا منہ حلق تک چرتا چلا گیا۔ جوزف نے بے پناہ طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چیتے کے منہ کو مخالف سمتوں میں چیر کر رکھ دیا تھا۔ خون کے تیز پرنالے پھوٹ نکلے۔ چیتا ایک لدھڑ کی مانند فرش پر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ اس کے گاڑھے خون سے فرش دور تک رنگین ہوتا چلا گیا۔ چند لمحے جان کنی میں لوٹ پوٹ ہونے کے بعد اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ جوزف نے ایک زندہ چیتے کو محض اپنے بازوؤں کی قوت سے موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔

سکندرا، اینجل ون اور دیگر لوگ یہ ناقابل یقین منظر دیکھ کر گویا پتھرا کر رہ گئے۔ شاید یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک انسان یوں مختصر سے مقابلے میں ایک خونخوار ترین چیتے کو پچھاڑ سکتا ہے۔ مگر وہ جوزف کی جسمانی قوت سے حقیقتاً ناواقف تھے۔ ابھی وہ مبہوت کھڑے تھے کہ جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر آہنی سلاخوں والے دروازے کو ہاتھ باہر نکال کر کھولا اور مڑ کر خونی چیتے کی لاش اٹھا کر ان پر پھینک دی۔ چیتا اگرچہ مردہ ہو چکا تھا مگر اس کے باوجود ان کے منہ سے دلخراش چیخیں نکل گئیں۔ جوزف اطمینان سے پنجرے سے باہر نکل آیا مگر اسی لمحے اینجل ٹو کے آدمیوں نے اپنی رائفلیں اس کی طرف سیدھی کر لی تھیں۔

اینجل ٹو کے آدمیوں کو الرٹ ہوتے دیکھ کر جوزف جنونی انداز میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ فائر کھولتے جوزف نے ان پر تابڑتوڑ گھونسوں اور ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ چند لمحوں میں اس نے تمام مسلح دشمنوں کو زمین بوس کر دیا اور یہ دیکھتے ہی اینجل ون، اینجل ٹو اور سکندرا وہاں سے بھاگ اٹھے۔ ظاہر ہے وہ اس خوف میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جوزف ان کی بھی درگت بنا کر رکھ دے گا۔ مسلح مدمقابلوں کو ڈھیر کرنے کے بعد جوزف سکندرا کے سفید محل سے باہر نکل آیا۔ سفید محل پہاڑ پر تھا۔ اور ساحل خاصا نیچے تھا۔ جوزف نہایت تیزی سے زینوں کو پھلانگتا ہوا ساحل کے اس حصے پر آ گیا جہاں ایک لانچ سمندر کنارے کھڑی تھی۔ جوزف اس لانچ کے ذریعے وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ جبکہ اینجل ٹو کے آدمی اب اپنی رائفلیں لہراتے ہوئے جوزف کے پیچھے آ رہے تھے۔ جونہی جوزف ساحل کے قریب آیا تو وہ لانچ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹی اور تنکوں کی مانند سمندر میں بکھر گئی۔ دراصل لانچ میں ایک ریموٹ کنٹرول بم نصب تھا اور جوزف کو لانچ کی طرف جاتے دیکھ کر اسے ریموٹ کنٹرول سے اڑا دیا گیا تھا تاکہ جوزف اس کے ذریعے وہاں سے نہ نکل سکے۔ اسی لمحے ایک رائفل بردار جوزف کے قریب آ چکا تھا اور اس نے عقب سے جوزف پر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ مگر جوزف تیزی سے ایک چٹان کے پیچھے چلا گیا اور خود کو فائرنگ سے محفوظ کر لیا۔ رائفل بردار چند راؤنڈ فائر کرنے کے بعد رک گیا۔ اسی لمحے جوزف اوپر چڑھ کر چٹان کے عقب سے نمودار ہوا اور کسی چھلاوے

کی مانند ہوا میں اچھلتا ہوا رائفل بردار کے سر پر آن دھمکا۔ دوسرے لمحے اس کے ایک زور دار گھونسے نے رائفل بردار کو ڈھیر کر دیا۔ جوزف نے پھرتیلے پن سے اس کی رائفل اپنے قبضے میں کر لی اور ایک ہی برسٹ سے اسے چھلنی کردیا۔ دیگر رائفل بردار گولیوں کی بوچھاڑ کرتے تیزی سے جوزف کی طرف آ رہے تھے۔ جوزف کے ہاتھ میں موجود رائفل گولیوں سے خالی ہو چکی تھی۔ اس نے رائفل ایک طرف پھینک دی اور اس سمت مڑ گیا جدھر نیچے سمندر تھا اور خاصی بلندی سے سمندر میں بے دھڑک کود گیا۔

سکندرا کے سکیورٹی گارڈز اور اینجل ٹو کے مسلح رائفل بردار بھی آندھی اور طوفان کی طرح بھاگتے ہوئے اس جگہ آ گئے جہاں سے جوزف نیچے سمندر میں کود گیا تھا اور تیزی سے تیرتا ہوا شاجلہ ڈیزرٹ اسٹیٹ کی پورٹ کی طرف جا رہا تھا جو وہاں سے ایک ناٹ سمندری کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ اینجل ٹو کے رائفل برداروں نے سمندر میں تیرتے ہوئے جوزف پر گولیوں کی بارش کر دی۔ مگر فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے خوش قسمتی سے جوزف فائرنگ سے محفوظ رہا۔

''اس کا پیچھا کرو۔ جلدی۔ بچ کر جانے نہ پائے۔''_____ اینجل ٹو نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے اپنے رائفل برداروں کو حکم دیا۔ نیچے بائیں جانب چٹان کی اوٹ میں ساحل سمندر پر ایک چھوٹی موٹر بوٹ کھڑی تھی۔ دو رائفل بردار تیزی سے زینے پھلانگتے ہوئے موٹر بوٹ تک پہنچے اور ایک ہی جست میں موٹر بوٹ پر کود گئے۔ ان میں سے ایک

نے موٹر بوٹ کا انجن اسٹارٹ کیا اور اسٹیئرنگ وہیل سنبھال کر موٹر بوٹ پوری تیز رفتاری سے جوزف کے پیچھے دوڑا دی۔ دوسرا رائفل بردار اپنی رائفل کی نال جوزف کی طرف سیدھی کئے ہوئے تھا۔ جوزف نے مڑ کر موٹر بوٹ کو اپنے عقب میں آتے دیکھ لیا تھا۔ موٹر بوٹ کو دیکھتے ہی وہ سمندر میں غوطہ لگا گیا اور پانی میں کافی گہرائی تک اترتا چلا گیا۔ رائفل بردار نے فوراً اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کی مگر وہ بیکار گئی۔ جوزف گہرے پانیوں کے اندر ہی اپنی سمت تبدیل کر کے موٹر بوٹ سے کافی دور چلا گیا تھا۔ رائفل بردار اب اس کے واپس سطح آب پر ابھرنے کا منتظر تھا۔ چند منٹ گہرے پانی کے اندر غوطہ زن رہنے کے بعد جوزف سطح آب پر ابھر آیا۔رائفل بردار تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ دوسرے ساتھی نے موٹر بوٹ کا رخ جوزف کی طرف موڑ دیا تھا۔ رائفل بردار نے پھرتی سے گولیوں کا اگلا راؤنڈ جوزف پر فائر کر دیا تھا۔مگر جوزف پہلے ہی ان کی طرف سے چوکنا تھا۔ چند لمبے سانس لینے کے بعد وہ انتہائی پھرتیلے پن سے واپس پانی کے اندر غوطہ لگا گیا۔ اس بار بھی وہ ان کی فائرنگ سے محفوظ رہا تھا۔

اینجل ٹو کے رائفل بردار مسلسل تعاقب کر رہے تھے چنانچہ جوزف کے لئے یہ ضروری تھا کہ پہلے انہیں سمندری جانوروں کی خوراک بنا کر ان سے گلو خلاصی کرے۔ یہ سوچ کر وہ موٹر بوٹ کے انجن کی آواز سے ان کی سمت کا جائزہ لینے لگا اور پھر اچانک ہی وہ موٹر بوٹ کے عین نیچے پانی کی سطح پر ابھر آیا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے موٹر بوٹ

کو الٹا کر رکھ دیا۔ دونوں رائفل بردار بوکھلائے ہوئے سیدھے سمندر میں آ رہے۔ جوزف نے جھپٹا مار کر ان میں سے ایک کی رائفل دبوچ لی۔

"اب جاؤ دونوں جہنم میں۔" ـــــ جوزف نے پھنکارتے ہوئے کہا اگلے لمحے اس کے ہاتھ میں موجود رائفل گرجتی ہوئی گولیاں خارج کرنے لگی اور اس کے دونوں دشمن چھلنی ہو کر سمندر پر مرغ بسمل کی مانند تڑپتے نظر آنے لگے۔ ان کے خون سے دور تک سمندر کا پانی رنگین ہوتا چلا گیا۔ موٹر بوٹ الٹ کر سمندر کی تہہ میں اترتی جا رہی تھی۔

جوزف تیزی سے تیرتا ہوا پورٹ کی طرف چلا گیا اور قریب پہنچ کر ساحل سمندر پر آ گیا اور سمندری چٹانوں کے درمیان ایک پوشیدہ جگہ لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ فولادی اعصاب کا مالک ہونے کے باوجود اتنی مار دھاڑ اور تقریباً ایک کلومیٹر سمندر میں تیرنے کے بعد اس کے فولادی اعصاب بھی شل ہو کر رہ گئے تھے۔ سانس کچھ بحال ہوتے ہی اس نے اپنی واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن آن کیا اور اس پر عمران کے واچ ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ دوسری طرف روابطہ تو قائم ہو گیا مگر کال موصول نہیں کی گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ عمران ابھی نارمل حالت میں واپس نہیں آیا تھا۔ جوزف کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے رابطہ منقطع کر کے کیپٹن شکیل کی فریکوئنسی سیٹ کی۔ رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا۔

"کیپٹن شکیل اٹنڈنگ۔ اوور۔" ـــــ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"جوزف کالنگ کیپٹن صاحب۔ اوور۔" ـــــ جوزف نے قدرے بوجھل آواز میں جواب دیا۔

"اوہ جوزف۔ تم کہاں ہو۔ کیسے ہو۔ تم تو سامان لینے عمران کے سوئٹ میں گئے تھے۔ لگتا ہے ضرور دشمن نے ایک بار پھر تم پر اٹیک کر دیا ہے۔ اوور۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی ہوا ہے کیپٹن صاحب۔ لمبی کہانی ہے۔ مختصر طور پر آپ کو بتائے دیتا ہوں۔" ـــــ جوزف نے گھمبیر آواز میں کہا اور پھر کیپٹن شکیل کو مختصر طور پر اینجل ٹو کے آدمیوں کے حملے، سکندرا کے سمندری محل میں اپنے لے جائے جانے اور وہاں آدم خور چیتے سے خونی فائٹ اور پھر وہاں سے نکلنے کا احوال مختصر انداز میں کیپٹن شکیل کو بتا دیا۔

"عمران صاحب ابھی ہوش میں نہیں آئے ہیں۔ ہم خود یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ جوانا ہمارے یہاں کے مقامی ایجنٹ الفہیم کے خفیہ ٹھکانے پر موجود ہے۔ عمران صاحب کے ہوش میں آتے ہی ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اور پھر تم سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ کر کے وہاں بلوا لیا جائے گا۔ تب تک تم کسی عام سے ہوٹل میں ٹھہر جاؤ۔ یہاں اب واپس مت آنا۔ کیونکہ الفہیم نے بتایا ہے کہ یہ ہوٹل سکندرا کی ملکیت ہے اور اس کے آدمی ہوٹل میں ہر طرف شکاری کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ اوور۔" ـــــ کیپٹن شکیل نے جوزف کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر۔ میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔ اوور۔" ـــــ جوزف

نے کہا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے اوکے اوور اینڈ آل کہہ کر دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا۔ کیپٹن شکیل سے بات کرنے کے بعد جوزف نے وا ٹرانسمیٹر کو آف کیا اور پھر جونہی اپنی پوشیدہ جگہ سے باہر نکلا تو یکدم مختلف سمتوں سے چار رائفل بردار نمودار ہوئے اور انہوں نے جوزف کو اپنی رائفلوں کی زد میں لے لیا اور پھر اسے دھکیلتے ہوئے قریب کھڑی ایک بڑی بکتر بند نما جیپ کی طرف لے جانے لگے۔

عمران کے سینے پر لگا گھاؤ خاصا گہرا تھا۔ کیپٹن شکیل نے مرہم پٹی کر دی تھی اور مختلف انجکشن دے کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر عمران ہوش میں آ ہی گیا۔ کیپٹن شکیل نے چند میڈیسن بھی اسے فراہم کر دیں جس سے عمران کی حالت جلد ہی سنبھل گئی۔ کیپٹن شکیل نے اب تک کے حالات و واقعات سے مختصر طور پر عمران کو آگاہ کر دیا۔

"اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔ یہ ہوٹل سکندرا کی ملکیت ہے۔ ان کے مسلح غنڈے شکاری کتوں کی طرح پورے ہوٹل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے انہوں نے ہمارے اس سوئٹ کو بھی ٹریس کر لیا ہو مگر کسی وجہ سے اندر داخل نہ ہو سکے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ فی الحال ہمیں الفہیم کے خفیہ ٹھکانے پر چلے جانا چاہیے اور نئی منصوبہ بندی کے بعد سکندرا اور اینجل ون وغیرہ کے خلاف ایکشن لینا چاہئے۔ آپ کا کیا خیال ہے

عمران صاحب۔'' ــــــ کیپٹن شکیل نے اس سے پوچھا۔

''بقول کنفیوشش خیال یار ہی تیری قربت کا وسیلہ ہے۔ تمہارا خیال بھی کنفیوشش کے خیال سے ملتا جلتا ہے اس لئے اچھا ہی ہوگا۔'' عمران ان سخت گیر حالات میں بھی شوخی سے باز آنے والا نہ تھا۔ کیپٹن شکیل اس کے جواب پر بے اختیار مسکرا دیا۔

''یہ خیال یار نہیں بلکہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کا خیال ہے اور اس میں قربت کا کوئی وسیلہ نہیں۔ صرف نئے لائن آف ایکشن پلان پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔'' ــــــ کیپٹن شکیل نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا یار۔ اب فلسفی بننے کی کوشش مت کرو۔ اور جو کرنا ہے جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ گنجے شیطان مزید گردے پتے اور پھیپھڑے غائب کر دیں۔ مجھے تو یہ قصائیوں کی بگڑی ہوئی نسل کے بدبودار درندے لگتے ہیں۔'' ــــــ عمران نے نفرت آگیں لہجے میں کہا۔

''الفہیم کے ٹھکانے پر جوانا موجود ہے۔ ٹرانسمیٹر پر رابطہ کر کے اسے یہاں پہنچنے کی ہدایت کر دیں۔ ہم حلیے تبدیل کر کے یہاں سے نکلیں گے اور جوانا کے ہمراہ الفہیم کے ٹھکانے پر چلے جائیں گے۔ اور ہاں۔ یہ بھی بتایئے کہ ہمیں حلیے تبدیل کر کے کیا روپ اختیار کرنا چاہیے۔'' کیپٹن شکیل نے کہا۔

''حلیے تبدیل کرنے میں تم خود بے حد ماہر ہو۔ مگر میرا خیال ہے کہ اس بار ذرا جدت سے یہ کام کرنا چاہیے۔ تم ایک حسین و جمیل سفید فام بھربھری بے باک دوشیزہ کا حلیہ کیوں نہیں اپنا لیتے۔ میں تمہارے ہینڈسم

سفید فام بوائے فرینڈ کے روپ میں یہاں سے تمہارے ساتھ نکلوں گا تو گنجے فرشتوں کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوگی کہ ہم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔'' ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے اسے نیک مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''خیال تو اچھا ہے عمران صاحب۔ لیکن اگر آپ اسے الٹ کر لیں تو زیادہ کارگر ثابت ہوگا۔ یعنی دوشیزہ کا روپ آپ خود اختیار کر لیں اور میں آپ کے بوائے فرینڈ کے روپ میں زیادہ بہتر لگوں گا۔'' ــــــ کیپٹن شکیل نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل واہیات خیال ہے کیپٹن شکیل۔ اس لئے کہ میں چاہے لاکھ حسین ترین دوشیزہ کا روپ اختیار کر لوں مگر اپنی چال سے پہلی ہی نظر میں مکمل مرد دکھائی دیتا ہوں۔ لہٰذا تمہارا خیال بری طرح فیل ہو جائے گا۔'' ــــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہی معاملہ تو میرے ساتھ بھی ہے عمران صاحب۔ آپ مجھے چاہے مس ورلڈ بنا دیں مگر اپنی نہ صرف چال سے بلکہ چلن سے اور قد کاٹھ، عقابی آنکھوں اور ڈیل ڈول سے بھی مرد ہی لگوں گا۔ اگر رسک لینا چاہتے ہیں تو سو بسم اللہ۔ آزمائش شرط ہے۔'' ــــــ کیپٹن شکیل نے اسی کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو عمران کا بگڑا ہوا منہ مزید بگڑ گیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ لعنت بھیجو دنیا کی تمام حسین دوشیزاؤں پر۔ ہم سفید فام آزاد خیال سیاحوں کے روپ میں یہاں سے نکلیں گے۔ اب تو خوش ہو یا سچ مچ کی کوئی دوشیزہ لا کر تمہارے پہلو میں بٹھاؤں۔'' عمران

نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

''میرا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جناب جہاں کوئی دوشیزہ جگہ حاصل کر سکے۔ لہٰذا آپ ایسا کریں کہ پہلے جوانا کو ٹرانسمیٹر پر رابطہ کر کے یہاں پہنچنے کی ہدایت کریں۔ اس کے بعد ہم اپنے حلیے تبدیل کریں گے۔'' کیپٹن شکیل نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔ چنانچہ عمران ٹرانسمیٹر پر جوانا سے رابطہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

''جوانا اٹینڈنگ۔ اوور۔''۔۔۔۔ دوسری طرف سے جوانا کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

''عمران کالنگ یو۔ یہ تم اتنے زور دار انداز میں کیوں بول رہے ہو۔ کھاتے بہت تیزی سے ہو مگر اتنی تیزی سے ہضم نہیں کرتے۔ یہ اس خوراک کے دھوم دھڑکے کا اثر تو نہیں ہے۔ اوور۔''۔۔۔۔ عمران کا انداز طنزیہ تھا۔

''یہ بات نہیں ہے ماسٹر۔ دراصل مجھ پر ہیجان سا طاری ہے کیونکہ الفہیم نے بتایا تھا کہ جوزف کو دشمنوں نے اغوا کر لیا ہے اس لئے میں غصے میں بھرا بیٹھا ہوں۔ اوور۔''۔۔۔۔ جوانا نے جوشیلے انداز میں کہا۔

''اپنے غصے کو تھوک دو اور ٹھنڈے پانی سے کلی کر لو۔ جوزف سے ابھی ٹرانسمیٹر پر بات ہوئی ہے۔ وہ خیریت سے ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ ہمارے ہوٹل کے سامنے والے شاپنگ مال کے پارکنگ میں آ جاؤ۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں اور کیپٹن شکیل سفید فام سیاحوں کے روپ میں ہوٹل سے نکل کر وہاں پہنچیں گے۔ ہم نے نیکی کلر سوٹ پہنے ہوں گے اس لئے

تمہیں پہچاننے میں کوئی مشکل نہیں ہو گی۔ تمہارے ساتھ ہم الفہیم کے خفیہ ٹھکانے پر جائیں گے۔ اس کے بعد آئندہ منصوبہ طے کیا جائے گا۔ اوور۔''۔۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا اور اس کے اوکے کہنے پر عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

پھر وہ دونوں میک اپ کے ذریعے اپنی شکل وصورت اور حلیے تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ سفید فام بے فکرے اور جوکر ٹائپ کے سیاحوں کے روپ میں سوئٹ سے نکلے۔ باہر نکلنے سے پہلے کیپٹن شکیل نے دروازے سے جھانک کر باہر کا جائزہ لیا کہ ان کی نگرانی تو نہیں کی جا رہی مگر راہداری سنسان پڑی تھی۔ وہاں کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔

عمران اور کیپٹن شکیل نہایت محتاط انداز میں سوئٹ سے نکل کر لفٹ کی طرف بڑھ گئے اور نیچے گراؤنڈ فلور پر آ گئے۔ طویل لابی سے گزر کر وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔ سامنے مین روڈ کے دوسری طرف شاپنگ مال کے پارکنگ ایریا میں جوانا ایک جیپ میں موجود تھا۔ عمران اور کیپٹن شکیل تیزی سے سڑک کراس کر کے دوسری طرف جوانا کے پاس چلے گئے اور جیپ کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ لیکن ابھی جوانا نے جیپ اسٹارٹ نہیں کی تھی کہ ڈیزرٹ اسٹیٹ پولیس کی ایک وین تیز رفتاری سے عقبی سمت سے نمودار ہوئی اور ان کی جیپ کے عین سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ پولیس وین کے اچانک بریک لگانے سے ٹائروں کی زبردست چرچراہٹ دور تک گونجتی چلی گئی۔ کئی مسلح پولیس اہلکار وین سے کود کر ان کی جیپ کی طرف

بڑھے اور اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ان میں ایک پولیس آفیسر شامل تھا۔

''تم لوگ کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔''_____پولیس آفیسر نے غراتی ہوئی آواز میں ان تینوں کو باری باری گھورتے ہوئے کہا۔

''تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ ہم کوئی مجرم نہیں ہیں۔''_____کیپٹن شکیل نے بھی اس کے انداز میں جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی بات سن کر پولیس آفیسر کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے اپنا ریوالور نکال لیا۔

''فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے میری بات کا جواب دو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم مجرم ہو یا نہیں۔''_____پولیس آفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''آفیسر۔ اپنی کھال کے اندر رہ کر بات کرو۔ ہم یہاں تمہارے مہمان ہیں۔ کنگ لینڈ سے سیاحت کے لئے آئے ہیں۔ اب کہو کہ کیا چاہتے ہو تم۔''_____اس بار عمران نے تلخ لہجے میں اس سے کہا تو پولیس آفیسر ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑا۔

''مگر تم لوگوں کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ تم عالمی دہشت گرد ہو۔ اس لئے تمہیں تفتیش کے لیے ہمارے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر جانا ہو گا۔''_____اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''پہلے تو ہم ایسے نہیں تھے مگر اب شاید تم ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کرو گے۔ جوانا جیپ آگے بڑھاؤ۔''_____عمران نے جیب سے ریوالور

نکالتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے جوانا نے جیپ کو اسٹارٹ کر کے بیک گیئر میں ڈال کر ایکسیلیٹر دبا دیا۔ وہ گولی کی طرح پیچھے گئی اور پھر جوانا نے اسے روک کر تیز رفتاری سے اسٹیرنگ موڑا اور اسے مین روڈ پر ڈال دیا۔ پولیس آفیسر ریوالور تھامے پاگلوں کی طرح جیپ کے پیچھے لپکا۔

''رکو۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔''_____وہ چیخا مگر جوانا نے جیپ نہیں روکی اور سیدھا دوڑاتا چلا گیا۔ عمران نے اپنے ریوالور سے فائر کر کے اس پولیس آفیسر کی ٹانگ میں گولی اتار دی۔ وہ فٹ بال کی طرح ہوا میں اچھلا اور پھر دھڑام سے منہ کے بل فرش پر آ رہا۔ خون کا تیز فوارہ اس کی ٹانگ سے ابلنے لگا تھا۔

''پیچھا کرو ان کا۔ بچ کر نہ جانے پائیں۔ گولیوں سے بھون کر رکھ دو۔''_____زخمی پولیس آفیسر نے پاگلوں کی طرح ہسٹریائی انداز میں چیختے ہوئے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ برقی رفتار سے اپنی پولیس وین میں سوار ہوئے اور ان کی وین جیپ کے تعاقب میں آنے لگی۔ سڑک پر تیز رفتار اور گنجان ٹریفک تھی۔ پولیس وین کا ہوٹر تیزی سے گردش کرتا ہوا چیخنے لگا۔ پولیس وین کا ہوٹر بجتا دیکھ کر سامنے کی تیز رفتار گاڑیاں تیزی سے سائیڈ پر ہوتی جا رہی تھیں۔ اس شدید افراتفری میں کئی گاڑیاں آپس میں ٹکراتی چلی گئیں۔ تمام ٹریفک درہم برہم ہو کر رہ گئی۔ سڑک پر دھماکے پر دھماکے ہونے لگے۔

''یہ پولیس والے نہیں ہیں بلکہ یقینی طور پر سکنذرا یا انجل ون کے کارندے ہیں۔ اور یہ پہلے ہی سے ہماری تاک میں تھے کہ جونہی ہم

ہوٹل سے نمودار ہوں تو یہ ہم پر حملہ کر سکیں۔ انہیں اڑا کر رکھ دینا بہت ضروری ہے کیپٹن۔''۔۔۔۔۔۔ عمران غصیلے انداز میں دانت پیستا ہوا بولا۔

''جیپ کی پچھلی سیٹ کے نیچے ایک مارٹر گن موجود ہے ماسٹر۔ صرف ایک مارٹر گولہ پولیس وین کو تنکوں کی مانند اڑا کر رکھ دے گا۔''۔۔۔۔۔ جوانا نے بتایا تو عمران کے اشارے پر کیپٹن شکیل نے عقبی سیٹ کے نیچے سے ایک جدید مارٹر گن برآمد کر لی۔

''اس سڑک پر ٹریفک زیادہ ہے۔ پولیس وین کی تباہی ہولناک ثابت ہوگی۔ بے گناہ لوگوں کے مارے جانے کا خطرہ ہے۔ جوانا تم جیپ کو کسی چھوٹی سڑک پر لے جاؤ۔''۔۔۔۔ عمران نے جوانا سے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پولیس وین آندھی اور طوفان کی رفتار سے ان کے پیچھے دوڑی چلی آ رہی تھی۔ چونکہ اس کا ہوٹر آن ہونے سے سامنے آنے والی گاڑیاں راستہ چھوڑتی چلی جا رہی تھیں۔ اس لئے وہ تیز رفتاری سے ان کے پیچھے آ رہی تھی اور لمحہ بہ لمحہ ان سے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ ایک سگنل کراس پر جوانا نے نہایت پھرتی سے جیپ کو بائیں جانب موڑ دیا۔ اگرچہ سگنل سرخ تھا مگر جوانا بے خوفی سے سگنل توڑتا ہوا بھاری ٹریفک کے درمیان سے اپنی جیپ نکالتا لے گیا۔ پولیس وین نے بھی اسی طرح ریڈ سگنل کراس کرتے ہوئے تعاقب جاری رکھا۔ کئی گاڑیاں ان سے ٹکرا کر فٹ پاتھ پر جا چڑھیں۔ چند گز کے فاصلے پر جوانا نے جیپ کو ایک اور ذیلی سڑک پر موڑ دیا۔ یہاں ٹریفک بالکل نہیں تھا۔ جونہی پولیس وین اس چھوٹی سڑک

پر ان کے تعاقب میں مڑی تو عمران نے کیپٹن شکیل کو اس پر مارٹر گن سے فائر کرنے کا اشارہ کیا۔ پولیس وین سے بھی مسلسل ان پر فائرنگ ہو رہی تھی۔ جس سے جیپ کے عقبی حصے میں کئی سوراخ ہو گئے تھے۔ عمران کے حکم پر کیپٹن شکیل نے مارٹر گن دائیں کندھے پر رکھی اور اس کے ٹیلی سکوپ سے تعاقب میں آتی پولیس وین کو فوکس کر کے گولہ داغ دیا۔ مارٹر گولہ کسی راکٹ کی مانند مارٹر گن سے نکل کر پولیس وین سے ٹکرایا۔ ہولناک دھماکہ ہوا اور پولیس وین کے اگلے حصے کے پرخچے اڑ گئے۔ اس کا انجن پھٹ گیا اور آگ کے الاؤ بلند ہونے لگے۔ پولیس وین لہراتی بل کھاتی بری طرح سڑک پر اچھل رہی تھی۔ اسی لمحے دوسرا مارٹر گولہ فائر کیا گیا جس نے مکمل طور پر پولیس وین کو ماچس کی تیلیوں کی مانند بکھیر کر رکھ دیا۔ اس کے جلتے ہوئے ٹکڑے دور تک اڑتے چلے گئے۔ جعلی پولیس والوں کے جسم آگ میں جھلستے ہوئے سڑک پر بکھرتے چلے گئے۔ ان میں سے کئی آگ میں جھلس رہے تھے۔ قیامت خیز منظر سڑک پر دور تک دکھائی دے رہا تھا۔

''جیپ کا رخ موڑ دو۔ جلد از جلد اس علاقے سے نکلنا ضروری ہے۔''۔۔۔۔ عمران نے جوانا کو حکم دیا اور اس نے سر ہلاتے ہوئے چند گز آگے جا کر جیپ کو ایک اور ذیلی سڑک پر ڈال دیا۔ یہاں بھی ٹریفک کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ ابھی ان کی جیپ چند گز ہی آگے گئی تھی کہ اچانک عقب سے ایک جنگی ہیلی کاپٹر فضا میں نمودار ہوا اور انتہائی تیز رفتاری سے ان کے پیچھے آنے لگا۔

"دشمن کا ایک اور حملہ۔ ہمیں فوری طور پر جیپ چھوڑنا ہو گی۔ جوانا جیپ روکو اور باہر کود جاؤ۔ ہری اپ۔ ایٹ ونس۔"۔۔۔۔۔۔عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اور اسی لمحے جوانا نے بریک لگا دیئے۔ جیپ ایک زور دار جھٹکے سے سڑک کے درمیان میں رک گئی۔ وہ فوراً نیچے کودے اور سڑک کے کنارے ایک بلڈنگ کمپلیکس کے پورچ میں گھستے چلے گئے۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر سے کئی آرٹلری راکٹ ان کی جیپ پر فائر ہوئے۔ کان پھاڑ کر رکھ دینے والے بھیانک دھماکے ہوئے اور جیپ ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر خس و خاشاک کی طرح دور تک بکھرتی چلی گئی۔ آگ کے بے شمار مرغولے سڑک پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر آنے لگے۔

جیپ کو ہولناک تباہی سے ہمکنار کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر تیزی سے آگے نکل گیا۔ مگر فوراً ہی مڑ کر پھر واپس آنے لگا۔ غالباً انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جیپ میں موجود عمران وغیرہ کو ہٹ نہیں کر سکے۔

"مارٹر گن مجھے دو کیپٹن۔ دشمن کا صفایا کئے بغیر یہاں سے ہمارا نکلنا ممکن نہیں ہو گا۔"۔۔۔۔۔۔عمران نے سنسناتی آواز میں کہا اور مارٹر گن کیپٹن شکیل سے لے کر ٹیلی سکوپ سے ہیلی کاپٹر کو فوکس کرنے لگا۔ جونہی وہ قریب آیا تو عمران نے یکے بعد دیگرے دو مارٹر گولے ہیلی کاپٹر پر داغ دیئے۔ دونوں نشانے پر لگے اور ہیلی کاپٹر زوردار دھماکوں کے ساتھ انار کی طرح پھٹ گیا اور آگ کے تیز الاؤ میں گھر کر زمین کی طرف گرتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ایک کثیر المنزلہ عمارت کی چھت پر جا گرا۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی کے ساتھ ہی وہ تینوں تیزی سے باہر نکلے۔

عمران نے پارکنگ میں کھڑی گاڑیوں میں سے ایک سفید ڈاج کار کا دروازہ اپنی ماسٹر کی سے کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ کیپٹن شکیل عقبی سیٹ پر جبکہ جوانا ان کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ عمران نے اگنیشن کا سوئچ نکال کر تار آپس میں جوڑ دیئے اور انجن اسٹارٹ کر کے سفید ڈاج کو پارکنگ سے باہر نکال لایا اور اگلے لمحے وہ تیز رفتاری سے اڑتی چلی جا رہی تھی۔

جوزف کے فرار ہونے پر اینجل ون انتہائی شدید غصے کی حالت میں سلگ رہا تھا اور اپنے چیف اسسٹنٹ اینجل ٹو پر بری طرح برس رہا تھا۔ اور اینجل ٹو نہایت ندامت کی حالت میں سر نیہوڑے بھیگی بلی کی مانند اپنے باس کی ڈانٹ سن رہا تھا۔

"تم بہت ہی نااہل ثابت ہوئے ہو اینجل ٹو۔ تمہارے ہاتھیوں جیسے آدمی مینڈکوں کی طرح ٹرٹراتے رہتے ہیں اور دشمن کا بال بھی بیکا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ پہلے پاکیشیا میں ہمیں سیکرٹ سروس کے ہاتھوں شکست کھانا پڑی۔ وہاں ہمارے کئی آدمیوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا۔ کروڑوں ڈالرز مالیت کا ہمارا ہسپتال قانون کے قبضے میں چلا گیا اور ہمیں اپنا سب کچھ چھوڑ کر گیدڑوں کی طرح وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اور یہاں سکندرا کے پاس پناہ حاصل کرنا پڑی مگر یہاں بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا اور ہمارے کئی آدمی ان کے ہاتھوں

مارے گئے۔ یہی نہیں بلکہ سکندرا کا یہ خفیہ محل بھی اب ان کی نظروں میں آچکا ہے۔ اینجل ٹو تم اس آپریشن میں مکمل ناکامی سے دوچار ہوئے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں یہ سب چھوڑ کر کسی مقامی ہسپتال میں ہاؤس جاب کر لینی چاہیے یا پرائیویٹ کلینک قائم کر کے غریب مریضوں کا علاج کرو اور ان کی دعائیں حاصل کرو"۔۔۔۔ اینجل ون نے پھنکارتی ہوئی طنز آمیز آواز میں کہا۔ جواب میں اینجل ٹو خاموش رہا۔

"اینجل ٹو۔ میری یہ بات کان کھول کر سن لو کہ میرا یہ پہاڑی خفیہ محل پاکیشیا سیکرٹ سروس کی نظروں میں آچکا ہے اور وہ اب اس کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی تمام ذمہ داری تم پر عائد ہوگی اور میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا" سکندرا بری طرح شپٹاتے ہوئے بولا۔

"آپ فکر مند نہ ہوں جناب۔ میرے آدمی جوزف کے پیچھے جا چکے ہیں اور وہ ضرور اسے قابو کر لائیں گے"۔۔۔۔ اینجل ٹو نے خفیف مگر قدرے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تمہارے آدمیوں پر کوئی بھروسہ نہیں رہا۔ جوزف جیسا گرانڈیل نوجوان جس نے ہمارے آدم خور چیتے کو چیر کر رکھ دیا ہے وہ تمہارے آدمیوں کو تو آسانی سے سمندر میں غرق کر دے گا۔ لہٰذا ایسے آدمی اس کے تعاقب میں بھیجو جو واقعی اسے قابو کر لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جوزف ابھی سمندر میں ہی ہوگا۔ اس کے ساحل تک پہنچنے سے پہلے پہلے اپنے خاص آدمیوں کو اس کے پیچھے بھیجو۔ فوراً"۔۔۔۔ سکندرا نے

غراتے ہوئے کہا اور اینجل ٹو نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے ایس ٹی کو طلب کیا اور اسے ہدایات دینے لگا۔

''جوزف سمندر میں تیرتا ہوا ساحل کی طرف جا رہا ہے۔ ہمارے دو آدمی موٹر بوٹ میں اس کے پیچھے ہیں مگر غالباً وہ اسے قابو نہیں کر سکیں گے۔ تم فوراً اپنے تین آدمی لے کر ساحل پر پہنچو اور جوزف کے سمندر سے نکلنے کا انتظار کرو اور ساحل پر اسے قابو کر لو۔''۔۔۔۔۔ اینجل ٹو نے اپنے خاص معاون ایس ٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ چنانچہ وہ اپنے تین آدمیوں کے ساتھ ایک لانچ منگوا کر اس میں تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔

''اینجل ٹو۔ اب تم پاکیشیا واپس روانگی کی تیاری کرو۔ ہم یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے بجائے پاکیشیا کے قبائلی علاقوں میں اپنا نیا آپریشن شروع کریں گے اور پھر وہاں سے ڈائمنڈز کی ایک معقول مقدار حاصل کر کے ہم اخوانستان یا سونار دیش یا کافرستان میں سے کسی ایک ملک میں اپنے نئے خفیہ ٹھکانے قائم کر کے وہاں کام شروع کریں اور پاکیشیا میں حالات سازگار ہونے تک وہاں رہیں گے۔ اینجل تھری اور فور کو بھی آگاہ کرو کہ ہم آج رات ہی اپنی ٹیم کے ہمراہ پاکیشیا کے قبائلی علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اور کس راستے سے جائیں گے۔ یہ بعد میں طے کر لیا جائے گا۔''۔۔۔۔۔ اینجل ون نے بے لچک انداز میں کہا اور اینجل ٹو نے اس کی تائید میں سر ہلا دیا۔

ایس ٹی اپنے تین رائفل بردار ماتحتوں کے ہمراہ ساحل سمندر پر پہنچ

چکا تھا۔ لانچ کو ایک پوشیدہ جگہ پر روک کر وہ ساحل پر آ گئے۔ ایس ٹی اور اس کے ساتھی ساحل پر ایسی جگہ پوزیشنیں سنبھال کر بیٹھ گئے جہاں سے جوزف کے سمندر سے نمودار ہو کر ساحل پر آنے کا امکان تھا۔ مگر خاصے طویل انتظار کر بعد بھی انہیں جوزف دور و نزدیک کہیں دکھائی نہ دیا۔ چنانچہ ایس ٹی کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلتے چلے گئے۔

ایس ٹی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر ساحل پر جوزف کو تلاش کریں۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر ساحل پر پھیل گئے اور عقابی نظروں سے گرد و پیش میں جوزف کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے ایک قریبی سمندری چٹانوں کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اسے چٹانوں کے عقب سے سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ چونکنے انداز میں اس طرف مڑا اور رائفل اس سمت سیدھی کر کے ایک سمندری چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ سرسراہٹ کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس رائفل بردار کو قدرے تشویش ہوئی اور وہ سرکتا ہوا قدرے آگے بڑھ گیا اور پھر اسے سمندری چٹانوں کے درمیان ایک جگہ جوزف بیٹھا نظر آ گیا۔ وہ واچ ٹرانسمیٹر پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ رائفل بردار کے جسم میں جوزف کو اپنے سامنے دیکھ کر انگارے سے بھر گئے۔ مگر کوئی ایکشن لینے سے پہلے وہ ایس ٹی کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے سرکتا ہوا سمندری چٹانوں کے درمیان سے نکلا اور ساحل پر تیزی سے اس طرف بھاگنے لگا جہاں ایس ٹی موجود تھا۔ ہانپتا کانپتا وہ ایس ٹی کے قریب پہنچا۔

"سر۔ میں نے اس نیگرو جوزف کو دیکھا ہے۔ وہ ان سمندری چٹانوں کے پیچھے موجود ہے اور ٹرانسمیٹر پر کسی سے بات کر رہا ہے۔" ـــــ ایس ٹی کے ماتحت نے جذباتی انداز میں اسے آگاہ کیا۔

"اوہ۔ آؤ میرے ساتھ۔ مگر خاموش رہنا۔ اسے بھنک بھی نہ پڑ سکے کہ کوئی اس کی تلاش میں ہے۔" ـــــ ایس ٹی نے جوش بھرے انداز میں کہا۔ اور پھر وہ سب کو ساتھ لے کر تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں جوزف سمندری چٹانوں کے عقب میں موجود تھا۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد جونہی جوزف باہر نکلا۔ اسی لمحے ایس ٹی اور اس کے رائفل بردار تیزی سے اس کے گرد پھیل گئے اور انہوں نے جوزف کو رائفلوں کی زد میں لے لیا۔

"خبردار۔ کوئی مزاحمت کرنے کی کوشش تمہیں موت کے اندھے کنوئیں میں دھکیل دے گی۔ خاموشی سے ہمارے آگے چلو۔" ـــــ ایس ٹی نے عتاب آلود لہجے میں اسے حکم دیا۔ دشمن کے اس نئے وار پر جوزف بری طرح تلملا اٹھا۔ مگر چار رائفلوں کی زد میں ہونے کی وجہ سے وہ کسی مزاحمت کے قابل نہ تھا۔ رائفلوں کی نالیاں اس کے جسم سے لگی ہوئی تھیں اور پھر ایس ٹی کے آدمی اسے دھکیلتے ہوئے ایک بکتر بند نما جیپ کی طرف لے گئے اور عقبی دروازہ کھول کر جوزف کو اندر گھسیڑ دیا۔ پھر دو آدمی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جبکہ ایس ٹی اس کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ جوزف کے

ساتھ بیٹھے ہوئے آدمیوں نے دو ریموٹ کنٹرول بم اس کے جسم سے چپکا دیئے تھے۔

"اب کوئی غلط حرکت کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ دو بم تمہارے جسم سے منسلک ہیں۔ اور ان کا ریموٹ کنٹرول ہمارے پاس ہے۔ ایک لمحے میں تمہارے جسم کے اتنے پرخچے اڑ جائیں گے کہ کوئی ایک ٹکڑا بھی دستیاب نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا خاموشی سے بیٹھے رہنا۔ سمجھے تم۔" ـــــ ایس ٹی نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔ جوزف خاموشی سے زہر پاش نظروں سے انہیں گھور رہا تھا۔ ایس ٹی نے اپنے ساتھی کو گاڑی آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیز رفتاری سے ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئی جہاں ان کی لانچ کھڑی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی جوزف کو گاڑی سے نکال کر تیزی سے لانچ میں لے جایا گیا اور چند ہی لمحوں بعد لانچ سمندر میں فراٹے بھر رہی تھی۔

سکندرا کے پہاڑی جزیرے والے محل میں پہنچ کر جوزف کو اینجل ٹو کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اس نے فوراً اینجل ون کو انٹرکام پر جوزف کی گرفتاری کی اطلاع دی تو وہ بے پناہ خوش ہوا۔

"ویل ڈن اینجل ٹو۔ اب ایسا کرو کہ فوراً اسے آہنی زنجیروں سے جکڑ دو تاکہ وہ کوئی حرکت کرنے کے قابل نہ رہے۔ اور ہاں۔ کیا پاکیشیا روانگی کے لیے تمہاری تیاری مکمل ہے۔ جوزف بھی بطور یرغمال ہمارے ساتھ ہو گا تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس والے ہم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکیں۔" ـــــ اینجل ون نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"یس چیف۔ ہماری تیاری مکمل ہے اور اینجل تھری اور فور بھی تیار ہیں۔ آپ جب حکم دیں گے ہم روانہ ہو جائیں گے۔"------ اینجل ٹو نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جلد ہی تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔ تب تک تم جوزف کو لاک اپ میں بند رکھو۔ اور اس پر کڑی نظر رکھو۔"------ اینجل ون نے تاکید کی اور رابطہ منقطع کر دیا۔ جوزف کو آہنی زنجیروں کے حصار میں جکڑ کر ایک قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ دونوں ریموٹ کنٹرول بم ابھی تک اس کے جسم سے فکس تھے اور وہ مکمل طور پر بے حرکت ہو چکا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں چاروں اینجل اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ ایک گن شپ ہیلی کاپٹر پر سکندرا کے ہیلی پیڈ سے روانہ ہوئے۔ جوزف بھی ان کے ساتھ تھا جو آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا بالکل بے بس تھا۔ ہیلی کاپٹر سمندر کی طرف روانہ ہوا۔ شاجلہ ڈیزرٹ اسٹیٹ کی حدود سے نکل کر جلد ہی وہ بین الاقوامی سمندری حدود میں داخل ہو گیا۔ اس کا رخ پاکیشیا کی طرف تھا۔ مگر پاکیشیا کی سمندری حدود سے کافی پہلے وہ سمندر میں لنگر انداز ایک بڑے بحری جہاز پر جا اترا جس کے عرشے پر باقاعدہ ایک ہیلی پیڈ بنایا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے بحری جہاز پر اترتے ہی اس کے لنگر اٹھا دیئے گئے اور وہ سمندر میں محو سفر ہو گیا۔ اس کا رخ پاکیشیا کے ایک سنسان اور غیر آباد ساحل کی طرف تھا۔ ساحل سمندر سے ذرا پہلے اچانک کئی لانچیں مختلف سمتوں سے نمودار ہوئیں اور ان پر سے تیز

سرچ لائٹیں بحری جہاز پر پھینکی جانے لگیں اور ساتھ ہی میگافون پر وارننگ دی جانے لگی۔

"ہم پاکیشیا کوسٹ گارڈ والے ہیں۔ یہ بحری جہاز غیر قانونی طور پر پاکیشیا کی سمندری حدود میں سفر کر رہا ہے۔ لہٰذا تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً اپنے بحری جہاز کو یہیں پر سمندر میں لنگر انداز کر دو اور لائف بوٹ پر جہاز سے باہر آ جاؤ۔ مزاحمت کی صورت میں تمہارے جہاز کو سمندر میں غرق کر دیا جائے گا۔"------ میگافون پر بار بار تلخ انداز میں انہیں آگاہ کیا جا رہا تھا۔

"لعنت ہو ان پر۔ یقیناً ان کے ساتھ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹ بھی ہوں گے۔ ان سب کو اڑا کر رکھ دو۔"------ اینجل ون نے سرد لہجے میں اپنے دیگر اینجلز کو حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنے چیمبر میں چلا گیا۔ وہاں اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی سیٹ کی۔ رابطہ جلد ہی قائم ہو گیا۔

"بیگال اٹنڈنگ فرام دس اینڈ۔ اوور۔"------ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"اینجل ون کالنگ یو بیگال۔ تم اس وقت کہاں ہو۔ اوور۔" اینجل ون نے پر تفکر لہجے میں پوچھا۔ بیگال پاکیشیا میں اس کا سپیشل ایجنٹ تھا۔

"چیف۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق بلیک واٹر پوائنٹ پر موجود ہوں اور آپ کا منتظر ہوں۔ دو ملٹری جیپیں میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اوور۔"------ سپیشل ایجنٹ بیگال نے جوشیلے لہجے میں جواب

دیا۔

''ہم بلیک واٹر پوائنٹ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مگر اچانک پاکیشیا کوسٹ گارڈ نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ ان سے نمٹنے کے بعد ہی اب ہم تمہارے پاس پہنچ سکیں گے۔ اوور۔''۔۔۔۔۔۔ اینجل ون نے اسے مطلع کیا۔

''یس چیف۔ مجھے کوسٹ گارڈ کے ایکشن کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کچھ ممبران بھی ان کے ساتھ ہیں۔ میں آپ کو ٹرانسمیٹر پر ان کے ایکشن کے بارے میں بتانے ہی والا تھا کہ آپ کی طرف سے کال موصول ہو گئی۔ اوور۔''۔۔۔۔۔۔ دوسری جانب سے بیگال نے جواب دیا۔

''خیر۔ تم انتظار کرو۔ ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا۔''۔۔۔۔۔۔ اینجل ون نے خشک لہجے میں کہا اور پھر اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر کے اوپر عرشے پر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ وہ ہیوی مشین گنوں سے کوسٹ گارڈز کی لانچوں پر مسلسل گولیاں برسا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مارٹر گولے اور ہینڈ گرنیڈ بھی پھینک رہے تھے اور کوسٹ گارڈ کی طرف سے بھی جوابی فائرنگ جاری تھی اور ساتھ ہی جہاز پر شدید بمباری کی جا رہی تھی۔ سمندر میں تباہ کن دھماکوں اور گولیوں کی گھن گرج کے ساتھ آگ کے الاؤ ہر سمت بلند ہو رہے تھے۔ کوسٹ گارڈ کی لانچیں تیزی سے حرکت پذیر تھیں۔ اس لئے وہ فائرنگ اور گولہ باری سے زیادہ تر محفوظ تھیں۔ اگرچہ اینجل ون کا جہاز

سست رفتاری سے ساحل کی طرف جا رہا تھا مگر چونکہ وہ ایک دیو ہیکل بحری جہاز تھا اس لئے گولیوں اور بموں کی زد میں تھا اور اس کی بیرونی باڈی میں بے شمار سوراخ ہو چکے تھے۔ اسی لمحے کوسٹ گارڈ کا ایک جنگی ہیلی کاپٹر بھی تیزی سے فضا میں نمودار ہوا اور جہاز کی طرف آنے لگا۔ یہ دیکھ کر اینجل ون اور اس کے ساتھی پریشان ہو گئے کیونکہ جنگی ہیلی کاپٹر پر سے کی گئی بمباری جہاز کی یقینی تباہی کا سبب بن سکتی تھی۔

''چیف۔ اس موقع پر جوزف کو سامنے لانا بے حد ضروری ہے۔ اسے ہمارے قبضے میں دیکھ کر یہ لوگ یقینی طور پر سرینڈر کر جائیں گے۔'' اینجل ٹو نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا اور اینجل ون نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے یہاں جہاز کے عرشے پر لے آؤ۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے کہا اور اس کے ماتحت بڑی پھرتی سے جوزف کو جہاز کے لاک اپ سے نکال کر جہاز کے عرشے پر لے آئے اور اسے ایک کھلی جگہ پر کھڑا کر دیا گیا۔ اینجل ون نے ایک طاقتور میگافون سنبھال لیا۔

''ہم پر حملے فوراً بند کر دو۔ تمہارا ایک ساتھی جوزف ہماری قید میں ہے۔ اسے تم جہاز کے عرشے پر دیکھ سکتے ہو۔ اگر تم نے مزید گولہ باری جاری رکھی تو ہمارے ساتھ ساتھ یہ بھی موت کے منہ میں جائے گا۔'' اینجل ون نے چیختے ہوئے انداز میں کوسٹ گارڈ اور سیکرٹ سروس والوں کو وارننگ دیتے ہوئے کہا اور اس کی توقع کے عین مطابق چند لمحوں بعد دوسری جانب سے گولہ باری بند کر دی گئی اور کوسٹ گارڈ کا ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔

''جوزف کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہیں یہاں سے نکلنے کا موقع دیا جائے گا۔''۔۔۔۔ کوسٹ گارڈ کی طرف سے میگافون پر اعلان کیا گیا۔

''ہرگز نہیں۔ تم ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ ہاں۔ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ محفوظ مقام پر پہنچ کر ہم جوزف کو چھوڑ دیں گے۔ مگر اس سے پہلے ہرگز نہیں۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے حتمی لہجے میں کہا اور پھر میگا فون بند کر دیا۔ کوسٹ گارڈ کی لانچیں کچھ لمحے جہاز کے گرد منڈلاتی رہیں مگر بالآخر مڑ کر ساحل کی طرف چلی گئیں۔ اینجل ون کے حکم پر جہاز کے عملے نے اسے کافی فاصلے پر ساحل کے قریب لنگر انداز کیا۔ چھوٹی بوٹ کے ذریعے وہ جہاز سے اتر کر ساحل پر آ گئے۔ جوزف ان کے ساتھ تھا۔ وہاں اینجل ون کا اسپیشل ایجنٹ بیگال ان کا منتظر تھا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ طویل جنگل پھیلا ہوا تھا۔

بیگال دو جیپیں اپنے ساتھ لے کر آیا تھا جو درختوں کے جھنڈ میں چھپی ہوئی تھیں۔ وہ سب تیزی سے جیپوں پر سوار ہوئے اور وہ جنگل کے اندر غیر ہموار راستوں پر دوڑنے لگیں۔ ان کے بحری جہاز پر اب کوسٹ گارڈ والوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ مگر اینجل ون کو اس کی کوئی فکر نہ تھی۔ کیونکہ وہ جہاز پر کوئی ایسا ثبوت چھوڑ کر نہیں آئے تھے جس سے وہ گنجے فرشتوں اور ان کی ٹیم تک پہنچ سکتے۔ جنگلی علاقے سے نکل کر وہ ایک صحرائی علاقے میں پہنچ گئے۔ یہ سرخ مٹی سے اٹا ہوا ایک طویل صحرا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں ان کی جیپیں سرخ صحرا میں آگے پیچھے نامعلوم مقام کی طرف جا رہی تھیں۔

''بیگال۔ یہ تو تمہیں پہلے ہی ٹرانسمیٹر پر بتا دیا گیا تھا کہ ہم جلد از جلد پاکیشیا کے قبائلی علاقے میں داخل ہو کر وہاں اپنا آپریشن شروع کرنا چاہتے ہیں۔ تم نے اس کے کیا انتظامات کئے ہیں۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے بیگال سے پوچھا۔

''سب انتظامات مکمل ہیں چیف۔ یہاں قریب ہی ایک صحرائی بستی ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ کچھ عرصہ پہلے میں بھی ایک صحرائی باشندہ ہی تھا اور اس بستی کے تمام لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہاں میرا اپنا ایک صحرائی گھر موجود ہے۔ وہ ہمارا پہلا پڑاؤ ہو گا۔ اس کے بعد ہم اپنے حلیے تبدیل کر کے دو دو آدمیوں کے گروپ کی شکل میں یہاں سے نکلیں گے اور پاکیشیا کے دوسرے بڑے شہر لاپوشن نگر میں ایک مقام پر اکٹھے ہوں گے۔ وہاں سے ہم ایک چارٹر فلائٹ کے ذریعے ٹورسٹ کی شکل میں قبائلی علاقوں میں جائیں گے۔ تمام انتظامات مکمل کئے جا چکے ہیں چیف۔''۔۔۔۔ بیگال نے مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے متانت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تفصیل سے اینجل ون کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرنے لگا۔

''ویل ڈن۔ بہت ہی بے داغ منصوبہ ہے۔ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

نصف شب کے قریب وہ بیگال کے صحرائی بستی والے گھر پہنچ گئے۔ یہ مٹی گارے سے بنایا گیا ایک کچا مکان تھا جس کی چھت لکڑی کی تھی مگر یہ خاصا طویل وعریض تھا۔ جیپوں کو مویشیوں کے ایک باڑے میں

پوشیدہ کر دیا گیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد وہ اپنے حلیے اور شکل وصورت تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چاروں گنجے فرشتوں کے ساتھ ان کے دس مسلح ساتھی بھی موجود تھے۔ میک اپ کے ذریعے انہوں نے اپنے حلیے مکمل طور پر تبدیل کر لئے اور سفید فام سیاحوں کا روپ دھار لیا۔ یہاں سے وہ دو دو آدمیوں کے گروپ کی صورت میں اونٹوں پر سپر ہائی وے کی طرف روانہ ہوئے جو وہاں سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ سپر ہائی وے پر ایک فلنگ اسٹیشن تھا جو بیگال کی ذاتی ملکیت تھا۔ تمام لوگ اور چاروں گنجے جب وہاں پہنچ گئے تو بیگال نے وہاں پہلے سے تیار کھڑے ایک دیو ہیکل آئل ٹینکر میں انہیں سوار کروا دیا جو اس وقت تیل سے خالی تھا اور ٹینکر میں سفر کے لیے خاص طور پر بندوبست کیا گیا تھا۔ آئل ٹینکر وہاں سے روانہ ہو کر لاپوشن نگر کی طرف روانہ ہوگیا۔ کئی گھنٹے کے طویل سفر کے بعد وہ لاپوش نگر کے نواح میں ایک پرائیویٹ ائیر فیلڈ کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں ایک چھوٹا ڈریم لائنر 787 طیارہ تیار کھڑا تھا جسے چارٹرڈ کیا گیا تھا۔

آئل ٹینکر سے نکل کر وہ ڈریم لائنر طیارے میں چلے گئے۔ دو پائلٹ پہلے سے طیارے کے کاک پٹ میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کو طیارے میں سوار ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جوزف کو بھی مقید حالت میں طیارے میں لایا گیا اور چند لمحے بعد طیارہ ٹیک آف کر کے فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اس کا رخ پاکیشیا کے قبائلی پہاڑی علاقوں کی طرف تھا۔ طیارے کو پرواز کئے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک اس کے

دائیں اور بائیں سمتوں میں دو برق رفتار انٹرسیپٹر طیارے نمودار ہوئے۔ یہ منظر دیکھ کر گنجے فرشتے سناٹے میں آ گئے۔

ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے کے بعد عمران، جوانا اور کیپٹن شکیل تیزی سے الفہیم کے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ یہ سمندر کے کنارے ایک الگ تھلگ مقام پر بنایا گیا شاندار ہٹ تھا۔ الفہیم بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران وغیرہ پر سکندرا اور انجلز کے آدمیوں نے زبردست حملہ کیا ہے۔

''شکر ہے آپ خیریت سے ہیں۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ دشمن نے بہت زبردست حملہ کیا ہے۔''——— الفہیم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''سیکرٹ سروس کے کاموں میں پریشان ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہمارے پاس وقت نہیں اور ہمیں فوراً سکندرا کے سمندری محل پر جوابی حملہ کرنا ہوگا۔ جوزف ان کی قید میں ہے اور وہ اسے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔''——— عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری طرف سے تمام انتظامات مکمل ہیں۔ ہم ابھی روانہ ہو سکتے ہیں۔''——— الفہیم نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چلو پھر۔ ابھی ایکشن شروع کرنا ہوگا۔''——— عمران نے کہا۔ ساحل پر ایک جدید آبدوز کھڑی تھی۔ ہٹ سے نکل کر وہ چاروں آبدوز میں چلے گئے۔ سمندر کی گہرائی میں جا کر آبدوز کا رخ سکندرا کے سمندری پہاڑی محل کی طرف ہو گیا۔ یہ ایک خاص طویل پہاڑ نما جزیرہ تھا جس پر سکندرا کا محل تھا۔ ایک سنسان جگہ عمران، کیپٹن شکیل اور جوانا آبدوز سے نکل کر پہاڑی جزیرے کے ساحل پر کود گئے۔ الفہیم آبدوز میں ہی موجود رہا اور عمران نے خاص طور پر اسے تاکید کی تھی کہ وہ ہر وقت چوکنا رہے اور ان کی واپسی کا انتظار کرے۔

عمران، کیپٹن شکیل اور جوانا مختلف ہتھیاروں سے لیس تھے۔ وہ گوریلا انداز میں ایک سنسان اور تاریک مقام سے سکندرا کے محل کی طرف جانے لگے۔ تقریباً نصف گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد وہ سکندرا کے سفید محل کے قریب جا پہنچے۔ عمران کے پاس نائٹ دوربین موجود تھی۔ اور اس کی مدد سے وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا کہ محل کے چاروں طرف مسلح سیکورٹی گارڈ نہایت چوکنے انداز میں پہرے دے رہے تھے۔ محل کے مرکزی دروازے پر بے شمار مسلح افراد موجود تھے۔ عمران نے پورے منظر کا بغور مشاہدہ کیا اور محل کے اندر داخل ہونے کی حکمت عملی سوچنے لگا۔ کافی غور و خوض کے بعد وہ کیپٹن شکیل اور جوانا کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم دونوں سیکورٹی گارڈ کے ساتھ مڈبھیڑ کرو۔ وہ سب تمہاری طرف

متوجہ ہو جائیں گے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں محل میں داخل ہو جاؤں گا۔" ——— عمران نے ان سے کہا۔

"ماسٹر۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں ان کیڑے مکوڑوں کو اچھی طرح سنبھال لوں گا۔ ویسے بھی جوزف کی وجہ سے میں بہت جذباتی ہو رہا ہوں۔ میں تو ان ڈرٹی سوائین کی بوٹیاں اڑا کر سمندری جانوروں کو کھلا دوں گا۔" ——— جوانا نے طیش و غصے سے پھٹی پڑتی آواز میں کہا۔

"جوانا۔ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ کرنا ہے ہوش میں رہ کر کرنا ہے۔" ——— عمران نے اسے سمجھایا تو وہ خاموش ہو گیا مگر اس کے عضلات غصے سے مسلسل پھڑک رہے تھے۔

"عمران صاحب۔ آپ ان سکیورٹی گارڈز کی فکر نہ کریں۔ ہم انہیں سنبھال لیں گے۔ بس آپ آگے بڑھیں۔" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

چنانچہ وہ تینوں ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ رکھ کر گوریلا انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ محل کی عمارت کے نہایت قریب پہنچ گئے۔ اسی لمحے کئی سیکورٹی گارڈز نے انہیں زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھتے دیکھ لیا اور بری طرح چونک اٹھے۔ پھر تیزی سے انہوں نے اپنے ہتھیار ان کی طرف سیدھے کر لئے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اتنی ہی تیزی سے قریبی درختوں کے عقب میں پوزیشنیں سنبھال لیں۔ اگلے لمحے نہ رکنے والی فائرنگ کا زور دار سلسلہ شروع ہو گیا۔ فضا گولیوں کی زبردست گھن گرج سے تھرانے لگی۔ یہ دیکھ کر اردگرد کے دوسرے سیکورٹی گارڈز بھی

چونک کر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے بھی مختلف جگہوں پر پوزیشنیں لے کر فائرنگ شروع کر دی۔

سکیورٹی گارڈز کے محل کی عمارت سے ہٹتے ہی عمران اپنی اسٹین گن سے گولیاں برساتا زگ زیگ انداز میں محل کے مرکزی دروازے کی طرف لپکا۔ اگرچہ وہاں ابھی چند گارڈز موجود تھے مگر عمران کی دھواں دھار فائرنگ کی زد میں وہ خزاں رسیدہ پتوں کی مانند اڑ کر رہ گئے اور خون میں نہا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران قلانچیں بھرتا محل کے اندر داخل ہو گیا اور مرکزی دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ مرکزی دروازے کے سامنے ایک طویل و عریض راہداری تھی جس کے سفید سنگ مرمر کے فرش پر ریڈ کارپٹ بچھا ہوا تھا۔ راہداری کے دونوں جانب مختلف کمروں کے دروازے تھے۔ محل کا اندرونی منظر حقیقتاً کسی بادشاہ کے محل کا منظر پیش کر رہا تھا۔ چوبی دروازے سونے کی پتیوں سے مزین تھے اور چھتوں سے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے فانوس لٹک رہے تھے۔ عمران نے پاؤں کی ٹھوکر سے پہلے دروازے کو زوردار دھماکے سے کھولا۔ مگر یہ کمرہ خالی تھا۔ عمران مڑ کر دوسرے دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر اسی لمحے راہداری کے آخری کونے سے ایک طویل قامت شخص سنہری لباس میں ملبوس اچانک نمودار ہوا۔ وہ سکندرا تھا۔

"کون ہو تم۔ اور یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ——— سکندرا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خاموشی سے اپنی جگہ کھڑے رہو۔ تم سب اس وقت ہمارے حصار

میں ہو۔ کوئی غلط حرکت تمہیں بے حد مہنگی پڑے گی۔" ـــــ عمران نے درشتی سے کہا۔ لیکن سکندرا نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے واپس دوڑ لگا دی اور راہداری کے دوسری سمت ایک بڑے دروازے کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عمران تیز رفتاری سے اس کے پیچھے لپکا۔ وہ دروازہ دوسری طرف سے مقفل ہو چکا تھا۔ مگر اشین گن کے ایک ہی برسٹ سے وہ روئی کی طرح بکھر گیا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ اس کے ایک جانب زینے تھے اور سکندرا دیوانہ وار زینے پھلانگتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ عمران نے اس کے قدموں پر گولیوں کا ایک راؤنڈ فائر کیا۔ اس کے جسم کو نشانہ نہیں بنایا۔ وہ صرف اسے روکنا چاہتا تھا۔ اور عمران کی حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی۔ سکندرا خوفزدہ ہو کر فوراً رک گیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا کر زینوں سے نیچے آ جاؤ۔ دیکھ لو۔ ابھی تو میں نے تمہیں ٹارگٹ نہیں بنایا۔ مگر اب ایسی کوئی حرکت کی تو جسم میں اتنے سوراخ کر دوں گا کہ کوئی گن بھی نہیں پائے گا۔ ہری اپ۔ فوراً نیچے آؤ۔ کم بیک۔" ـــــ عمران نے بری طرح غراتے ہوئے کہا اور سکندرا خاموشی سے نیچے اتر کر بے بسی کی حالت میں زینوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ عمران اس کے قدرے قریب چلا گیا مگر اشین گن کی نالی کا رخ بدستور اس کی طرف رکھا۔ چند قدموں کے فاصلے پر عمران رک گیا۔

"گنجے فرشتے اور جوزف کہاں ہیں۔ یاد رکھو۔ غلط بات سننا مجھے گوارہ نہیں۔" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"وہ یہاں سے جا چکے ہیں۔ کچھ ہی دیر پہلے۔" ـــــ سکندرا نے اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کہاں جا چکے ہیں۔ جلدی بکو۔" ـــــ عمران نے بری طرح سٹپٹاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ یورپ کی طرف جا چکے ہیں۔ انہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے یہاں پہنچنے کی خبر مل گئی تھی۔ چنانچہ اپنے بچاؤ کے لئے وہ یورپ کے کسی محفوظ مقام کی طرف چلے گئے ہیں۔" ـــــ سکندرا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پھر وہی غلط بات۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ غلط بات مت کرنا۔" عمران نے مزید ایک قدم اس کی طرف آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ مگر عین اسی لمحے سکندرا نے میکانکی پھرتی کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے کوئی ننھی سی گیند نما چیز اپنے لباس کے اندر سے نکال کر عمران کی طرف اچھال دی۔ یہ ایک سموک بم تھا جو زمین پر گر کر بے آواز طریقے سے پھٹا اور سیاہ کثیف دھواں تیزی سے ہر طرف پھیلنے لگا۔ عمران کو ایک زوردار چھینک آئی اور اس کا سر چکرانے لگا۔ مگر وہ تیزی سے ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ سیاہ دھوئیں کے بلند ہوتے ہی اس نے دیکھا کہ سکندرا ایک بار پھر زینے پھلانگتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔

عمران فوراً اس کے پیچھے لپکا اور اشین گن سے گولیوں کا ایک راؤنڈ اس پر فائر کر دیا۔ اس بار وہ براہ راست فائرنگ کی زد میں تھا۔ مگر فائر ہوتے ہی وہ کسی چھلاوے کی مانند فضا میں اچھلا اور گولیوں کی زد سے

محفوظ رہا۔ عمران نے اگلا راؤنڈ فائر کر دیا مگر صرف ٹرچ کی آواز آئی۔ اسٹین گن گولیوں سے خالی ہو چکی تھی۔ سکندرا نے پھرتی سے زینوں کے اوپر ریلنگ کے ساتھ رکھا پھولوں کا ایک آرائشی گلدان اٹھا کر عمران پر دے مارا۔ وہ عمران کے دائیں پہلو سے ٹکرایا۔ گلدان خاصا وزنی تھا اور عمران اس کی ضرب سے کراہ کر رہ گیا۔ مگر اگلے لمحے وہ سنبھلا اور چھلانگ لگا کر دیوانگی کی حالت میں بھاگتا ہوا سکندرا کے سر پر پہنچ گیا لیکن جونہی وہ سکندرا کے قریب آیا۔ سکندرا پاگل بھیڑیئے کی مانند غراتا ہوا پلٹا اور عمران پر جھپٹ پڑا۔

سکندرا نے پے درپے کئی گھونسے عمران کے سر پر رسید کئے۔ اس کے ہاتھ اتنے سخت تھے کہ اس کے گھونسوں سے عمران کی کھوپڑی سنسنا اٹھی۔ سکندرا نے اس کے پیٹ پر ایک پنچ لگایا اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر منہ سے غرغراہٹ کی عجیب آوازیں نکالتا ہوا عمران پر اگلے حملے کی تیاری کرنے لگا۔ مگر عمران نے اسے موقع نہیں دیا۔ چند قدم کے فاصلے سے عمران فٹ بال کی طرح ہوا میں اچھلا اور اس کے دونوں پاؤں پوری قوت سے سکندرا کے کندھوں سے ٹکرائے اور وہ بری طرح لڑکھڑاتا ہوا کمر کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران چشم زدن میں سیدھا ہوا اور پاؤں کے بل زمین پر آ گیا۔ اگلے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر زمین پر چت پڑے سکندرا کے سینے پر یکے بعد دیگرے کئی زوردار ٹھوکریں رسید کیں تو وہ ذبح شدہ بکرے کی مانند تکلیف کی شدت سے پھڑپھڑانے اور بلبلانے لگا۔ عمران نے مزید دو ٹھوکریں اس کے کانوں پر

رسید کیں اور اس کے کان چیخ کر رہ گئے اور خون ابلنے لگا۔ وہ دردانگیز انداز میں تڑپتا ہوا چیخنے لگا۔ عمران نے اسے گردن سے دبوچ کر اٹھایا اور پوری قوت سے دیوار کے ساتھ پٹخ دیا۔ وہ ایک زوردار دھماکے سے دیوار کے ساتھ ٹکرایا اور ایک بار پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اب وہ مکمل طور پر بے بس ہو چکا تھا۔ اس کی ناک منہ اور کانوں سے خون جاری تھا اور جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ عمران گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''بتاؤ۔ تمہارے گنجے فرشتے کہاں ہیں۔ وہ جوزف کو لے کر کہاں گئے ہیں۔ اب سچ بولنا ورنہ ساری ہڈیاں ایک ایک کر کے توڑنی شروع کر دوں گا۔''۔۔۔۔ عمران نے غصے سے پھٹی پڑتی آواز میں کہا۔

''بب۔ بتاتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ لیکن وعدہ کرو تم مجھے معاف کر دو گے۔''۔۔۔۔ سکندرا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں تمہیں تمہارے حال پر یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ پھر چاہے تمہیں گدھ نوچیں یا کتے جھنجھوڑیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔''۔۔۔۔ عمران نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''وہ پاکیشیا گئے ہیں اور جوزف یرغمال کے طور پر ان کے ساتھ ہے۔ وہ پاکیشیا کے قبائلی علاقوں میں اپنا نیا آپریشن شروع کر رہے ہیں۔'' سکندرا نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ کس راستے سے گئے ہیں۔''۔۔۔۔ عمران نے عقابی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے گئے ہیں۔ اس سے آگے یقین کرو مجھے

نہیں معلوم کہ وہ کیسے سفر کریں گے۔'' ——— سکندرا نے بے بسی سے کہا۔ اس کی بات سن کر عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں تمہیں زندہ چھوڑ کر تو جا رہا ہوں۔ لیکن اگر تم نے کبھی بھولے سے بھی پاکیشیا کا رخ کیا تو تمہارا کیا حشر ہو گا۔ اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔'' ——— عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر مڑ کر زینوں کی طرف جانے لگا۔ مگر ابھی وہ زینوں کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ سکندرا پھر کسی بلائے ناگہانی کی طرح اس سے آن ٹکرایا اور پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔

''اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری زبان تو کھلوا لی ہے مگر میں تمہاری زبان کے ساتھ ساتھ تمہارے سب اعضاء کاٹ پھینکوں گا الو کے پٹھے۔'' ——— وہ پاگلوں کی طرح چیختا ہوا عمران کی گردن دباتا چلا جا رہا تھا۔ عمران نے اپنا دایاں بازو موڑ کر اس کی گردن کے عقب میں جمایا اور ایک ہی جھٹکے سے اسے یوں اوپر اچھالا کہ وہ تقریباً اڑتا ہوا عمران کے سامنے آ گرا۔ مگر کسی چھلاوے کی طرح چشم زدن میں دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر عمران پر حملہ آور ہوا۔ مگر جونہی وہ عمران کے قریب آیا تو عمران نے اپنی ٹانگ اس کے پیٹ کی طرف سیدھی کر دی۔ وہ پوری قوت سے عمران کی ٹانگ سے ٹکرایا اور تکلیف کی شدت سے بلبلاتا ہوا پیچھے کو لڑھک گیا۔ وہ اپنا توازن کھو چکا تھا۔ نتیجے کے طور پر وہ بری طرح لڑکھڑاتا ہوا ریلنگ سے ٹکرایا اور پھر ریلنگ کے اوپر سے کم و بیش بیس فٹ نیچے ہال میں جا گرا۔ وہ سر کے بل گرا تھا اور اس کی کھوپڑی فرش سے

ٹکراتے ہی پھٹ گئی تھی۔ چند لمحے تڑپنے کے بعد اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ عمران اپنی اسٹین گن اٹھا کر اطمینان سے زینے اتر کر نیچے آیا تو سکندرا دم توڑ چکا تھا۔

عمران نے اسٹین گن دوبارہ گولیوں سے لوڈ کی اور محل کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ بیرونی سمت میں جہاں کچھ دیر پہلے فائرنگ کی زبردست تڑتڑاہٹ گونج رہی تھی۔ اب وہاں خاموشی تھی۔ عمران محتاط انداز میں بیرونی دروازے سے باہر نکلا تو جوانا باہر طویل و عریض لان کے ایک درخت کے عقب سے نمودار ہوا۔

''ماسٹر۔ سب صفایا ہو گیا۔ کچھ گارڈز کو ہم نے ڈھیر کر دیا ہے اور باقی بھاگ چکے ہیں۔'' ——— جوانا نے جوشیلے انداز میں بتایا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل بھی ایک درخت کے عقب سے نکل کر سامنے آ گیا۔

''کیا صورت حال ہے عمران صاحب۔ یہاں تو ہم نے سکیورٹی گارڈز کا صفایا کر دیا ہے۔'' ——— کیپٹن شکیل نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

''آل او کے۔ اب ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہے۔'' ——— عمران نے تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا پھر وہ پہاڑی سے اتر کر ساحل پر اس جگہ آ گئے جہاں الفہیم اپنی آبدوز میں ان کا منتظر تھا۔ وہ تیزی سے آبدوز میں سوار ہوئے اور وہ سمندر کی تہہ میں اترتی چلی گئی۔ جلد ہی وہ واپس الفہیم کے ساحلی ہٹ پر پہنچ چکے تھے۔ عمران نے واپس آتے ہی وسیع رینج کے ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔ کچھ ہی

دیر میں ٹرانسمیٹر کا رابطہ قائم ہو گیا۔

''ایکسٹو اٹنڈنگ۔ اوور'' ــــــ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''عمران کالنگ یو سر۔ ہم اس وقت شاجلہ ڈیزرٹ اسٹیٹ میں الفہیم کے خفیہ ٹھکانے پر موجود ہیں۔ گنجے فرشتے یہاں سے فرار ہو کر واپس پاکیشیا کی طرف نکل گئے ہیں۔ جوزف کو انہوں نے یرغمالی حالت میں اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔ وہ پاکیشیا کے قبائلی علاقوں میں ایک نیا آپریشن شروع کرنے والے ہیں۔ یہاں ان کے سب سے بڑے ایجنٹ سکندرا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ مگر اس سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں پاکیشیا کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ اوور'' ــــــ عمران نے تیز تیز لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ اب وہ بچ کر جانے نہ پائیں گے۔ اوور'' ــــــ بلیک زیرو نے اپنی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

'' ہم جلد پاکیشیا واپس آ رہے ہیں۔'' ــــــ عمران نے کہا اور پھر اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

''ہمیں پاکیشیا واپس جانا ہے۔ ابھی اور اسی وقت۔'' ــــــ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے اپنی ضروری اشیاء جمع کرنے لگے۔

بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر پر تمام ممبران سے رابطہ کر کے انہیں دانش منزل کے میٹنگ ہال میں جمع ہونے کی ہدایت کی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب وہاں جمع ہو چکے تھے اور بلیک زیرو میگافون پر ان سے مخاطب تھا۔

''ایک نیا کیس جو کچھ دن پہلے شروع ہوا تھا۔ یہ گنجے فرشتوں کا کیس تھا۔ پاکیشیا کے چار ڈاکٹر جو ایک عجیب کیمیکل تجربے کے نتیجے میں سر سے ہمیشہ کے لیے گنجے ہو چکے ہیں۔ انہوں نے زیر زمین ایک مکروہ دھندہ شروع کر رکھا تھا۔ لیکن جلد ہی ان کی زیر زمین سرگرمیاں منظر عام پر آ گئیں۔ وہ انسانی گردے نکال کر بیرونی ملکوں میں فروخت کرنے کا نہایت مکروہ دھندہ کر رہے تھے۔ جب یہ کیس سیکرٹ سروس کے سامنے آیا تو سب سے پہلے عمران نے ان کا سراغ لگایا۔ وہ ایک پرائیویٹ سن رائز ہاسپٹل کی آڑ میں یہ سنگین مکروہ دھندہ کر رہے تھے۔ مگر اپنا راز فاش

ہوتے ہی وہ شاجلہ ڈیزرٹ اسٹیٹ فرار ہو گئے۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے چند ممبران ان کے پیچھے گئے۔ اور وہاں انہوں نے گنجے فرشتوں کو قابو کرنے کی کوشش کی مگر اب عمران کی طرف سے اطلاعات آئی ہیں کہ گنجے فرشتے وہاں سے نکل کر واپس پاکیشیا میں داخل ہو رہے ہیں۔ تمہیں اس لیے طلب کیا گیا ہے کہ فوری طور پر ان تمام جگہوں کی نگرانی شروع کر دو جہاں سے وہ پاکیشیا میں داخل ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر ساحلی علاقے اور پرائیویٹ ائیر فیلڈز۔ اس آپریشن کی قیادت صفدر کے پاس ہو گی۔ تم ٹرانسمیٹر پر ایک دوسرے سے رابطے میں رہو گے اور بوقت ضرورت مجھ سے بھی رابطہ کر سکتے ہو۔'' ـــــ ایکسٹو نے انہیں تفصیلی ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ پھر ایک مختصر میٹنگ کے بعد وہ دانش منزل سے نکل کر صفدر کی قیادت میں ٹارگٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تنویر اور خاور کو اس نے ائیر پورٹ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

''تم لوگوں کو یہ دیکھنا ہو گا کہ بیرونی فلائٹس، خاص طور پر ڈیزرٹ اسٹیٹ کی طرف سے آنے والی فلائٹس میں کوئی مشکوک افراد تو سوار نہیں جنہوں نے میک اپ کے ذریعے اپنے حلیے تبدیل کر رکھے ہوں۔ گنجے سر کو وگ سے چھپانا مشکل نہیں مگر میک اپ سے تبدیل کی ہوئی شکلیں تم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کوئی اہم سراغ ملے تو فوراً ٹرانسمیٹر پر اطلاع کرو۔'' ـــــ صفدر نے انہیں ائیر پورٹ کی طرف روانہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ باقی ممبران کے ساتھ ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔

سٹی پورٹ پر صفدر نے کوسٹ گارڈ چیف سے ملاقات کی اور اسے

تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ کوسٹ گارڈ چیف نے فوراً کچھ کوسٹ گارڈز اور لانچیں صفدر کے حوالے کر دیں۔ صفدر نے انہیں خاص طور پر ساحل سمندر کے ویران حصوں کی نگرانی کا حکم دیا۔ جبکہ وہ خود بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک لانچ میں نگرانی کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ کافی تلاش کے بعد آخرکار انہیں سمندر کے ایک ویران حصے میں ایک بڑا بحری جہاز نظر آ گیا۔ صفدر نے فوراً وائرلیس پر رابطہ کر کے دوسری لانچ کے کوسٹ گارڈز کو سرچ لائٹس بحری جہاز پر پھینکنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آناً فاناً جہاز سرچ لائٹوں کے حصار میں آ گیا۔ جہاز پر اینجل ون اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ صفدر نے اسی لمحے جہاز پر موجود افراد کو ایک میگافون کے ذریعے وارننگ دینا شروع کر دی۔

''ہم پاکیشیا کوسٹ گارڈ والے ہیں۔ یہ بحری جہاز غیر قانونی طور پر پاکیشیا کی سمندری حدود میں سفر کر رہا ہے۔ لہٰذا تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً اپنے بحری جہاز کو یہیں پر سمندر میں لنگر انداز کر دو اور لائف بوٹ پر جہاز سے باہر آ جاؤ۔ مزاحمت کی صورت میں تمہارے جہاز کو سمندر میں غرق کر دیا جائے گا۔'' ـــــ صفدر نے ترش انداز میں انہیں آگاہ کیا۔ مگر جواب میں بحری جہاز پر سے ان پر فائرنگ اور بمبارمنٹ شروع کر دی گئی۔ چنانچہ صفدر نے بھی جوابی کارروائی کا حکم دے دیا اور دونوں طرف سے ہولناک بمباری کے ساتھ تیز فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہیوی مشین گنوں سے دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ مارٹر گولے اور ہینڈ گرنیڈز بھی پھینکے جا رہے تھے۔ سمندر میں ہولناک دھماکوں اور گولیوں

کی تباہ کن گھن گرج کے ساتھ آگ کے الاؤ ہر سمت بلند ہو رہے تھے۔

کوسٹ گارڈز کی لانچیں تیزی سے حرکت پذیر تھیں۔ اس لئے وہ فائرنگ اور گولہ باری سے تقریباً محفوظ تھیں۔ مگر دشمن کے جہاز کو کافی نقصان پہنچ رہا تھا۔ صفدر کی ہدایت پر کوسٹ گارڈ چیف نے ایک جنگی ہیلی کاپٹر بھی وہاں بھیج دیا تھا اور وہ اب بحری جہاز کے اوپر فضا میں گردش کر رہا تھا۔ لیکن ابھی ہیلی کاپٹر سے بمبارمنٹ شروع نہیں کی گئی تھی۔ کچھ دیر میں ہی بحری جہاز پر سے ایک میگافون پر انہیں جوابی وارننگ دی جانے لگی۔

"ہم پر حملے فوراً بند کر دو۔ تمہارا ایک ساتھی جوزف ہماری قید میں ہے۔ اسے تم جہاز کے عرشے پر دیکھ سکتے ہو۔ اگر تم نے مزید گولہ باری جاری رکھی تو ہمارے ساتھ ساتھ یہ بھی موت کے منہ میں جائے گا۔" جہاز پر سے چیختے ہوئے انداز میں کہا گیا۔ صفدر نے نائٹ دوربین کے ذریعے جوزف کو جہاز پر دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اس نے گولہ باری اور فائرنگ بند کرنے کا حکم دیا اور ہیلی کاپٹر کو بھی واپس بھیج دیا۔ جوزف کو بچانے کے لئے فی الحال یہ ایک محفوظ ترین طریقہ تھا۔ اس کے بعد صفدر میگافون پر دوبارہ اینجل ون سے مخاطب ہوا۔

"جوزف کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہیں یہاں سے نکلنے کا موقع دیا جائے گا۔" ــــــ اس نے اینجل ون کو پیش کش کی۔

"ہرگز نہیں۔ تم ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ ہاں۔ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ کر ہم جوزف کو چھوڑ دیں گے۔ مگر اس سے

پہلے ہرگز نہیں۔" ــــــ اینجل ون نے حتمی لہجے میں کہا اور پھر میگا فون بند کر دیا۔ صفدر نے کچھ غور و خوض کے بعد کوسٹ گارڈ کی لانچوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ مڑ کر واپس پورٹ کی طرف چلی گئیں۔ اینجل ون کا بحری جہاز نامعلوم سمت کی طرف بڑھ گیا۔ پورٹ پر پہنچ کر صفدر نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔

"اب یہ کسی اور راستے سے یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ چوہان اور نعمانی ان کے پیچھے جائیں گے۔ ان کی رپورٹ کے بعد ہم اگلی کارروائی کریں گے۔" ــــــ صفدر نے سنجیدگی سے ان سے کہا۔ چنانچہ چوہان اور نعمانی اس سمت کو روانہ ہو گئے جس طرف اینجل ون کا جہاز گیا تھا۔

"صدیقی۔ تم فوراً سپیس سیٹلائٹ ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ اور اس علاقہ کی خفیہ ٹرانسمیٹر فریکوئنسی ٹریس کرنے کی کوشش کرو۔ جونہی اینجل ون وغیرہ کی کوئی فریکوئنسی کیچ ہو تو مجھے فوری طور پر اس سے آگاہ کرو۔" صفدر نے صدیقی کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ وہ سیکرٹ سپیس سیٹلائٹ ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ صفدر اور جولیا وہیں پورٹ ٹرمینل کی عمارت میں موجود تھے۔ صفدر نے واش روم میں جا کر واچ ٹرانسمیٹر پر دانش منزل میں ایکسٹو سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا۔

"ایکسٹو اٹنڈنگ۔ اوور۔" ــــــ دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"صفدر کالنگ یو چیف۔ اینجل ون اپنے گروپ کے ہمراہ یہاں پہنچ

چکا ہے اور ہم اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے ایکسٹو کو رپورٹ دیتے ہوئے اور پھر مختصر طور پر اب تک کے واقعات سے ایکسٹو کو آگاہ کر دیا۔

''وہ لوگ قبائلی علاقے کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ اور یقینی طور پر وہ فضائی راستے سے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے تم اس طرف توجہ دو۔ اوور۔'' ـــــ ایکسٹو نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ دوسرے ممبران کی رپورٹ ملتے ہی ہم اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے جواباً کہا۔

''اوکے۔ اینڈ وش یو گڈ لک۔'' ـــــ ایکسٹو نے کہا اور پھر اوور اینڈ آل کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد چوہان کی ٹرانسمیٹر کال موصول ہوئی۔

''صفدر اٹنڈنگ۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے فوراً ہی کال موصول کرتے ہوئے کہا۔

''چوہان کالنگ یو۔ صفدر صاحب وہ لوگ نامعلوم سمت میں نکل چکے ہیں۔ ان کا بحری جہاز سمندر میں کھڑا ہے۔ مگر خود ان کا کوئی نام و نشان یہاں نہیں ہے۔ ساحل کے ساتھ ساتھ گنجان جنگل پھیلا ہوا ہے۔ یقینی طور پر وہ ادھر سے ہی فرار ہوئے ہیں۔ رات کی اس گھمبیر تاریکی میں ہمارے لئے ان کا تعاقب تقریباً ناممکن ہے۔ اب آپ کی کیا ہدایت ہے۔ اوور۔'' ـــــ چوہان نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اور نعمانی پورٹ پر واپس آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر

رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔'' ـــــ صفدر نے کہا اور ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن آف کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں چوہان اور نعمانی واپس آ گئے۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد صدیقی کی کال موصول ہوئی۔

''صفدر بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے۔'' ـــــ صفدر نے خشک آواز میں پوچھا۔

''صفدر صاحب۔ یہاں سیکرٹ سپیس سیٹلائٹ میں ہم نے ایک حساس ٹرانسمیٹر فریکوئنسی کیچ کی ہے۔ آواز واضح تو نہیں مگر کوئی اینجل ون نامی شخص اپنے کسی ماتحت بیگال سے بات کر رہا تھا۔ اور وہ قبائلی علاقے کی طرف جانے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ آواز کلیئر ہونے سے پہلے ہی فریکوئنسی ڈراپ ہو گئی۔ اوور۔'' ـــــ صدیقی نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔ تم ایسا کرو کہ سپر ہائی وے کے تیسرے میل پر آ جاؤ۔ ہم بھی ایک گاڑی میں وہاں آ رہے ہیں۔ اور وہاں سے تمہیں ساتھ لے لیں گے۔ اوور اینڈ آل۔'' ـــــ صفدر نے اسے تاکید کرتے ہوئے کہا اور پھر رابطہ منقطع کر کے اپنے ساتھیوں کو آئندہ کی حکمت عملی سے آگاہ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ کوسٹ گارڈ کی ایک گاڑی میں لاپوش نگر جا رہے تھے۔ سپر ہائی وے کے تیسرے میل پر صدیقی ان کا منتظر کھڑا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ سوار ہو گیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ صفدر نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ لاپوش نگر کے نواح میں دو پرائیویٹ ایئر فیلڈز تھیں۔ اور ان میں سے کسی ایک سے اینجل ون اور اس کے گروپ کو وہاں سے

روانہ ہونا تھا۔ وہ سیدھے پہلے ایک ائیر فیلڈ پر پہنچے اور صفدر گاڑی سے اتر کر ایوی ایشن آفیسر کے آفس میں گھس گیا۔ وہ وہاں تنہا بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔

"فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"۔۔۔۔۔اس نے ناک پر رکھے نظر کے چشمے کے اوپر سے حیرت زدہ انداز میں صفدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آج یہاں کوئی جہاز چارٹرڈ کیا گیا ہے۔ اگر کیا گیا ہے تو یہ کس نے کیا ہے۔"۔۔۔۔۔صفدر نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"معاف کیجئے۔ یہ ہماری کمپنی کا بزنس سیکرٹ ہے۔ ہم کسی کے ذاتی معاملات کو سیکورٹی پوائنٹ آف ویو سے پوشیدہ رکھنے کے پابند ہیں۔ مگر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ کون ہیں۔"۔۔۔۔۔ایوی ایشن آفیسر نے قدرے رعب دار انداز میں کہا۔

"تمہارے سامنے پاکیشیا سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا چیف انویسٹی گیشن آفیسر موجود ہے۔ اور ہماری اطلاع کے مطابق کچھ بین الاقوامی مجرم چارٹرڈ فلائٹ کے ذریعے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم نے ان مجرموں کو گرفتار کرنا ہے۔ اب سیدھی طرح بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے۔ ورنہ باہر ٹرمینل کی عمارت میں ہماری ایجنسی کا مسلح دستہ موجود ہے۔ اور ہمارے پاس حقیقت اگلوانے کے بہت سے راستے ہیں۔"۔۔۔۔۔صفدر نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کی

آنکھوں کے سامنے لہرایا تو ایوی ایشن آفیسر بوکھلا کر فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ صفدر نے کارڈ واپس جیب میں ڈال لیا۔

"آپ بیٹھیے سر۔ میں ابھی آپ کو تمام تفصیل بتاتا ہوں۔"۔۔۔۔۔اس نے فوراً ہی لجاجت بھرے انداز میں کہا اور پھر میز پر رکھی ایک فائل کھول کر دیکھنے لگا۔

"سر۔ ایک ڈریم لینڈ 787 طیارہ چارٹرڈ کیا گیا ہے۔ کچھ غیر ملکی سیاح اس میں قبائلی علاقوں کی سیاحت کے لیے روانہ ہونے والے ہیں۔"۔۔۔۔۔ایوی ایشن آفیسر نے فوراً ہی صفدر کو آگاہ کر دیا۔

"وہ سیاح نہیں۔ مجرم ہیں۔ تم ہمیں اس طیارے تک لے جاؤ۔ اور ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تم نے اس بات کا کسی سے ذکر کیا تو یہ پاکیشیا سے غداری کے مترادف ہوگا۔ اور غداری کی سزا جانتے ہو کیا ہے۔ موت اور صرف موت۔"۔۔۔۔۔صفدر نے سخت انداز میں اسے تنبیہہ کی تو وہ زور زور سے سر ہلانے لگا۔ پھر وہ صفدر کو رن وے پر لے آیا۔ جہاں بہت سے جہازوں کے ساتھ ایک چھوٹا ڈریم لائنر طیارہ بھی کھڑا تھا۔ صفدر نے طیارے کے اندر جا کر بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر واپس آ گیا۔

"چارٹرڈ کرنے والوں نے ہدایت کی ہے کہ انہیں سوائے دو پائلٹوں کے عملے کے کوئی اور آدمی نہیں چاہیے۔"۔۔۔۔۔ایوی ایشن آفیسر نے مزید انکشاف کیا۔

"ٹھیک ہے۔ پائلٹوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی جگہ یہ ڈیوٹی ہم خود سرانجام دیں گے۔ اب تم اپنے آفس جا کر اپنا کام کرو۔ اور وہ

غداری والی سزا مت بھولنا۔ ورنہ۔‘‘ ـــــ صفدر نے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر خاموشی سے اپنے آفس میں واپس چلا گیا۔ صفدر نے اپنے ساتھیوں کو ائیر فیلڈ ٹرمینل کے میٹنگ روم میں طلب کیا۔

’’وہ لوگ ایک طیارے کے ذریعے یہاں سے قبائلی علاقوں کی طرف پرواز کرنے والے ہیں۔ ایوی ایشن آفیسر سے میں نے تمام معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اس طیارے کے پائلٹ میں اور جولیا ہوں گے۔ جبکہ ائیر فورس کے دو انٹر سیپٹر طیارے میں نے یہاں منگوانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میرے خیال میں ہم انہیں فضا میں گھیرنے کی کوشش کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ جوزف ان کا یرغمالی ہے اور یہاں زمین پر ان سے دوبارہ مڈبھیڑ کا مطلب یہی ہو گا کہ وہ جوزف کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ فضا میں ہم ان پر خوف و ہراس کی بے پناہ کیفیت طاری کر سکتے ہیں۔ تم ائیرفورس کے عملے کے ساتھ ان انٹر سیپٹر طیاروں میں ہمارے جہاز کو فضا میں گھیر لو گے۔ اور پھر ہم طیارے کے اندر ان پر دباؤ ڈالیں گے۔ یوں ان کے سرنیڈر کرنے کے امکانات کافی ہیں۔‘‘ ـــــ صفدر نے اپنے ساتھیوں کو پلان سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے رابطہ کر کے اپنے پلان سے اسے آگاہ کیا۔

’’ٹھیک ہے۔ تمہارا پلان بہتر ہے۔ میں ائیر فورس سے دو انٹر سیپٹر طیارے بھجوا دوں گا۔ تنویر ان طیاروں کے ساتھ وہاں آ جائے گا۔‘‘ ایکسٹو نے جواب دیا۔ چنانچہ صفدر اور جولیا ایک الگ کمرے میں جا کر میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کرنے لگے۔ پھر وہ پائلٹ کے مخصوص

یونیفارم زیب تن کر کے ڈریم لائنز طیارے کے کاک پٹ میں چلے گئے اور اینجل ون اور اس کے گروپ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ان کی تعداد تقریباً پندرہ تھی۔ ایوی ایشن آفیسر اور فلائٹ انسٹرکٹر سے ضروری کاغذی کارروائی کے بعد وہ طیارے میں سوار ہو گئے۔ اینجل ون نے صفدر کو ٹیک آف کا حکم دیا۔ چند لمحے بعد طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ اور اس کا رخ قبائلی علاقے کی طرف تھا۔

طیارے کو پرواز کئے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک فضا میں دو انٹر سیپٹر طیارے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ڈریم لائنز طیارے کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ یہ دیکھ کر اینجل ون اور اس کے ساتھیوں پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ اینجل ون دوڑتا ہوا کاک پٹ میں آیا۔

’’یہ بلڈی بلڈاگ کون ہیں جنہوں نے ہمارے طیارے کو گھیرے میں لے لیا ہے۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے چیختے ہوئے صفدر سے پوچھا۔

’’ائیر فورس کے انٹر سیپٹر طیارے ہیں سر۔ معلوم نہیں انہوں نے ہمیں گھیرے میں کیوں لیا ہے۔‘‘ ـــــ صفدر نے بھی اپنے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

’’ریڈیو ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ کرو۔ اور معلوم کرو کہ یہ کیا چاہتے ہیں۔‘‘ ـــــ اینجل ون نے غراتے ہوئے کہا۔

’’آرمڈ فورسز کے طیاروں کی فریکوئنسی ہماری رینج میں نہیں ہوتی سر۔ میرا خیال ہے وہ خود ہی ہم سے رابطہ کریں گے۔‘‘ ـــــ صفدر نے جواب دیا اور پھر واقعی کچھ منٹ بعد ہی ان کے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر کال آنے

لگی۔ صفدر نے کال موصول کی۔

"تم ہمارے انٹرسیپٹر طیاروں کے نرغے میں ہو۔ تمہیں اپنا طیارہ ابھی اور اسی وقت ایئرفورس کے ائیر بیس پر اتارنا ہوگا۔"۔۔۔۔ دوسری طرف سے وارننگ دی گئی تو اینجل ون نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کا مائیک جھپٹ کر صفدر کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہم ایک پرائیویٹ پرواز پر ہیں۔ اور ہم ہرگز اپنے طیارے کو ایئرفورس بیس پر نہیں اتاریں گے۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"شاید تم بھول رہے ہو کہ تم ایک عام طیارے میں موجود ہو اور ہم ایک لمحے میں تمہیں شوٹ کر سکتے ہیں۔"۔۔۔۔ دھمکی میں مزید اضافہ کیا گیا۔

"تم بھی بھول رہے ہو کہ ہمارے ساتھ طیارے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایک اہم ایجنٹ جوزف بھی موجود ہے۔ اگر تم نے کوئی ایسی کارروائی کی تو ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔"۔۔ اینجل ون دہاڑا۔

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ تمہارے طیارے میں کون ہے اور کون نہیں ہے۔ ابھی اور اسی وقت تمہیں اپنا طیارہ ایئرفورس بیس پر اتارنا ہو گا۔ بصورت دیگر ہم اٹیک کر دیں گے۔"۔۔۔۔ دوسری طرف سے حتمی انداز میں کہا گیا اور ساتھ ہی ریڈیو ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"بلڈی فول ۔ میں اپنے طیارے کو ان منحوس انٹرسیپٹر سے ٹکرا دوں

گا۔ مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تم لوگ اپنی سیٹیں چھوڑ دو۔ اب میں طیارے کو خود کنٹرول کروں گا۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے بری طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے صفدر اور جولیا کو حکم دیا۔

"یہ ناممکن ہے۔ طیارے کو انٹرسیپٹر سے ٹکرانے کا مطلب ہے مکمل تباہی۔ ہم سب موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ آپ ان لوگوں کی بات مان لیں۔ کیونکہ آپ مجرم تو نہیں ہیں۔"۔۔۔۔ صفدر نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"شٹ اپ۔ نانسنس۔ سیٹیں چھوڑو۔ طیارے کو میں اور میرا ساتھی کنٹرول کریں گے۔"۔۔۔۔ اینجل ون نے چیختے ہوئے کہا۔ صفدر نے یہ صورت حال دیکھ کر طیارے کو آٹو کنٹرول کر دیا اور جولیا کو ایکشن کا اشارہ کیا۔ وہ اپنی سیٹوں سے اٹھ گئے اور صفدر نے پیچھے مڑتے ہی ایک زوردار گھونسہ اینجل ون کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ چیختا ہوا پیچھے کو الٹ گیا۔ اس کے منہ سے خون پھوٹ نکلا تھا۔

"یو۔ یو۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"۔۔۔۔ وہ آستین سے منہ رگڑتا ہوا تیزی سے اٹھا اور اسی وقت اس کے کئی ساتھی کاک پٹ میں آ گئے مگر جولیا نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ بجلی کے کوندے کی مانند ان پر لپکی اور مارشل آرٹ کے داؤ سے لمحوں میں چار آدمیوں کو مفلوج کر کے ڈھیر کر دیا۔ صفدر اس دوران کاک پٹ سے باہر جا چکا تھا۔ اینجل ون کے مسلح افراد حیرانگی کی حالت میں اس طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ اچانک یہ کیا افتاد نازل ہو گئی ہے۔

چنانچہ ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر صفدر برق کی طرح ان پر جھپٹا۔ ان کے لیے سنبھلنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ صفدر نے ایک ہی ہلے میں کئی آدمیوں کو چت کر دیا۔ جولیا بھی اب کاک پٹ سے باہر آ چکی تھی اور باقی لوگوں کو اس نے سنبھال لیا۔ کسی کو بھی جوابی کارروائی کا موقع نہیں مل سکا۔ وہ سب صفدر اور جولیا کے حملے میں پسپا ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے ان کے ہتھیار ایک طرف پھینک کر کاک پٹ کا دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔

جوزف کو طیارے کے عقبی حصے میں ایک کیبن میں قید کیا گیا تھا۔ صفدر اور جولیا نے اسے وہاں سے نکالا اور زنجیروں کے جال سے آزاد کر دیا۔ پھر ان تینوں نے تیزی سے پیرا گلائیڈر پہنے اور طیارے کا ایمرجنسی دروازہ کھول کر ہزاروں فٹ کی بلندی سے طیارے سے نیچے کود گئے۔ ہوا کے دوش پر وہ فضا میں قلابازیاں کھاتے نیچے آئے اور پھر ان کے پیراگلائیڈر کی چھتریاں ایک جھٹکے سے کھل گئیں اور وہ نہایت اطمینان سے نیچے اترنے لگے۔ ڈریم لائنز طیارہ دور فضاؤں میں گم ہوتا چلا گیا۔

ایک طویل پرواز کے بعد عمران، کیپٹن شکیل اور جوانا پاکیشیا کے قبائلی علاقے کے پہاڑی ایئر بیس پر پہنچ چکے تھے۔ ان کی واپسی کا انتظام الفہیم نے کیا تھا۔ وہاں رن وے پر وہ طیارہ بھی کھڑا تھا جس میں اینجل ون اور اس کی ٹیم کے آدمی یہاں پہنچے تھے۔ عمران، کیپٹن شکیل اور جوانا ایئر بیس سے ایک ہوٹل پہنچے اور اینجل ون کے خلاف پلان بنانے میں مصروف ہو گئے۔

”وہ لوگ ان سادہ لوح قبائلی لوگوں کو شکار بنانے آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم قبائیلیوں کے روپ میں ان تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔“ ـــــ کیپٹن شکیل نے عمران کو اپنی رائے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا خیال کافی مضبوط ہے کیپٹن شکیل۔ یہی ایک مناسب راستہ ہے۔“ ـــــ عمران نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ انہوں

نے اپنے پلان کو حتمی شکل دی اور پھر کیپٹن شکیل ضروری چیزیں خریدنے قریبی مارکیٹ میں چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز تھے۔ ان میں قبائلی باشندوں کے مقامی ملبوسات اور دیگر اشیاء جوتے وغیرہ تھے۔ ان تینوں نے فوراً میک اپ کی مدد سے اپنی شکل وصورت اور حلیے تبدیل کرنا شروع کر دیئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ مکمل طور پر مقامی قبائلیوں کا روپ اختیار کر چکے تھے۔

''ہم تینوں یہاں سے الگ الگ باہر نکلیں گے اور مختلف سمتوں میں جائیں گے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اینجل ون اور اس کے آدمیوں کی یہاں موجودگی کا سراغ لگانا ہے۔ اس کے بعد ان کے خلاف کارروائی کا پلان تیار کیا جائے گا۔''۔۔۔ عمران نے انہیں ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ تینوں مختلف سمتوں میں نکل کھڑے ہوئے۔ عمران نے ایک پکنک سپاٹ کا رخ کیا تھا جو ایک قریبی پہاڑی جھیل کے گرد قائم کیا گیا تھا۔ یہ ایک بے حد خوابناک مقام تھا۔ رات کے وقت رنگا رنگ برقی قمقموں کی چکاچوند میں یہ جگہ جنت نظیر دکھائی دیتی تھی۔ جھیل تین اطراف سے بلند پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی تھی اور اس کا پانی چاندی کے ورق کی مانند چمک رہا تھا۔ عمران ایک خوانچہ فروش کے طور پر وہاں آیا تھا۔ اس کے پاس مقامی دستکاریوں کے کچھ نمونے تھے۔ جنہیں فروخت کرنے کے لیے وہ آوازیں لگا رہا تھا۔ اسی دوران دو سفید فام سیاح اس کے قریب آئے۔

''یہ تم کیا چیز فروخت کر رہے ہو۔''۔۔۔ انہوں نے دستکاری کے نمونوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

''ہمارے اصلی روایتی دستکاری کے فن پارے ہیں صاحب۔ بے حد نادر و نایاب۔ ہماری عورتیں اپنے ہاتھوں سے بناتی ہیں۔ ایسے شاہکار آپ کو دنیا میں کہیں اور نہیں ملیں گے۔''۔۔۔ عمران نے روایتی مسکراہٹ چہرے پر بکھیرتے ہوئے کہا۔

''انہیں فروخت کر کے تمہیں کیا مل جاتا ہے۔''۔۔۔ ان میں سے ایک نے استعجاب آمیز لہجے میں کہا۔

''صاحب۔ ملنا کیا ہے۔ بس بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے روٹی مل جاتی ہے۔''۔۔۔ عمران نے معصومیت اور بے چارگی سے جواب دیا۔

''اس ملک میں محنت اور فن کی کوئی قدر نہیں۔ تم ہمارے ساتھ یورپ چلو۔ وہاں تمہارا یہ سامان منہ مانگے داموں فروخت ہوگا۔ تم دنیا کے دولت مند ترین آدمی بن جاؤ گے اور وہ بھی صرف چند دنوں میں۔'' انہوں نے عمران سے کہا تو وہ اچھل پڑا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں یورپ کیسے جا سکتا ہوں۔ میں تو ایک غریب قبائلی ہوں صاحب۔''۔۔۔ عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''فکر نہ کرو۔ کل رات اسی وقت تم پکا ارادہ کر کے اسی جگہ آ جانا۔ ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اور ہاں۔ تمہارے ساتھ اگر اور عزیز رشتے دار وغیرہ بھی جانا چاہیں تو انہیں بھی لے آنا۔ ہم تمہارے بہت بڑے قدردان ہیں۔ اچھا یاد رکھنا۔ کل رات اسی وقت اور اسی جگہ۔''

انہوں نے عمران کو مزید سبز باغ دکھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر واپس چلے گئے۔

''آخر اونٹ پہاڑ تلے آ ہی گیا۔ اینجل ون کے چچھو۔ اب تم اپنی آخری آرام گاہ کے خواب دیکھنا۔''_____ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر ہوٹل واپس آ گیا۔ ہوٹل میں آتے ہی عمران نے ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو سے رابطہ کیا اور اسے پاکیشیا پہنچنے کی اطلاع دے دی۔ عمران کے پوچھنے پر بلیک زیرو نے بتایا کہ جولیا اور صفدر ایک زبردست جھڑپ کے بعد اینجل ون کے ساتھیوں سے جوزف کو رہا کروا لائے ہیں۔ جسے سن کر عمران بہت خوش ہوا۔ پھر عمران نے مزید چند باتیں معلوم کیں اور رابطہ منقطع کر دیا۔ کچھ دیر بعد کیپٹن شکیل اور جوانا بھی تھوڑے وقفے سے وہاں پہنچ گئے۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کہ کیا رپورٹ لے کر آئے ہو۔''_____ عمران نے ان سے پوچھا۔

''میں تو ماسٹر ایک جوتا پالش والے کی حیثیت سے ایک ریستوران کے باہر بیٹھا تھا۔ دو سفید فام آئے اور انہوں نے لالچ دیا کہ اگر میں ان کے ساتھ یورپ جا کر ان کی کمپنی میں مزدوری کروں تو وہ ہزاروں ڈالر ماہانہ تنخواہ دیں گے۔ میں تیار ہو گیا۔ کل رات انہوں نے مجھے وہیں بلوایا ہے تاکہ اپنے ساتھ لے جائیں۔''_____ جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہی میرے ساتھ ہوا ہے۔ ایک پہاڑی تفریحی مقام پر سفید فاموں کا ایک غول لان میں بیٹھا شراب نوشی کر رہا تھا۔ میں نوکری مانگنے ان

کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ یورپ لے جانے کی پیش کش کی جو میں نے قبول کر لی۔ وہ اینجل ون کے کارندے ہیں عمران صاحب۔''_____ کیپٹن شکیل نے کہا۔ چنانچہ وہ تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اگلے دن کے لیے اپنی حکمت عملی تیار کرنے لگے۔ عمران کا موقف تھا کہ اب اینجل ون گروپ کے خلاف حتمی آپریشن ہونا چاہیے۔

اگلی رات جوانا مقامی قبائلی کے روپ میں ہوٹل سے نکلا اور اس ریستوران میں جا پہنچا جہاں گزشتہ شب اسے دو سفید فام ملے تھے۔ یہ اینجل ٹو اور اس کا سپیشل اسسٹنٹ ایس ٹی تھے۔ وہ پہلے سے جوانا کے منتظر تھے۔ انہوں نے گرمجوشی سے اسے ویلکم کیا۔ اور اپنی کار میں بٹھا کر اسے اپنے بنگلے میں لے جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک سنسان پہاڑی مقام پر جوانا نے اپنا ریوالور نکالا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایس ٹی کی کھوپڑی سے لگا دیا۔

''کار روکو۔''_____ جوانا نے دانت پیستے ہوئے غرا کر کہا۔ وہ دونوں جوانا کی حرکت پر سناٹے میں آ گئے۔ جونہی ایس ٹی نے بریک لگائی۔ جوانا نے پے در پے کئی گولیاں اس کی کھوپڑی میں اتار دیں۔ اینجل ٹو کار سے باہر کودا اور اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ جوانا برقی کوندے کی طرح اس کے پیچھے لپکا۔ چند گز کے فاصلے سے اس نے اینجل ٹو پر یکے بعد دیگرے کئی فائر داغ دیئے۔ وہ بری طرح چیختا اور موت کا رقص کرتا ہوا ہزاروں فٹ گہری کھائی میں گرتا چلا گیا۔ دونوں کا کام تمام ہو چکا تھا۔ جوانا نے ریوالور جیب میں رکھا اور انہی کی کار میں واپس ہوٹل کی

طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے حصے کا کام کر چکا تھا۔

کیپٹن شکیل پلان کے عین مطابق اینجل ون کے بنگلے کے لان میں داخل ہوا۔ اس کی کمر پر ایک بڑا چرمی تھیلا بندھا ہوا تھا جو ہر قسم کے ایمونیشن سے بھرا ہوا تھا۔ گزشتہ شب کی طرح سفید فاموں کا ٹولہ آج بھی لان میں کرسیاں ڈالے سرد موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور پہاڑی وادی کے دامن میں شمپئین اور وہسکی کے جام پر جام چڑھا رہا تھا۔ وہ سب ہی سرور کے عالم میں تھے۔ ان میں اینجل تھری اور فور کے علاوہ ان کے ماتحت بھی شامل تھے۔ کیپٹن شکیل کو دیکھ کر اینجل تھری نے لہراتے اور بہکتے ہوئے اس کا والہانہ استقبال کیا۔

''آؤ۔ آؤ میرے دوست۔ خان بہادر۔ بھئی کام کی باتیں تو بعد میں کریں گے۔ پہلے تم شمپئین کا لطف اٹھاؤ۔ یہ پکڑو جام اور چڑھا جاؤ ایک ہی سانس میں۔ پھر دیکھنا پوری دنیا تمہارے قدموں تلے ڈھیر ہو گی۔'' اس نے بہکتے ہوئے ایک جام کیپٹن شکیل کی طرف بڑھایا۔ کیپٹن شکیل نے جام لے کر الٹا اس کے منہ پر الٹ دیا۔

''مجھے پوری دنیا کو قدموں تلے ڈھیر کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ البتہ تم ضرور آج ڈھیر ہو جاؤ گے۔ میرے ہاتھوں۔''۔۔۔۔ کیپٹن شکیل پھنکارا اور پھر اگلے لمحے اس نے چرمی تھیلے سے ایک مشین گن نکالی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے۔ کیپٹن شکیل نے فائر کھول دیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے فلک بوس پہاڑی وادیاں دور تک گونجنے لگیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اور وہ گولیوں سے بری طرح چھلنی

ہو کر خون میں نہاتے اور موت کا رقص کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے زمین بوس ہو گئے۔ کیپٹن شکیل نے چار مختلف مقامات پر ڈائنا میٹ لگا کر ان کے بنگلے کو تنکوں کی مانند اڑا کر رکھ دیا۔ آگ کا ایک طوفان پہاڑوں کے سینے سے ابلتا نظر آنے لگا۔ کیپٹن شکیل نہایت اطمینان سے واپسی کے لیے یوں مڑ گیا جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔

جھیل کے کنارے گزشتہ شب والے دونوں سفید فام عمران کی آمد کے منتظر تھے۔ ان میں سے ایک اینجل ون تھا اور دوسرا اس کا مقامی اسپیشل ایجنٹ بیگال۔ عمران کو دیکھ کر ان کے چہرے کھل اٹھے اور انہوں نے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔

''ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ مگر تم اکیلے ہی آئے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ تم جتنے بھی لوگوں کو لے آؤ گے ہم انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے اس کے اکیلے آنے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''فی الحال تو میں اکیلا ہی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ بعد میں اور لوگوں کو بھی بلا لیا جائے گا۔''۔۔۔۔ عمران نے کہا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''چلو۔ آؤ چلتے ہیں۔''۔۔۔۔ اینجل ون نے پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہاں ان کی سفید ڈاج کار کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ بیگال نے سنبھالی اور اینجل ون ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران عقبی نشست پر تھا۔ پارکنگ سے نکل کر کار نے جھیل کے گرد ایک چکر کاٹا اور پھر ایک چھوٹی ذیلی سڑک پر مڑ گئی۔ اسی لمحے عمران نے اپنا ریوالور بیگال

کی کھوپڑی سے لگا دیا۔

"گاڑی روک دو مسٹر بیگال۔ کھیل ختم پیسہ ہضم اور معدہ خراب۔" عمران نے درشتی سے کہا تو وہ دونوں سناٹے میں رہ گئے۔ بیگال نے نہایت خوف کی حالت میں بریک لگا دیئے۔ ٹائروں کی ہلکی چرچراہٹ کے ساتھ کار رک گئی۔

"کون ہو تم۔"_____ اینجل ون نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اپنا نام تو میں بعد میں بتاؤں گا مگر یہ بیگال بھی عجیب نام ہے۔ یعنی بے گال جیسے کوئی بغیر گالوں کے ہو۔ میں نے بغیر بالوں والے گنجے تو دیکھے تھے مگر آج بغیر گال والا گالا بھی دیکھ لیا۔ اب اگلے جنم میں گالوں یعنی رخساروں سمیت دنیا میں واپس آنا۔"_____ عمران نے چیختی آواز میں کہا اور اگلے لمحے اس کے ریوالور کی کئی گولیوں نے بیگال کی کھوپڑی اخروٹ کے چھلکے کی مانند اڑا کر رکھ دی۔ وہ ہچکی بھی نہ لے سکا اور جہنم سدھار گیا۔

"عمران۔ یہ تم۔ عمران ہی ہو۔"_____ اینجل ون بری طرح چونکتا ہوا بولا اور ساتھ ہی اس نے عمران کے ریوالور والے ہاتھ پر بھرپور ضرب لگا دی۔ ریوالور عمران کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اینجل ون کار کا دروازہ کھول کر چھلاوے کی مانند باہر کود گیا۔ مگر عمران اس بار کسی بھی صورت اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ وہ بھی اتنی ہی برق رفتاری سے باہر نکلا اور اینجل ون کے تعاقب میں لپکا۔ اینجل ون دیوانوں کی طرح واپس جھیل کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ مگر جھیل کے کنارے سے چند گز پہلے

عمران نے بھاگتے ہوئے اچھل کر جھپٹا مارا اور اسے دبوچ لیا۔

"تم ایک ڈاکٹر تھے ایک مسیحا تھے۔ ایک فرشتہ۔ فرشتے تو ہمیشہ رحمت ہوتے ہیں۔ مگر تم شیطان بن گئے۔ تمہاری سزا موت سے بہت بڑھ کر ہے مگر کیا کیا جائے۔ دنیا میں سزا کا آخری پیمانہ یہی ہے۔ تم باقی کی سزا اوپر اصلی فرشتوں کے پاس جا کر بھگتنا۔"_____ عمران نے پوری قوت سے اس کی گردن مروڑتے ہوئے زہرخند لہجے میں کہا۔

"مجھے معاف کر دو عمران۔ فار گاڈ سیک۔ مجھے معاف کر دو۔ آئندہ میں ایسی مکروہ غلطی نہیں کروں گا۔"_____ اینجل ون نے تکلیف کی شدت سے بلبلاتے ہوئے کہا تو عمران نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابل رہی تھیں اور سانس مکمل طور پر اکھڑ چکی تھی۔

"میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا اینجل ون۔ تمہارا جرم ہر لحاظ سے ناقابل معافی ہے۔ البتہ اتنی رعایت دیتا ہوں کہ مرنے سے پہلے جھیل کے اس شفاف پانی سے نہا کر اپنا تن من پاک کر لو۔ جاؤ۔ اور پاک ہو جاؤ۔"_____ عمران نے کھلے دل سے کہا۔

اینجل ون کے اوسان مکمل طور پر خطا ہو چکے تھے۔ اس کے لئے یہ سوچنا ممکن ہی نہیں تھا کہ عمران اسے کیسی موت کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اس کی سمجھ میں صرف یہی آیا کہ اس کی جان بخشی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ خوشی سے دیوانہ وار بھاگتا ہوا جھیل کے شفاف پانی میں اتر گیا جو انتہائی یخ بستہ ہو چکا تھا۔ جھیل میں اترتے ہی وہ بری طرح چونکا۔ اس کا سانس

سینے میں اٹک گیا اور یخ برفیلے پانی میں برف کا ایک تودہ بن کر رہ گیا۔
عمران دور کھڑا دزدیدہ نظروں سے یہ عبرت ناک منظر دیکھ رہا تھا۔

عمران اونی لحاف اوڑھے کرسی پر نیم دراز خراٹے لے رہا تھا۔

اس کے خراٹوں کی آواز ہال میں نمایاں طور پر سنائی دے رہی تھی۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران دانش منزل کے ساؤنڈ پروف میٹنگ ہال میں کیس کی تفصیلات جاننے کے لئے جمع تھے۔ ان میں سے کچھ تو عمران کی اس حالت پر بے ساختہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جبکہ کچھ پیچ وتاب بھی کھا رہے تھے جن میں تنویر کچھ زیادہ ہی منہ بگاڑ رہا تھا۔

"نہ جانے یہ کاہل آدمی کہاں سے چیف کے پلے پڑ گیا ہے۔ جہاں چاہتا ہے ٹانگیں پھیلا کر خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے خرمستیاں شروع کر دیتا ہے۔ اوٹ پٹانگ حرکتوں میں سرکس کے جوکر بھی اس کے چیلے نظر آتے ہیں۔ ذرا دیکھو۔ یہ سونے کی جگہ ہے۔ مگر یہ بے فکری اور مستی کے مزے یہاں بھی لوٹ رہا ہے۔" ——— تنویر سے جب رہا نہیں گیا تو بے دھڑک اس نے عمران پر ریمارکس پاس کرنے

شروع کر دیے۔ اس کی دانست میں عمران واقعی گہری نیند میں غرق تھا۔

''ایسا تو نہ کہو تنویر۔ آخر یہ عمران ہی ہے جس نے کئی بڑے کیس چٹکی بجاتے حل کر دیے۔ سیکرٹ سروس کے ممبران کے لیے بے شمار مرتبہ رحمت کا فرشتہ بن گیا۔ یہ تو اس کا ذاتی فعل ہے کہ یہ کیا کرے کیا نہ کرے۔'' ـــــ صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں صفدر صاحب۔ لیکن ایٹی کیٹ بھی کوئی چیز ہے۔ یہ جگہ تو نہیں ہے سونے کی۔ ہم یہاں کیس کی تفصیلات جاننے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور یہ ٹانگیں پسارے پڑا ہے۔'' ـــــ جولیا نے بھی فوراً رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

''چھوڑو ان باتوں کو۔ آرام کرنے دو انہیں۔ اس نئے کیس میں بھی عمران صاحب کا خاصا عمل دخل ہوگا اور چیف اس بارے میں ضرور ہمیں بتائیں گے۔'' ـــــ صفدر نے تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں صفدر۔ ان بیچاروں کو مت کچھ سمجھاؤ۔ یہ اپنی زبان سے میری تعریف کرتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور میری نیند مزید گہری ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر تنویر اور جولیا کی تعریف تو میرے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔'' ـــــ عمران نے لحاف سے منہ نکالتے ہوئے کہا تو تمام ممبران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے اور پھر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''جاگ رہا تھا یہ۔ اور ہماری باتیں بھی سن رہا تھا۔ ایک نمبر کا چرکٹا شیطان ہے۔'' ـــــ تنویر نے غصیلے انداز میں کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ

کوئی دوسرا ممبر کچھ بولتا اسی لمحے میٹنگ ہال کا اسپیکر جاگ اٹھا۔

''لیجیے۔ حضرت جناب۔ عزت مآب۔ ظلِ سبحانی اور جولیا کے پیرو مرشد خاندانی آنجہانی ایکسٹو تشریف لے آئے ہیں۔ میرے ساتھ تو تم لوگوں کا ازلی اٹ کھڑکا ہے۔ کم از کم اپنے اس ان داتا کی باتیں تو غور سے سن لو۔'' ـــــ عمران نے کہا اور دوبارہ لحاف اوڑھ کر اونگھنے میں مصروف ہو گیا۔ تمام ممبران اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر اسپیکر کی طرف رخ کر چکے تھے۔

''معزز ممبران۔ آج جس کیس کو ہینڈل کرنے کے بعد تم سب یہاں جمع ہوئے ہو۔ یہ اپنی نوعیت کا بے حد عجیب کیس ہے۔'' ـــــ اسپیکر پر ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز گونجنے لگی۔

''پاکیشیا میں کچھ عرصہ سے بعض حلقوں میں اس خدشے کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ کچھ لوگوں کے گردے پراسرار طریقے سے ان کے جسموں سے نکال کر بیرونی ملکوں میں نہایت بھاری قیمتوں پر فروخت کئے جا رہے ہیں۔ مگر اس بات کا کوئی واضح اور ٹھوس ثبوت کبھی منظر عام پر نہیں آیا۔ مگر کچھ عرصہ پہلے ایک ادھیڑ عمر کا غریب شخص لاوارث حالت میں سڑک پر سے پولیس کے ہاتھ لگا جس کا ایک گردہ نکال لیا گیا تھا۔ اس کیس کی سنگینی کی وجہ سے اس شخص کو انٹیلی جنس کے حوالے کر دیا گیا۔ اس نے بتایا کہ اسے کسی نامعلوم عمارت میں صفائی وغیرہ کے کام کے لیے رکھا گیا تھا اور یہ عمارت اس کے بیان کے مطابق کسی ہاسپٹل کی تھی۔ بعد میں ایسے کئی اور واقعات رونما ہوئے۔ یہاں تک کہ پاکیشیائی پرائم منسٹر کی ایک

ابنارمل بہن کا گردہ بھی پراسرار انداز میں اس کے جسم سے نکال لیا گیا۔اس پر حکومت چونک اٹھی۔ یہ کیس سیکرٹ سروس کے حوالے کیا گیا اور میری ہدایت پر عمران نے جلد ہی یہ سراغ لگا لیا کہ یہ بدترین غیر انسانی مکروہ دھندہ سن رائز ہسپتال میں کیا جا رہا تھا۔ وہاں ڈاکٹر پاشا جو خود بھی گنجا تھا اور اپنے گنجے ماتحتوں کے ساتھ یہ مکروہ دھندہ کر رہا تھا۔ ڈاکٹر ایک مسیحا ہوتا ہے۔ ایک فرشتہ ہوتا ہے مگر ان گنجے فرشتوں نے شیطان سے بھی زیادہ ذلت آمیز کردار ادا کیا۔ وہ ہسپتال میں زیر علاج مریضوں یا اغواء شدہ لوگوں کے گردے نکال کر بیرونی ملکوں خاص طور پر ویزرٹ اسٹیٹ میں فروخت کر دیتے تھے اور دولت کے انبار اکٹھے کر رہے تھے۔ یہ کیس جب سیکرٹ سروس کے پاس آیا تو عمران سمیت آپ سب ممبران کو گنجے فرشتوں کے خلاف میدان عمل میں لایا گیا اور بالآخر آپ لوگوں کے ہاتھوں یہ مکروہ چہرے جہنم رسید ہو گئے۔ آپ کو اس کیس کی کچھ تفصیلات کا علم ہے ہی۔ لیکن عمران اس کی تمام جزئیات سے اچھی طرح واقف ہے۔ لہٰذا تم لوگوں کو اگر کوئی سوال کرنا ہو تو عمران سے کر سکتے ہو۔"——ایکسٹو نے کیس کے بارے میں مختصراً انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ عمران صاحب تو ہر وقت اپنے حال میں مست رہتے ہیں۔ ہم ان سے کیس کے بارے میں کیا معلوم کریں۔"——تنویر نے شکایتی انداز میں کہا۔

"تنویر۔ تم عمران کے بارے میں اتنے فکرمند مت ہوا کرو۔ گو کہ

عمران باقاعدہ سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں مگر آخر تمہارا ساتھی ہے۔تم اس سے معلوم کرو۔ وہ ضرور بتا دے گا۔"——ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے بعد اسپیکر خاموش ہو گیا۔تمام ممبران عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"عمران صاحب۔ اب اٹھ جائیے۔ممبران جاننا چاہتے ہیں کہ گنجے فرشتوں نے کیا کیا۔"——صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے لحاف سر سے لڑھکا کر ایک طرف کر دیا۔

"فرشتوں کو گنجا مت کہو صفدر۔ گنجے تو تم ہو سکتے ہو۔ میں ہو سکتا ہوں۔تنویر بھی بار بار ہو سکتا ہے۔ جولیا بھی۔اوہ نہیں نہیں۔ میری توبہ۔ جولیا ہرگز گنجی نہیں ہو سکتی۔ ہر گنجا شخص فرشتہ نہیں ہو سکتا اور کوئی فرشتہ گنجا نہیں ہو سکتا۔"——عمران نے کانوں کی لوئیں چھوتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لو۔اس نے فضولیات کی ڈکشنری کھول ہی لی نا۔تنویر کی چیف کو شکایت بھی کسی کام نہیں آئی۔ میں تو جا رہی ہوں۔ اس شخص سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو سکتی۔"——جولیا نے اٹھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"کام کی بہت سی باتیں میں تمہیں ضرور بتاؤں گا مس جولیا۔ لیکن ان سب کے سامنے نہیں۔"——عمران نے معصومیت سے کہا تو جولیا غراتی ہوئی اس کی طرف لپکی۔عمران نے فوراً لحاف اپنے اوپر اوڑھ لیا۔

ختم شد